جنت تلواروں کے سائے تلے ہے

رسولِ رحمت ﷺ

تلواروں کے سائے میں

(جلد پنجم)

حافظ محمد ادریس

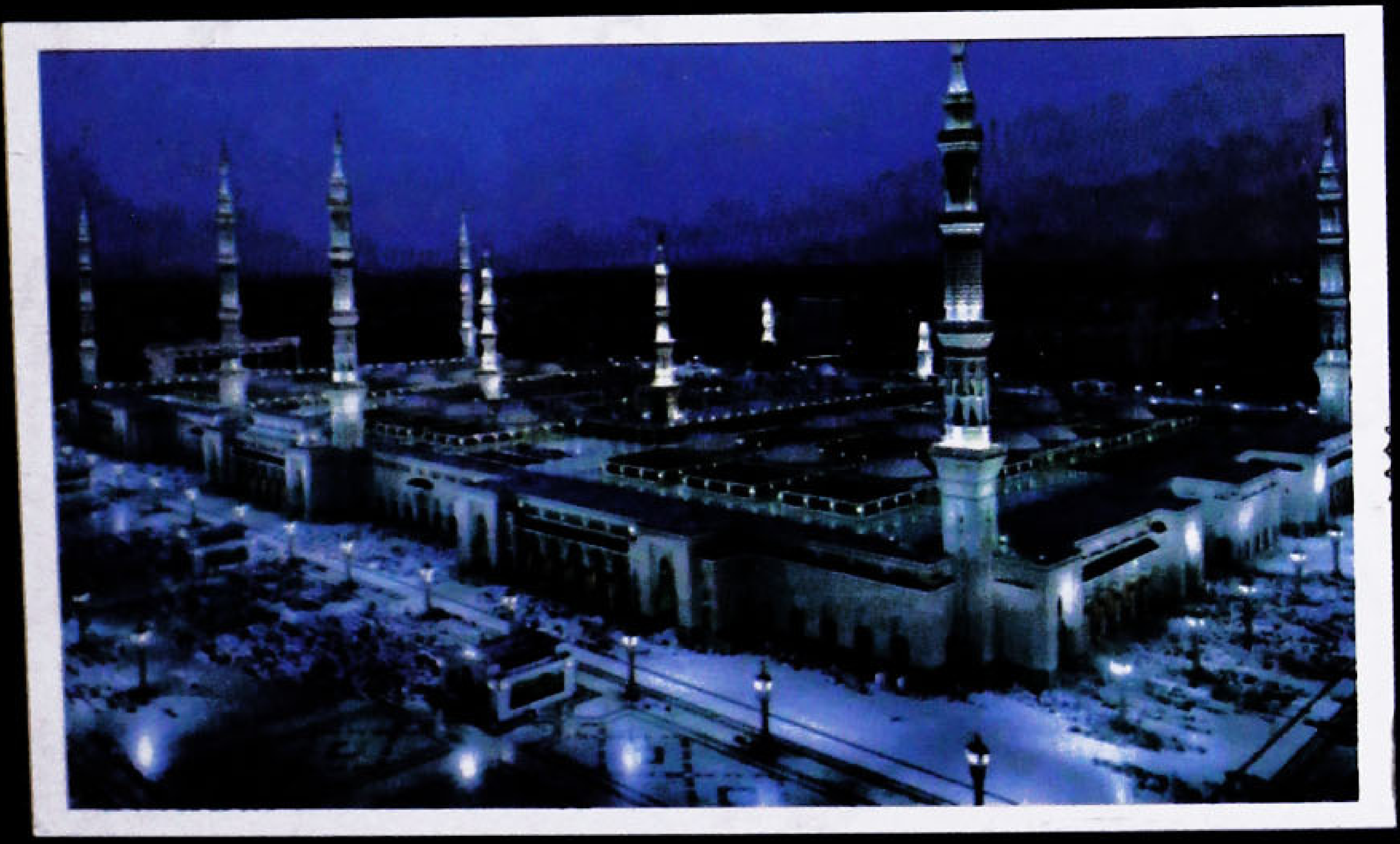

ادارہ معارف اسلامی

ادارہ معارف اسلامی

یہ ادارہ، اسلامی علوم و معارف کی تحقیق و تصنیف اور اشاعت و ترویج کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اس کی بنیاد دورِ حاضر کے عظیم مفکر اور قائد تحریکِ اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جولائی ۱۹۶۳ء میں رکھی تھی اور اس کا پہلا مرکز کراچی میں قائم کیا گیا تھا۔ بعد ازاں فروری ۱۹۷۹ء میں مولانا مرحوم نے لاہور کو اس کا دوسرا مستقر بنایا۔ اب کراچی اور لاہور میں ادارہ معارف اسلامی کے دونوں مراکز داخلی طور پر خود مختارانہ اور مقصدی اور آئینی طور پر ہم آہنگی سے حسب ذیل مقاصد کے لیے کوشاں ہیں:

- ☐ تحقیق اور علمی جستجو کے بعد اسلامی تعلیمات کو جدید ترین اسلوب اظہار کے ذریعے پیش کرنا اور تمدن، تاریخ، قانون، معیشت اور دوسرے دائروں میں جو مسائل درپیش ہیں ان کا حل اسلام کی روشنی میں تلاش کرنا۔
- ☐ علمائے اسلام کے تحقیقی کارناموں کا ترجمہ، ترتیب نو، تشریح و توضیح اور اشاعت، اسی طرح قدیم علمی خزانوں تک آج کے طالب علموں کی رسائی ممکن بنانا۔
- ☐ عالم اسلام کے موجودہ مسائل اور مستقبل کے امکانات کے بارے میں صحیح اور حقیقت پسندانہ فہم پیدا کرنے کے لیے مسلم ممالک کے بارے میں بالعموم اور پاکستان کے بارے میں بالخصوص تحقیقی کام کرنا۔
- ☐ اسلامی موضوعات پر دورِ حاضر کے مسلم علما کے نمایاں کارناموں کی دنیا کی اہم زبانوں بالخصوص اردو، عربی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور سواحلی میں تراجم اور اشاعت کا انتظام کرنا۔
- ☐ عام پڑھے لکھے لوگوں میں اسلامی تہذیب و تمدن، تاریخ اور مسلم دنیا کے موجودہ مسائل کا صحیح فہم پیدا کرنے کے لیے مناسب طرز کی عام فہم کتابوں کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔
- ☐ تعلیم کو مثبت اسلامی آہنگ دینے اور اسلامی بنیادوں پر تشکیل شدہ ایک نئے نظام تعلیم کی راہ ہموار کرنے کے لیے مختلف مراحل کی نصابی اور امدادی کتب کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔

Marfat.com

رسولِ رحمت ﷺ

تلواروں کے سائے میں

(جلد پنجم)

حافظ محمد ادریس

ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور

301420
DATA ENTERED

Marfat.com

297-4921
2897
1405ا1

(جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں)

نام کتاب : رسول رحمت تلواروں کے سائے میں (جلد پنجم)

تصنیف : حافظ محمد ادریس

مطبع : حاجی حنیف پرنٹرز، لاہور

اشاعت اول : دسمبر 2015ء (1100)

صفحات : 400

قیمت : -/365 روپے

باہتمام

ادارہ معارف اسلامی منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ: 54790

فون: 4-35419520، 76-042-35252475، فیکس: 042-35252194

ای میل: imislami1979@gmail.com، ویب سائٹ: www.imislami.org

تقسیم کنندہ

مکتبہ معارف اسلامی، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور

فون: 4-35419520، 042-35252419

Marfat.com

فہرست

- تقدیم — حضرت مولانا عبدالمالک — ۲۳
- حرفے چند — مولانا حافظ ساجد انور — ۲۷
- عرضِ مصنف — حافظ محمد ادریس — ۳۱

باب اول: عام الوفود

دخولِ اسلام فوج در فوج ۳۸

- حق کے وفد اہلِ باطل کی جانب! ۳۸
- قرآن کی بشارت ۳۹
- وفود کا سال ۴۱
- اسلام جزیرہ نما کی غالب قوت ۳۸
- سابقون الاولون کے درجات ۴۰

وفد بنو مُزَینہ ۴۲

- اپنے گھر میں ہجرت کا ثواب ۴۲
- بت پرستی سے بت شکنی تک ۴۳
- ارکانِ وفد نامور صحابہؓ ۴۳
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بابرکت کھجوریں ۴۴

وفد جُہَینہ ۴۷

- دو خوش بخت مسافر ۴۷
- بدنصیب بوڑھا ۴۸
- بت شکنی اور اظہارِ تشکر ۴۹
- اسلام کی انقلابی دعوت اور اس کے اثرات ۴۸
- سعادت و خوش بختی ۴۹

وفد بجیلہ (بجیلہ) ۵۱

- مدینہ حاضری ۵۱
- جاہلی شان و شوکت ۵۱

Marfat.com

❀ جامع نصیحت ٥٢

وفد بنی قیس ٥٣

❀ ملاقات سے قبل محبتِ اسلام ٥٣
❀ مشکل منازل ٥٤
❀ ایک دل چسپ مکالمہ ٥٤
❀ اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ ٥٣
❀ جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق ٥٤

وفد بنو تمیم کی مدینہ آمد ٥٦

❀ عرب کے قبائل اور ان کی عادات ٥٦
❀ ادب گاہ، نازک از عرش ٥٧
❀ تمہیدی گفتگو ٥٩
❀ خطیب اسلام کا خطاب ٦٠
❀ شاعر بنو تمیم کا پرزور کلام ٦٢
❀ حضرت حسان بن ثابتؓ کا پرتاثیر کلام ٦٥
❀ عطیاتِ نبویؐ ٦٧
❀ دولت کا لالچ ٥٦
❀ احکامِ قرآنی ٥٨
❀ قبائلی مفاخر ٥٩
❀ مہاجرین وانصار ٦١
❀ مدح خوانِ رسولؐ ٦٣
❀ اعترافِ حقیقت اور قبول اسلام ٦٧
❀ بنو تمیم کے فضائل ومناقب کے بارے میں حدیث ٦٨

وفدِ بنی عامر ٦٩

❀ شیطانی ارادے ٦٩
❀ عبرت ناک انجام ٧٠
❀ دھمکی اور اس کا جواب ٧١
❀ بنو عامر کا خوش نصیب گھرانہ ٧٢
❀ قرآن کا ایمان افروز اندازِ بیان ٧٤
❀ معجزۂ نبویؐ ٧٠
❀ قبولِ اسلام غیر مشروط ٧١
❀ ذوالّلسانین ٧٢
❀ ایک اور گستاخ رسول کا انجامِ بد ٧٣

ضمام بن ثعلبہ سفیر سعد بن بکر ٧٦

❀ سعد بن بکر کا سفیر ٧٦
❀ قبولِ اسلام ٧٧
❀ مسنون دعا ٧٨
❀ بے تکلف گفتگو ٧٦
❀ کامیاب داعی حق ٧٧

Marfat.com

وفد اشعریین (۷ھ)......۷۹

❀ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قبیلہ	۷۹	❀ قابلِ تعریف لوگ	۷۹
❀ حقیقی محبت	۸۰	❀ تمیم اور اشعر کا موازنہ	۸۱
❀ ایک توجیہہ	۸۱		

وفد بنی کلب......۸۳

❀ ایمان وتصدیق کا شرف	۸۳	❀ دوسرا وفد	۸۴
❀ وثیقۂ نبویؐ	۸۴		

وفد بنو زبید......۸۶

❀ معقول تجویز	۸۶	❀ تکبر ونخوت	۸۶
❀ پرتاثیر اشعار	۸۷	❀ فتنۂ ارتداد	۸۸

جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ......۹۰

❀ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تحسین	۹۰	❀ قبول اسلام کا اعلان	۹۰
❀ بیعتِ رسولؐ	۹۱	❀ بت شکنی	۹۲

وفد حضرموت......۹۴

❀ محبت فاتح عالم	۹۴	❀ وفد کی حضرموت کو واپسی	۹۵
❀ ایک اشکال اور ہماری ناقص رائے	۹۵		

عبدالرحمٰن بن ابی عقیل کی آمد......۹۷

❀ دل کا انقلاب	۹۷	❀ یومِ حشر کی شفاعت	۹۷

بنو اسد......۱۰۱

❀ ہدایت، اللہ کا احسان ہے	۱۰۱	❀ بہترین ناقہ بطور ہدیہ	۱۰۱
❀ برکت کی دعا	۱۰۲	❀ نفع بخش تجارت	۱۰۲

Marfat.com

وفدِ جُذام...... ۱۰۴

❀ حزب اللہ	۱۰۴	❀ ایک عظیم سردار، قابل فخر مومن	۱۰۴
❀ زنداں خانے میں اشعار	۱۰۵	❀ استقامتِ مومنانہ اور قیصر کا خوف	۱۰۷

بنی فزارہ کا وفد...... ۱۰۸

❀ قحط کی شکایت	۱۰۸	❀ دعائے رسولؐ	۱۰۸

وفدِ اُزد...... ۱۱۰

❀ بندۂ مومن کا اپنے بھائیوں کے لیے اکرام	۱۱۰	❀ جنگی حکمت عملی	۱۱۰
❀ دعویٰ اور اس کی حقیقت	۱۱۱	❀ پانچ پانچ خصائل	۱۱۱
❀ حکما و علما	۱۱۲		

وفدِ جُرش...... ۱۱۳

❀ قلعہ بند قبیلہ	۱۱۳	❀ لشکر اسلام کا حملہ اور قلعے کا محاصرہ	۱۱۳
❀ اصل حقیقت کی خبر	۱۱۴	❀ آنحضور ﷺ کی تحریر	۱۱۵

وفدِ عمان...... ۱۱۷

❀ احسان کا بدلہ	۱۱۷	❀ دل چسپ مکالمہ	۱۱۷

وفدِ ہمدان...... ۱۱۹

❀ دعوتی مشن	۱۱۹	❀ بنو ہمدان کا قبولِ اسلام	۱۱۹
❀ تحسین نبویؐ	۱۲۰	❀ نعتِ رسولؐ	۱۲۱

وفدِ بنو کندہ...... ۱۲۳

❀ اسلامی تعلیمات پر سب کچھ قربان	۱۲۳	❀ بہادر قبیلہ	۱۲۳
❀ نشیب و فراز	۱۲۴		

Marfat.com

قبیلہ بنی مراد......۱۲۶

❀ حکیمانہ کلام	۱۲۶	❀ تاریخی واقعہ	۱۲۷
❀ نورِ اسلام	۱۲۷		

وفد بنی حنیفہ......۱۲۹

❀ پرتکلف مہمان نوازی	۱۲۹	❀ جھوٹے کو جامع جواب	۱۳۰
❀ مختصر، جامع کلام	۱۳۰	❀ سعید و شہید	۱۳۱
❀ رحال بن عنفوہ؟	۱۳۲		

وفد بنی سُلیم......۱۳۳

❀ سبقت کا اعزاز	۱۳۳	❀ کلامِ نبوی کا اعجاز	۱۳۳

وفد بنو اشجع......۱۳۷

❀ اسم بامسمّٰی قبیلہ	۱۳۷	❀ صلح کی تلاش	۱۳۷
❀ تجدید معاہدہ اور قبولِ اسلام	۱۳۸		

وفد بنی باہلہ......۱۳۹

❀ وفد بنی باہلہ	۱۳۹	❀ صابی نہیں مسلم	۱۳۹
❀ حرام سے اجتناب	۱۳۹	❀ انکار کے بعد اقرار	۱۴۰

وفد بنو ثعلبہ......۱۴۱

❀ چاندی کا ہدیہ	۱۴۱		

وفد بنی کنانہ......۱۴۲

❀ شائستگی کا کمال	۱۴۲	❀ اللہ والے	۱۴۳

وفد بنو بکر بن وائل......۱۴۴

❀ حنفاء	۱۴۴	❀ دربار رسالت میں حاضری ایک شرف	۱۴۴
❀ ہدیہ اور دعا	۱۴۵		

Marfat.com

وفد بنی البکاء ۱۴۶

سوسالہ بزرگ	۱۴۶	سر پہ ہاتھ پھیرا	۱۴۶
گونگے بہرے صحابی کا اکرام	۱۴۷	احکام اسلام	۱۴۷
در مدحِ احمد مجتبیٰ	۱۴۷		

وفد دوس......۱۴۹

شعرا و حکما	۱۴۹	دانش مندانہ فیصلہ	۱۴۹
کاشانۂ نبویؐ پر حاضری	۱۵۰	دعائے پیغمبری	۱۵۰
داعیِ حق کی کامیاب کاوش	۱۵۱	دو جلیل القدر صحابہؓ	۱۵۲
امِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ	۱۵۳		

وفد بنی عبس ۱۵۴

عشرۃ کاملۃ	۱۵۴	عظیم شرف	۱۵۴
ہجرت کا ثواب	۱۵۵		

وفد بنی جرم......۱۵۶

نماز باجماعت	۱۵۶	امام کا معیار	۱۵۶
سعید روح	۱۵۷		

وفد رواس بن کلاب......۱۵۸

انتقام کی آگ	۱۵۸	آنحضور ﷺ کی ناراضی	۱۵۸

وفد عُقَیل بن کعب......۱۶۰

جاہلی رسومات	۱۶۰	دستاویزِ نبویؐ	۱۶۰

وفد بنی کلاب......۱۶۲

تربیت یافتہ وفد	۱۶۲	حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے دوست	۱۶۲
سرکاری مہمان	۱۶۳		

Marfat.com

وفد ہلال بن عامر...... ۱۶۵

❀ عبد عوف سے عبداللہ ۱۶۵
❀ مقروض کی مدد ۱۶۵
❀ ام المومنین کا بھانجا ۱۶۶
❀ نوجوان کا اکرام ۱۶۶

وفد ربیعہ: عبد القیس...... ۱۶۸

❀ یا مرحبا ۱۶۸
❀ جنت میں داخلے کا ذریعہ ۱۶۸
❀ اہلِ مشرق کا جوہر ۱۶۹
❀ حلم اور ذہانت ۱۷۰
❀ نجات کی ضمانت ۱۷۰
❀ بیماری سے نجات ۱۷۱
❀ ایک سوال اور اس کا جواب ۱۷۱
❀ انعام و اکرام ۱۷۲
❀ وفود کی دو مرتبہ حاضری ۱۷۳

وفد بنی النخع...... ۱۷۴

❀ دو وفود ۱۷۴
❀ خوب صورت شورائی نظام ۱۷۴
❀ دو شہید بھائی ۱۷۵
❀ دو سعید بھائی ۱۷۵
❀ خواب اور تعبیر ۱۷۶
❀ خوش حالی اور دنیا و آخرت ۱۷۶
❀ خواب کی تعبیر اور آج کا منظر ۱۷۷
❀ وقتِ دعا ہے ۱۷۷

وفد قبیلہ اسلم...... ۱۷۹

❀ خوبی اور خامی ۱۷۹
❀ دعا کی درخواست ۱۷۹
❀ باسعادت آمد باعزت رخصتی ۱۸۰

وفد بنی غامد...... ۱۸۱

وفد سلامان...... ۱۸۳

❀ بارگاہِ رسالت میں حاضری ۱۸۳
❀ مہمان نوازی ۱۸۳
❀ حصولِ تعلیم کا شوق ۱۸۴
❀ انعامات و عطا ۱۸۴

Marfat.com

وفد بنی محارب...... ۱۸۵

❀ جان پہچان ۱۸۵
❀ تحائف کا تبادلہ ۱۸۶
❀ معافی وتلافی ۱۸۵
❀ خوش نصیب خزیمہؓ ۱۸۶

وفد جُعفی...... ۱۸۸

❀ حلال وحرام ۱۸۸
❀ ملعونین ۱۸۹
❀ وثیقۂ نبویؐ ۱۹۰
❀ منزل پر پہنچ کر پھر محرومی ۱۸۹
❀ خوش بخت وفد ۱۸۹

وفد بنی طے...... ۱۹۱

❀ زید الخیل سے زید الخیر تک ۱۹۱
❀ خوب صورت سوال ۱۹۲
❀ اجل مسمّٰی ۱۹۳
❀ صاحب مناقب ۱۹۱
❀ جامع ترین جواب ۱۹۲
❀ دونوں جہاں کی سعادت ۱۹۳

وفد خولان...... ۱۹۵

❀ بت پرستی سے توحید تک ۱۹۵
❀ بت شکنی ۱۹۶
❀ بت کے بارے میں سوال ۱۹۵
❀ جامع تعلیمات ۱۹۶

وفد بنو تغلب...... ۱۹۷

❀ قبولِ اسلام ۱۹۷
❀ مبارک حویلی ۱۹۸
❀ عیسائیت کے ساتھ اسلامی ریاست کی اطاعت ۱۹۷

وفد بنی شیبان...... ۱۹۹

❀ غم کے پہاڑ اور روشنی کے مینار ۱۹۹
❀ عورتوں کی نماز ۲۰۰
❀ دعائے رسولؐ اور نزولِ سکینت ۲۰۰
❀ مردِ صالح ۱۹۹
❀ خدمت نبویؐ میں حاضری ۲۰۰
❀ بنو تمیم کی شکایت ۲۰۱

Marfat.com

❀ خواتین کا اکرام	۲۰۱	❀ حضرت حرملہؓ	۲۰۲
❀ مقامِ ملامت سے بچنا	۲۰۲		

باب دوم: حجۃ الوداع

حجۃ الوداع ۲۰۴

❀ آنحضور ﷺ کے عمرے اور حج	۲۰۴	❀ اکلوتا حج	۲۰۴
❀ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول	۲۰۵	❀ مَا اَجْمَلَکَ وَمَا اَحْسَنَکَ	۲۰۵
❀ تلبیہ	۲۰۶	❀ خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت اور یاد	۲۰۶
❀ حضرت جابرؓ حضور ﷺ کے ہمرکاب	۲۰۷	❀ راستے میں قیام وصلوٰۃ	۲۰۷
❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول	۲۰۸		

مکہ میں داخلہ اور مناسک ۲۰۹

❀ بیت اللہ میں ورودِ مسعود	۲۰۹	❀ قبولیتِ دعا	۲۰۹
❀ طواف کی کیفیت	۲۱۰	❀ اضطباع اور رمل	۲۱۰
❀ زم زم اور صفا و مروہ	۲۱۱	❀ صفا پر دعا	۲۱۱
❀ سعی	۲۱۲	❀ زم زم کا چشمہ	۲۱۲
❀ ایک اشکال کی وضاحت	۲۱۳	❀ حضور ﷺ کا آبائی گھر	۲۱۴

قیامِ منیٰ اور وقوفِ عرفہ ۲۱۵

❀ خطبہ	۲۱۵		

خطبہ حجۃ الوداع ۲۱۷

❀ حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا اعزاز	۲۱۷	❀ ایک وضاحت	۲۱۷
❀ علامہ شبلی کی تحقیق	۲۱۸	❀ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی جامع روایت	۲۲۰
❀ خالق ومخلوق سے گواہی	۲۲۰	❀ دین پر ثابت قدمی کی تلقین	۲۲۱

Marfat.com

❀ حرام مہینے	۲۲۱	❀ غلاموں کے حقوق	۲۲۱
❀ سود کا خاتمہ اور خون کی حرمت	۲۲۱	❀ نسئی کی جاہلی رسم کا خاتمہ	۲۲۲
❀ عورتوں کے حقوق	۲۲۳	❀ اخوتِ اسلامی	۲۲۳
❀ دوسرا خطبہ	۲۲۴	❀ رسول اللہ ﷺ کی مزید تعلیمات	۲۲۵

مزدلفہ کو روانگی......۲۲۶

❀ عرفہ سے مزدلفہ	۲۲۶	❀ تہجد کے بغیر واحد شب حیات	۲۲۶
❀ ضعفا کو سہولت	۲۲۷	❀ یوم النحر	۲۲۷
❀ رسالت مآب ﷺ اور قربانی کے جانور	۲۲۸	❀ جامع دعا	۲۲۸
❀ خانہ کعبہ کے اندر نمازِ نبویؐ	۲۲۸	❀ حضرت عائشہؓ کی دل چسپ روایت	۲۲۹
❀ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا رشک	۲۲۹	❀ غلو سے اجتناب کا حکم	۲۳۰
❀ طواف وداع اور شربِ زمزم	۲۳۰	❀ تکمیل نعمتِ ربانی	۲۳۱
❀ مدینہ واپسی کا سفر	۲۳۱	❀ ایک التجا	۲۳۲

باب سوم: وصال النبی ﷺ

نبی اکرم ﷺ کا وصال......۲۳۴

❀ قرآنی فلسفۂ موت وحیات	۲۳۴	❀ مخلوق فانی، خالق باقی	۲۳۵
❀ انبیا ورسل کا وصال	۲۳۵	❀ الوداعی اشارات	۲۳۶
❀ اہلِ بقیع کے لیے مغفرت کی دعائیں	۲۳۶	❀ شہدائے احد کی قبروں پر دعا	۲۳۷
❀ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اجتماع	۲۳۸	❀ صحابہؓ کی عیادت	۲۳۸
❀ گناہوں کا جھڑ جانا، درجات کی بلندی	۲۳۹	❀ انبیا علیہم السلام کا ابتلا	۲۳۹
❀ شکر گزار بندہ!	۲۴۰	❀ خاتونِ جنت کی حاضری	۲۴۰
❀ لختِ جگر سے سرگوشی	۲۴۱	❀ شدتِ الم	۲۴۲

Marfat.com

مسنون دعائیں	۲۴۲	آخری لمحات کا تذکرہ	۲۴۳
مسواک سنتِ رسولؐ	۲۴۳	عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ	۲۴۴
یارِ غار کی آمد	۲۴۴	غسل اور تکفین و تدفین	۲۴۵
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ	۲۴۵	وصال سے تدفین تک کا وقفہ	۲۴۷
قبر مبارک کا تعین	۲۴۸	روضۂ اطہر کے مکین!	۲۴۹
لحد مبارک میں اترنے کا اعزاز	۲۴۹	اذانِ بلالیؓ	۲۵۰
خلافت علیٰ منہاج النبوۃ	۲۵۰	خلیفۂ اول کا مقام	۲۵۰
ابوبکر رضی اللہ عنہ کے احسانات	۲۵۱		

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت...... ۲۵۲

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مناقب اور قریش کا مرتبہ	۲۵۲	نازک گھڑی میں اہم فیصلہ	۲۵۲
اجتماعیت کا اظہار	۲۵۳	سقیفہ بنو ساعدہ میں خطابات	۲۵۳
خلیفۂ اول کا پہلا خطاب	۲۵۴	عظمتِ صدیق رضی اللہ عنہ	۲۵۵

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دولتِ دنیا...... ۲۵۶

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ	۲۵۶	دولت دنیا سے بے نیازی	۲۵۶
دنیا کے بادشاہ اور شاہِ دو جہاںؐ	۲۵۷	دنیا مسافر خانہ ہے	۲۵۷
سونے سے بے رغبتی	۲۵۸	مساکین کا بلند مرتبہ	۲۵۸

انبیائے کرام علیہم السلام کی میراث...... ۲۵۹

میراث نہیں، نان و نفقہ!	۲۵۹	خلیفۂ رسول کا فیصلہ	۲۵۹
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعامل	۲۶۰		

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات...... ۲۶۲

امہات المومنین	۲۶۱	اہل البیت	۲۶۱
ہماری عظیم مائیں!	۲۶۲	حضرت خدیجہؓ سے اولادِ نبیؐ	۲۶۳

Marfat.com

❀ بنات النبیؐ ۲۶۳
❀ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یادگار خدمات ۲۶۴
❀ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ۲۶۴
❀ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۲۶۴
❀ دیگر ازواجِ مطہرات ۲۶۵

نبی اکرم ﷺ کے غلام ۲۶۶

❀ غلامیِ رسولؐ ہر امتی کا اعزاز! ۲۶۶
۱۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ۲۶۶
۲۔ حضرت اسلم رضی اللہ عنہ ۲۶۷
۳۔ انسہ بن بادہ ابو مسرح رضی اللہ عنہ ۲۶۷
۴۔ حضرت ایمن بن عبید بن زید الحبشی رضی اللہ عنہ ۲۶۸
۵۔ باذام رضی اللہ عنہ ۲۶۸
۶۔ ثوبان بن بجدد رضی اللہ عنہ ۲۶۸
۷۔ حضرت حنین رضی اللہ عنہ ۲۶۹
۸۔ حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ ۲۶۹
۹۔ حضرت رافع یا ابو رافع رضی اللہ عنہ ۲۶۹
۱۰۔ حضرت رباح الاسود رضی اللہ عنہ ۲۷۰
۱۱۔ حضرت رویفع رضی اللہ عنہ ۲۷۱
۱۲۔ حضرت زید ابو یسار رضی اللہ عنہ ۲۷۱
۱۳۔ حضرت سفینہ ابو عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ۲۷۱
۱۴۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۲۷۲
۱۵۔ حضرت شقران حبشی رضی اللہ عنہ ۲۷۲
۱۶۔ حضرت ضمیرہ بن ابی ضمیرہ حمیری رضی اللہ عنہ ۲۷۳
۱۷۔ حضرت طہمان رضی اللہ عنہ ۲۷۳
۱۸۔ حضرت عبید رضی اللہ عنہ ۲۷۴
۱۹۔ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ ۲۷۴
۲۰۔ حضرت قفیز رضی اللہ عنہ ۲۷۴
۲۱۔ حضرت کرکرہ رضی اللہ عنہ ۲۷۴
۲۲۔ حضرت کیسان رضی اللہ عنہ ۲۷۵
۲۳۔ مابور القبطی الخصی ۲۷۵
۲۴۔ مدعم ۲۷۶
۲۵۔ حضرت مہران رضی اللہ عنہ ۲۷۶
۲۶۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ ۲۷۶
۲۷۔ حضرت نفیع رضی اللہ عنہ ۲۷۶
۲۸۔ حضرت واقد یا ابو واقد رضی اللہ عنہ ۲۷۷
۲۹۔ حضرت ہرمز ابو کیسان رضی اللہ عنہ ۲۷۷
۳۰۔ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ ۲۷۸
۳۱۔ حضرت ابو الحمراء رضی اللہ عنہ ۲۷۸
۳۲۔ حضرت یسار رضی اللہ عنہ ۲۷۹
۳۳۔ حضرت ابو سلمٰی رضی اللہ عنہ ۲۷۹
۳۴۔ حضرت ابو ضمیرہ رضی اللہ عنہ ۲۷۹
۳۵۔ حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ ۲۷۹
۳۶۔ حضرت ابو عسیب رضی اللہ عنہ ۲۸۰
۳۷۔ حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ ۲۸۰
۳۸۔ حضرت ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ ۲۸۰

Marfat.com

آنحضور ﷺ کے خدام ۲۸۱

❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۲۸۱
❀ حضرت اسماء بن حارثہ بن سعید رضی اللہ عنہ ۲۸۲
❀ حضرت بکیر بن الشداخ اللیثی رضی اللہ عنہ ۲۸۲
❀ حضرت ذومخمر رضی اللہ عنہ ۲۸۳
❀ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ۲۸۴
❀ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۲۸۴
❀ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ ۲۸۵
❀ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ ۲۸۶
❀ حضرت ابوسمح رضی اللہ عنہ ۲۸۷
❀ حضرت اسلع بن شریک بن عوف الاعرجی رضی اللہ عنہ ۲۸۱
❀ حضرت بلال بن رباح الحبشی رضی اللہ عنہ ۲۸۲
❀ حضرت حبہ، سواء ابنائے خالد رضی اللہ عنہما ۲۸۳
❀ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ ۲۸۴
❀ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ۲۸۴
❀ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ ۲۸۵
❀ حضرت مغیرہ بن شعبہ الثقفی رضی اللہ عنہ ۲۸۶
❀ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ (غلام امِ سلمہ) ۲۸۷

کاتبینِ وحی ۲۸۸

❀ حضرت عبداللہ بن عثمان، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲۸۸
❀ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ۲۸۹
❀ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ۲۸۹
❀ حضرت ابی بن کعب بن قیس رضی اللہ عنہ ۲۹۰
❀ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ ۲۹۱
❀ حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۲۹۱
❀ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۲۹۳
❀ حضرت سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ ۲۹۳
❀ حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ ۲۹۴
❀ حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ ۲۹۵
❀ حضرت العلاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ ۲۹۶
❀ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ۲۹۷
❀ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۲۸۸
❀ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۲۸۹
❀ حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ ۲۹۰
❀ حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ ۲۹۱
❀ حضرت حنظلہ بن الربیع رضی اللہ عنہ ۲۹۱
❀ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ۲۹۲
❀ حضرت السجل رضی اللہ عنہ ۲۹۳
❀ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ۲۹۴
❀ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ ۲۹۵
❀ حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ ۲۹۶
❀ حضرت محمد بن مسلمہ بن جرلیس رضی اللہ عنہ ۲۹۶
❀ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ۲۹۷

Marfat.com

حضور ﷺ کے اُمنا......۲۹۸

❀ ا۔ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ	۲۹۸	❀ قابل رشک اعزاز	۲۹۸
❀ عشرہ مبشرہ کا خوب صورت موتی	۲۹۹	❀ ۲۔حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ	۲۹۹
❀ خلافت کا فیصلہ، اہم ذمہ داری	۳۰۰	❀ ۳۔معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی رضی اللہ عنہ	۳۰۰
❀ خاتم بردار	۳۰۰	❀ انگوٹھی کی گم شدگی	۳۰۱
❀ ناظم مالیات	۳۰۱	❀ جامع دعا	۳۰۱

باب چہارم :لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما

لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما......۳۰۴

❀ آنحضور ﷺ کا تیار کردہ آخری لشکر	۳۰۴	❀ سپہ سالار کے بارے میں تحفظات	۳۰۴
❀ حضرت اسامہؓ اوران کے والدؓ کی فضیلت	۳۰۵	❀ علم بردار	۳۰۵
❀ حضور پاک ﷺ سے آخری ملاقات	۳۰۵	❀ وصال کی اطلاع	۳۰۶
❀ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقامِ بلند	۳۰۶	❀ اسلامی آداب	۳۰۷
❀ موتہ کی یادیں	۳۰۷	❀ جرأت واستقامتِ صدیقی	۳۰۸
❀ تاریخی خطاب	۳۰۸	❀ حکیمانہ تدابیر سے استفادہ	۳۰۹
❀ برادرانہ سرزنش	۳۰۹	❀ حضرت عمرؓ کی گواہی اور حضرت ابوہریرہؓ کا قول	۳۱۰
❀ اعصاب کی مضبوطی	۳۱۱	❀ لشکرِ اسلام میدانِ جنگ میں	۳۱۱

لشکرِ اسامہؓ کی کامیاب واپسی......۳۱۳

❀ فتح کی نوید	۳۱۳	❀ لشکرِ اسامہؓ کی مدینہ آمد	۳۱۳
❀ لشکرِ اسامہ کا استقبال	۳۱۴	❀ متعصب مستشرقین	۳۱۴
❀ ملمع کاری اور حقیقت	۳۱۵	❀ مرعوبیت کا مرض	۳۱۵
❀ عظمتِ صحابہؓ	۳۱۵	❀ سنتِ نبوی کا اتباع	۳۱۶

Marfat.com

باب پنجم: مرتدین اور مانعینِ زکوٰۃ

مرتدین کے خلاف جہاد......۳۱۸

❀ فتنۂ ارتداد	۳۱۸	❀ اہلِ ایمان کی نصرت	۳۱۸
❀ قائدالمحسنین	۳۱۹	❀ حفاظتی تدابیر	۳۲۰
❀ خلیفۂ رسول کی پیش قدمی	۳۲۱	❀ عظیم فتح	۳۲۱
❀ شکست خوردہ مرتدین کی خباثت	۳۲۱	❀ گیارہ جنگی دستے	۳۲۲
❀ کمانڈروں کے نام اور ذمہ داریاں	۳۲۲		

تحریری حکم نامے......۳۲۴

❀ سپہ سالاروں کو ہدایات	۳۲۴	❀ دوسرا حکم تحریری حکم نامہ بنام مرتدین وباغیان	۳۲۶
❀ تکمیلِ رسالت	۳۲۶	❀ اَلحیُّ القیُّوم خالقِ کائنات	۳۲۷
❀ روشنی سے اندھیروں کی طرف	۳۲۸	❀ پیش کش اور تنبیہ	۳۲۸

ام زمل کی بغاوت اور اس کا انجام......۳۳۰

❀ خوب صورتی فتنہ بن گئی	۳۳۰	❀ شہدائے وادی القریٰ	۳۳۰
❀ شہدا کا بدلہ	۳۳۱	❀ نمک حرامی کا انجام	۳۳۱
❀ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حملہ	۳۳۲	❀ فتنے کا خاتمہ	۳۳۳

بنو تمیم کا خروج......۳۳۴

❀ باوسائل قبیلہ	۳۳۴	❀ حقیقی ایمان	۳۳۴
❀ بغاوت	۳۳۵	❀ مدعیۂ نبوت	۳۳۵
❀ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا عزم جہاد	۳۳۶	❀ مالک بن نویرہ کی جنگی چال	۳۳۶
❀ خلیفۂ رسول کی ہدایات	۳۳۷	❀ مالک بن نویرہ کی گرفتاری اور قتل	۳۳۷
❀ مالک بن نویرہ کی بیوہ سے حضرت خالدؓ کا نکاح	۳۳۸	❀ حضرت متمم بن نویرہ: ایک بھائی صحابیٔ رسولؐ اور دوسرا مرتد	۳۳۹
❀ فطری صدمہ	۳۳۹	❀ کلامِ دردناک واثر انگیز	۳۴۰

Marfat.com

❀ دو عظیم بھائی	۳۴۱	❀ اطمینان بخش تعزیت	۳۴۲

مرتدینِ بحرین کا انجام......۳۴۳

❀ منذر بن ساویٰ کا قبولِ اسلام	۳۴۳	❀ بحرین میں فتنۂ ارتداد	۳۴۳
❀ قبیلہ عبدالقیس کی سعادت	۳۴۴	❀ حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کی آمد	۳۴۴
❀ مصائب میں ثابت قدمی	۳۴۵	❀ اللہ کی نصرت	۳۴۵
❀ عظیم الشان فتح	۳۴۶	❀ سمندر نے راستہ دے دیا	۳۴۷
❀ اسلام کا معجزہ	۳۴۷	❀ خوش خبری کا پیغام دربارِ خلافت میں	۳۴۸

مرتدینِ مہرہ کا انجام......۳۵۰

❀ دشمن میں پھوٹ اور اس کا حکیمانہ استعمال	۳۵۰	❀ شاندار فتح	۳۵۰
❀ خمس اور اس کے نگران	۳۵۱	❀ ہجویہ اشعار	۳۵۱
❀ اعتراف	۳۵۲		

بنو قضاعہ کا معاملہ......۳۵۳

❀ عقل مند اور بہادر کمانڈر	۳۵۳	❀ اذان کی برکت اور حکمت کا ثمر	۳۵۳
❀ خوش قسمت قبیلہ	۳۵۴		

مرتدین یمن کی سرکوبی......۳۵۵

❀ حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ مردِ مومن!	۳۵۵	❀ حق کی فتح باطل کی ذلت	۳۵۶
❀ خلیفۂ رسول کی سرزنش	۳۵۶	❀ آزادی	۳۵۷

حضرموت اور کندہ کے مرتدین......۳۵۸

❀ حضرموت اور کندہ کے مرتدین	۳۵۸	❀ ارتداد اور انکارِ زکوٰۃ	۳۵۸
❀ عورتوں کی آہ و بکا	۳۵۸	❀ عکرمہؓ اور مہاجرؓ کی کندہ کی جانب روانگی	۳۵۹
❀ قلعۂ نجیر کا محاصرہ	۳۵۹	❀ اپنے قبیلے سے اشعث کی بدعہدی	۳۶۰
❀ اشعث کی مدینہ روانگی	۳۶۲	❀ حضرت ابوبکرؓ کی جانب سے اشعث کو معافی	۳۶۲
❀ عزت کی بحالی	۳۶۳		

Marfat.com

باب ششم: جھوٹے مدعیانِ نبوت

جھوٹے مدعیان اور عقیدہ ختم نبوت ۳۶۶

طلیحہ بن خویلد ۳۶۸

❀طلیحہ کا دعوائے نبوت	۳۶۸	❀طلیحہ کے خلاف پیش قدمی	۳۶۹
❀مسلمانوں میں اضطراب	۳۷۰	❀بنی طے کا اظہارِ معذرت	۳۷۰
❀آغازِ جنگ اور فرارِ طلیحہ	۳۷۱	❀طلیحہ کا دوبارہ قبولِ اسلام	۳۷۲

الاسود العنسی ۳۷۴

❀اوڑھنی والا اور گدھے والا	۳۷۴	❀بدصورت مدعی نبوت	۳۷۴
❀حضرت باذانؓ	۳۷۵	❀سعید باپ کا سعادت مند بیٹا	۳۷۵
❀صحابہؓ کی ذمہ داریاں	۳۷۵	❀کفر کا منہ زور طوفان	۳۷۷

سجاح بنت حارث ۳۸۱

❀جھوٹی مدعیہ نبوت	۳۸۱	❀سجاح کی عبرت ناک شکست	۳۸۱
❀بیہودہ کلام	۳۸۲	❀سجاح اور مسیلمہ کا نکاحِ قبیح	۳۸۲
❀خاتمہ بالخیر	۳۸۳		

مسیلمہ کذاب ۳۸۴

❀آنحضور ﷺ کے نام مسیلمہ کذاب کا خط	۳۸۴	❀مکروفریب کا جال	۳۸۴
❀بدترین ظلم اور استقامتِ ایمانی	۳۸۵	❀عجلت میں حملہ	۳۸۶
❀نئی جنگی حکمتِ عملی	۳۸۶	❀حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان	۳۸۷

جنگ یمامہ ۳۸۸

❀تاریخی معرکہ	۳۸۸	❀جنت پکارتی ہے	۳۸۸
❀کفن پوش مجاہد	۳۸۹	❀سعادت کی زندگی شہادت کی موت	۳۹۰

Marfat.com

❀ عصبیت جاہلیہ ۳۹۰
❀ حدیقۃ الشیطان ۳۹۱
❀ مسیلمہ کذاب کا انجام ۳۹۲
❀ بے سروپا کلام ۳۹۳
❀ اعجازِ قرآنی اور ہذیانِ شیطانی ۳۹۳
❀ خلیفۂ رسول کا جامع تبصرہ ۳۹۴

جھوٹا مدعی نبوت ذوالتاج ۳۹۶

❀ جھوٹا مدعی نبوت ذوالتاج ۳۹۶
❀ خود ساختہ تاجدار ۳۹۶
❀ عیسائیت، مجوسیت سے اسلام کی جانب ۳۹۶
❀ لشکر اسلام کی تشکیل اور معرکہ ۳۹۷
❀ جنگی ترتیب ۳۹۷
❀ غیبی مدد ۳۹۷
❀ مردِ میدان اور صاحبِ علم و عرفان ۳۹۸

قصیدۂ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ۳۹۸

......❀......❀......❀......

Marfat.com

تقدیم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (فَدَيْنَاهُ بِاٰبَائِنَا وَ اُمَّهَاتِنَا) اپنی ذات وصفات اور محاسن وکمالات میں ایسے بلند ترین مقام پر فائز ہیں کہ اس تک کسی نبی ورسول اور کسی فرشتے کی رسائی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورانی چہرہ آپ کی نبوت ورسالت کا مظہر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لاتے ہیں تو عبداللہ بن سلام آپ کے منور چہرے کو دیکھ کر ایمان لے آتے ہیں، کہتے ہیں: میں نے کہا یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔

ازدشنوءہ کے حضرت ضماد آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خطاب کے آغاز میں اللہ کی حمد وثنا پیش کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں: **ان الحمد لله نحمده ونستعينه من يهد الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له، ونشهد ان لااله الاالله وحده لاشريک له وان محمدًا عبده ورسوله، اما بعد!** ان کلمات کا پڑھنا تھا کہ حضرت ضماد کہتے ہیں میں نے کہا: **اَعِدْ كلماتک هئولاء علّى فاعادهن عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث مرات**۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضماد کے کہنے پر یہ کلمات ان کے سامنے تین مرتبہ دہرائے تو وہ پکار اٹھے کہ یہ کلمات تو سمندر کی گہرائی تک پہنچے ہوئے ہیں اور میں نے اس طرح کے عظیم کلمات اس سے پہلے نہیں سنے اور عرض کیا کہ آپ اپنا ہاتھ مبارک بڑھائیے میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے بیعت کر لی اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (مسلم شریف، ج ۲، ح ۸۶۸)

جب عمان کے بادشاہ کو آپ کے اخلاق حسنہ کا علم ہوا تو اس نے کہا کہ وہ اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ جس بھلائی کی طرف دعوت دیتے ہیں پہلے خود اس پر عمل کرتے ہیں جس برائی

Marfat.com

سے روکتے ہیں اس کے خود بھی تارک ہوتے ہیں، مخالفین پر غلبہ پاتے ہیں تو تکبر میں نہیں آتے، کبھی مغلوب ہو جاتے ہیں تو بے چین نہیں ہوتے، وعدہ پورا کرتے ہیں، جس چیز کا وعدہ کرتے ہیں، وہ فوراً ادا کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔(نور الیقین فی سیرة سیدالمرسلین، للشیخ محمدالخضری)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بے شمار معجزات ظاہر ہوئے۔ آپؐ کے معجزات تمام انبیا علیہم السلام سے زیادہ ہیں اور آپؐ کی نبوت و رسالت کے دلائل و براہین اظہر من الشمس ہیں۔ سب سے بڑی برہان قرآن پاک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت، تعلیم و تربیت اور قتال و جہاد کی تحریک نمایاں ترین مقام کی حامل ہے۔ ۲۳ سال کے قلیل عرصے میں اس دعوت کا غالب ہو جانا سرزمین عرب کو اسلام کے لیے مسخر کر لینا اور پھر باقی دنیا کو مسخر کرتے چلے جانا ہر سوچنے سمجھنے والے آدمی کو مجبور کر دیتا ہے کہ وہ دین اسلام کی حقانیت کا قائل ہو جائے۔ دنیا اس طرح کے غلبے کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ (النصر ۱۱۰:۱-۲) کا منظر تو دنیا نے اسی دین میں فوج در فوج داخل ہونے والوں کی صورت میں دیکھا تھا اور آج بھی اس کا سلسلہ جاری ہے۔ اس دورِ سعید میں دنیا کی دو سپر طاقتیں روم و فارس مٹ گئیں صدیوں سے قائم قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیے گئے اور امت مسلمہ دنیا میں ایک نئی سپر پاور کی حیثیت سے سامنے آئی۔ نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ یہی پیغام دیا کہ اصل سپر طاقت اللہ رب العزت ہے اور اس پر ایمان لانے والے اس کی نصرت سے ہمیشہ سربلند اور صاحبِ عزت ہوتے ہیں۔ وَ لِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ وَ لِرَسُوۡلِہٖ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ لٰکِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ۔ (المنافقون ۶۳:۸) حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے، مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں۔

Marfat.com

آپ کے مغازی میں سے ایک ایک غزوہ اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے ہر ایک وفد کی کہانی ایمان افروز اور عبرت انگیز ہے۔ ان کے مطالعے اور تفصیلات سے آگاہی ایمان میں اضافہ، عمل میں قوت اور دعوت دین کے جذبے کو جلا بخشتی ہے۔ ہمارا یہ تاریخی ورثہ ایک ایسا سرمایہ ہے جس کی قدر و قیمت پہچان لینے کے نتیجے میں ہم آج بھی اِدبار و ذلت اور ہزیمت و مایوسی سے نکل کر اپنے اسلاف کی شوکتِ رفتہ کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ حافظ صاحب اپنے خطابات میں بھی کہتے ہیں کہ حدیثِ پاک اور سیرتِ نبویؐ کا مطالعہ کرتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے گویا ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچ گئے ہیں۔ آپؐ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور آپؐ کے کلامِ معجز بیان کو اپنے کانوں سے سن رہے ہیں۔ ان کی یہ بات حقیقت پر مبنی ہے۔رسولِ رحمتؐ تلواروں کے سائے میں کا مطالعہ کرتے ہوئے بھی قارئین پر یہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

محترم جناب حافظ محمد ادریس صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کو سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہ کے موضوع پر اتھارٹی کی حیثیت حاصل ہے۔ خصوصاً مغازی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی باب سے تو انھوں نے زندگی کے شعوری دور سے لے کر آج تک نور حاصل کیا ہے اور پھر اسے اپنی تحریر و تقریر سے آگے پھیلایا ہے۔ انھوں نے اس موضوع پر رسول رحمت تلواروں کے سائے میں کے عنوان سے پانچ جلدوں میں سیرت کا سلسلہ ۱۹۹۰ سے لے کر ۲۰۱۵ تک پچیس سال کے طویل عرصے میں مکمل کیا ہے۔ چار جلدیں شائع ہو کر معاشرے کو فیض پہنچا رہی ہیں اور اب پانچویں جلد بھی جلد ہی طبع ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گی۔ ان شاءاللہ۔

ان گراں قدر جلدوں میں مصنف محترم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور مغازی کے سمندر سے گہرائی اور گیرائی کے ساتھ غوطہ زنی کر کے نادر اور قیمتی ہیرے چنے ہیں اور انھیں نہایت عمدہ ترتیب دے کر ان سے قیمتی نصائح اور عبرت آموز نتائج اخذ کیے ہیں۔ عربی میں تو مغازی پر بہت تفصیل ملتی ہے، مثلاً محمد بن اسحاقؒ، ابن سعدؒ، واقدیؒ، علامہ ابن کثیرؒ، امام طبریؒ،

Marfat.com

ابن الاثیر الجزریؒ، مورخ عسقلانیؒ، حافظ ابن القیمؒ اور دیگر قدیم مصنفین نے بہت شرح وبسط کے ساتھ اس موضوع کا حق ادا کیا ہے۔ البتہ اردو میں مغازی وجہاد پر اتنی تفصیل شاید ہی کسی مصنف نے پہلے لکھی ہو۔

خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہونے والے وفود کا تذکرہ بھی بڑا دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔ ملاحظہ ہو، وفد مزینہ کا حال، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بابرکت کھجوریں، وفد بلہجیم کے حالات میں بدنصیب بوڑھے کا عبرت انگیز حال، وفد بنی قیس کے ذیل میں اَلصِّدُق یُنجِیْ کا عجیب وغریب واقعہ۔ اسی طرح کے واقعات سے وفود کا تذکرہ مزّین ہے۔ حجۃ الوداع کا خطبہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی میں مدعیان نبوت کا ظہور، پھر بعض کا آپؐ کی زندگی میں اور بعض کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں استیصال۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لشکر کی تفصیلات میں سے ہر ایک موضوع اپنے انداز میں اعجازی شان کا حامل ہے۔

ان شاء اللہ پانچویں جلد غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں منارۂ نور ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مصنف جلیل کی ان خدمات کو اپنی جناب میں قبولیت سے نوازے۔ آمین

تاریخ: ۲۸/اگست ۲۰۱۵

(مولانا) عبدالمالک

شیخ القرآن والحدیث، جامعہ منصورہ

Marfat.com

حرفے چند

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا موضوع اپنے اندر انتہائی جامعیت رکھتا ہے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت اور وابستگی کا اظہار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر جتنا کچھ بھی لکھا گیا ہے سب کی اپنی جگہ اہمیت مسلّم ہونے کے باوجود تشنگی کا احساس باقی رہتا ہے اور تا قیامت باقی رہے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اس موضوع کا مرکز و محور ہے۔ مختلف حوالوں سے اور مختلف جہتوں سے اس پر کام کیا گیا ہے۔ ہر حوالے سے اس پر کام کرنے والے ہمیشہ تازہ اور معطر رہیں گے، کیونکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا مصداق ہیں۔

سیرت کے موضوع پر ابتدائی ادوار میں الگ تصانیف کا رواج نہ تھا، بلکہ حدیث کے ضمن میں آپ کی حیات طیبہ، مغازی و جہاد اور دیگر متعلقہ موضوعات ذکر کیے جاتے تھے۔ اس موضوع پر جب کام کا آغاز ہوا تو خشتِ اول کے طور پر مغازی کو الگ ذکر کیا گیا اور اس حوالے سے محمد بن اسحاق بن یسار کا نام سرفہرست دکھائی دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل الگ سے ذکر کیے گئے۔ سیرت کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے اور ان کی حکمتوں کو واضح کرنے کی طرف زیادہ توجہ تب دی جانے لگی جب مستشرقین نے قرآن اور حدیث کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو بھی نشانہ تنقید بلکہ تختۂ مشق بنالیا۔ اس موضوع پر مستشرقین نے انگریزی لٹریچر میں بہت کچھ لکھا۔ نتیجتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ کے مختلف گوشوں کو سیرت نگاروں نے احسن انداز میں بیان کیا۔

محترم حافظ محمد ادریس صاحب بزرگان دین میں سے ہیں۔ ان کی شخصیت علمی حوالوں سے تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ یوں تو محترم حافظ صاحب مدظلہ العالی کی مختلف کتب منصۂ شہود پر آچکی

Marfat.com

ہیں اور قارئین سے دادِ تحسین پا چکی ہیں لیکن جو اہمیت اور مقام رسول رحمتؐ تلواروں کے سائے میں کو ملا وہ بہت نمایاں ہے۔ حافظ صاحب محترم نے بھی سیرت لکھتے وقت عسکری جدوجہد کے پہلو سے سیرت لکھنے کا آغاز کیا اور اب پانچویں جلد کی صورت میں بحمد اللہ مدنی دور کا اختتام ہو رہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں وفود کی آمد، حجۃ الوداع، وصال النبیؐ، ازواج مطہرات، غلاموں اور خادموں کا ذکر، کاتبین وحی، مرتدین، مانعین زکوٰۃ اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کا ذکر کیا گیا ہے۔ پانچ جلدوں میں سیرت النبیؐ کا یہ مجموعہ بلاشبہ ایک خوب صورت گلدستہ ہے اور علمی دنیا کے لیے حوالوں سے مزین ایک علمی دستاویز ہے۔ میرے دل سے محترم حافظ صاحب کے لیے دعائیں نکلتی ہیں کہ رب کریم اس کتاب کو ان کے لیے توشۂ آخرت بنا دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ بنا دے، کیونکہ حقیقی کامیابی یہی ہے۔

سیرت کے مختلف پہلوؤں پر آج بھی مزید توجہ دینے اور لکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ عصر حاضر کے عظیم مفسر، مفکر اور مجدد سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کا مقام و مرتبہ ایک مصنف و محقق کے طور پر بھی بے مثال ہے۔ انھوں نے جہاں فکری کام کیا وہیں عملی دنیا میں ایک عظیم اسلامی تحریک کی تنظیم و ترتیب اور تربیت و تزکیہ کا عظیم فریضہ بھی سرانجام دیا۔ اس کے ساتھ باطل قوتوں کی چیرہ دستیوں اور جابر حکمرانوں کے مظالم کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس لحاظ سے اپنے معاصر کے درمیان ان کی شخصیت کی جامعیت نہایت ممتاز مقام کی حامل ہے۔ اس کے باوجود میرا احساس ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کو سیرت کے موضوع پر براہِ راست کام کرنے کا زیادہ موقع نہ مل سکا۔

ہر منصف مزاج صاحبِ علم اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اپنے وقت کے فتنوں کا بہترین مقابلہ سید مودودی رحمہ اللہ ہی نے کیا اور تہذیبی حوالوں سے بہت نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ مغربی اور مشرقی تمام فتنوں کی یلغار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس قلمی جہاد میں سب کو مات کر دیا۔ ان کی کتاب پردہ ہو یا اسلام اور ضبطِ ولادت، مسئلۂ قومیت پر ان کی تحریریں ہوں یا

Marfat.com

قادیانیت اور فتنہ انکارِ حدیث کے رد میں عقیدۂ ختم نبوت، مسئلۂ قادیانیت اور سنت کی آئینی حیثیت کو دیکھیں، تفہیمات اور تنقیحات کے مضامین پر نظر ڈالیں یا ان کی تحریر انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل کا مطالعہ کریں، دل گواہی دیتا ہے کہ انھوں نے قلمی جہاد کا حق ادا کیا ہے۔

اسی طرح تفہیم القرآن ان کی شاہکار تفسیر ہے۔ لیکن سیرت کی طرف مولانا کما حقہ توجہ نہ دے سکے اگرچہ ان کی نصف صدی پر محیط تحریروں میں سیرت پر منتشر اور بکھرا کام ضرور موجود ہے۔ آپ کی سیرت سے متعلق یہ تحریریں سیرت سرور عالمؐ کے نام سے مرتب تو ضرور ہوئی ہیں جو بہت معلومات افزا ہیں لیکن اگر مولانا خود اس موضوع پر تصنیف کا کام کرتے تو وہ یقیناً اس سے کہیں زیادہ وقیع اور موثر ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ سید مودودیؒ سیرت کی روشنی میں نظام اجتماعیت، نظام سیاست اور آپؐ کا اسلوب حکمرانی زیادہ تفصیل سے یکجا بیان نہ کر پائے۔ یہ اہم کام سید مودودیؒ کے پیش نظر تھا لیکن زندگی نے وفا نہ کی۔ اسی طرح سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے بھی ارادہ کیا تھا کہ سیرت النبیؐ کی ایک جلد عہد نبوی کے نظام حکومت اور نظام ریاست پر مرتب کریں گے لیکن انھیں بھی مہلت عمل نہ مل سکی۔

آج مستشرقین کی سیرت کے مطالعہ کے حوالے سے سب سے بڑی کمزوری یہی ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں آپؐ کو ایک مصلح اور مظلوم قائد کے طور پر ضرور پیش کرتے ہیں لیکن مدنی زندگی کا ذکر کرتے ہی انھیں معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات آمر اور ڈکٹیٹر دکھائی دیتی ہے۔ لہٰذا جب تک مکی و مدنی زندگی کا مربوط تصور اور آپؐ کی آفاقی دعوت اور کامل نظام حیات واضح نہ ہو تو بہت سے اشکالات جنم لیتے رہیں گے۔ عہد حاضر میں اس موضوع پر گراں قدر کام ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم آف پیرس نے کیا ہے۔ ان کی دو کتب عہد نبوی میں نظام حکمرانی اور رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی نمایاں اہمیت کی حامل ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے بھی سیاسیات سیرت کو موضوع بنایا ہے۔ اس کے علاوہ عربی کتب میں عبدالحیٔ الکتانی کی الترتیب الاداریہ بھی نمایاں مقام رکھتی ہے۔

Marfat.com

محترم حافظ محمد ادریس صاحب نے اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے کہ وہ مکی زندگی پر ایک ہی جلد میں کام کرنا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ یہ کام ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم حافظ صاحب کو اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میرا یہ احساس ہے کہ سیرت کے اداراتی پہلو اور اجتماعی نظام یا نظام سیاست میں سیرت کی رہنمائی کے زریں اصولوں پر مبنی ایک جامع کتاب بھی وقت کی ضرورت ہے اور محترم حافظ صاحب اس اہم کام کو احسن انداز میں سرانجام دے سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین متین کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

اللهم ارزقنا توحيدالكلمة كما رزقتنا كلمة التوحيد. واٰخردعونا ان الحمدلله رب العالمين۔

تاریخ: ۱۴ر ستمبر ۲۰۱۵

العبدالافقر الى الله الاكبر

حافظ ساجد انور

نائب قیم جماعت اسلامی پاکستان

Marfat.com

عرضِ مصنف

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

سیرت النبیؐ کا موضوع بہت وسیع اور انتہائی ایمان افروز ہے۔ اس کے ساتھ یہ احساس بھی ہمیشہ دل میں موجزن رہا کہ اس میدان میں اترنے کے تقاضے بڑے شدید اور آداب بڑے نازک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ گھر میں جو ماحول ملا وہ دینی اور علمی تھا۔ سیرت النبیؐ اور سیرت صحابہؓ وصحابیاتؓ کے واقعات بچپن ہی سے سننے کا موقع ملتا رہا۔ یہ میرے انتہائی پسندیدہ موضوعات تھے۔ ان کی کشش وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلسل بڑھتی چلی گئی۔ پھر مطالعے کے ساتھ ساتھ اس موضوع پر اپنے تعلیمی اداروں اور آبائی مسجد میں گفتگو کرنے کی ترغیب وتشجیع بھی اوائل عمری ہی سے بزرگان اور اساتذہ نے اس قدر دی کہ یہ موضوع میری زندگی کا ایک لازمی حصہ بن گیا۔ اس موضوع پر زبانی اظہار خیال کے ساتھ تحریری میدان میں اترنے کا شوق بھی بزرگوں اور تحریکی قائدین نے ابھارا۔ یوں مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا، اکابرین جس کی اصلاح کرتے رہے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی نِعْمَتِہٖ وَمَنِّہٖ۔

ہم نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جہادی پہلو پر باقاعدہ تصنیف وتالیف کا کام ۱۹۹۰ء میں شروع کیا تھا۔ اس سلسلے کی پہلی جلد رسول رحمت تلواروں کے سائے میں مئی ۱۹۹۱ء میں چھپی۔ پھر اس کے بعد دھیرے دھیرے یہ سلسلہ چلتا رہا۔ تحریکی مصروفیات اور ذاتی مجبوریوں کی وجہ سے اس کام کو آگے بڑھانے میں خاصا وقت لگا۔ قارئین محترم اور مخلص دوستوں کا مسلسل تقاضا تھا کہ یہ سلسلہ مکمل کیا جائے۔ دوسری جلد جون ۱۹۹۴ء میں منظر عام پر

Marfat.com

آئی۔ اس کے بعد پھر ایک طویل عرصے تک اس بابرکت سلسلے کو جاری رکھنا ممکن نہ ہوسکا۔ ایسی تحریکی، تنظیمی اور ذاتی مجبوریاں آڑے آتی رہیں جن کا تذکرہ سابقہ جلدوں کے دیباچوں میں عرضِ خدمت کیا گیا تھا۔ بہرحال اللہ کی توفیق سے تیسری جلد کی طباعت ۷ اسال بعد ۲۰۱۱ء میں ممکن ہوسکی جب کہ چوتھی جلد بمشکل ۲۰۱۲ء کے آخر میں مکمل ہوئی اور ۲۰۱۳ء میں چھپی۔ اس کے بعد ایک جلد رہ گئی تھی، جس کی طباعت کا تقاضا پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا۔ الحمدللہ اب ہماری یہ کاوش پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہے۔ اب یہ پانچویں اور آخری جلد طباعت کے لیے بھیجی جارہی ہے، جو ان شاء اللہ عنقریب آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔

اس پاکیزہ سلسلے کی پہلی جلد کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا تھا۔ پہلے حصے میں مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا سفر، مدینہ میں اہلِ ایمان کے درمیان مواخاۃ کا قیام، میثاقِ مدینہ، قریشِ مکہ کی چیرہ دستیوں کے خلاف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف صحابہ کرام کی قیادت میں سریات کا بھیجنا اور پھر تفصیل کے ساتھ غزوہ بدر کے واقعات شامل کیے گئے۔ ان کے علاوہ غزوۂ سویق کے ایک باب کا بھی اضافہ کردیا گیا۔ اسی طرح دوسرے حصے میں غزوہ احد اور اس کے متعلق تمام واقعات تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے۔ شہدائے بدر کے ناموں کی طرح شہدائے احد کے اسمائے گرامی کی فہرست بھی کافی تحقیق کے بعد مکمل کی گئی۔ مقتولین اور اسیرانِ بدر کے نام بھی جلد اول کے پہلے حصے میں دیے گئے اور تمام بدری صحابہؓ کے اسمائے معلّٰی کی مکمل فہرست کافی جستجو کے بعد درج کی گئی۔ اس طرح اردو میں اس موضوع پر یہ ایک ریفرنس کی حیثیت اختیار کرگئی۔ نَشْکُرُ اللّٰہَ وَنَحْمَدُہٗ عَلٰی ذٰلِکَ۔

دوسری جلد میں پہلے باب سے پانچویں باب تک جنگ احد کے بعد کے حالات کا تذکرہ، سریہ بنواسد، سریہ عبداللہ بن انیسؓ، بئر معونہ کا واقعہ، واقعہ رجیع (۴ھ) اور غزوۂ ذات الرقاع اور پانچویں باب میں دو غزوات، غزوہ دومۃ الجندل اور غزوۂ بدر ثانیہ کا ذکر ہے۔ چھٹے باب سے سولہویں باب تک غزوۂ خندق کا تفصیلی ذکر گیا کیا ہے۔ اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح اور پھر اس پر قرآن کریم کا تبصرہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد غزوۂ بنو مصطلق، واقعہ افک اور اس کے بعد آخری باب مجاہدین کا معاشرہ ہے جس میں اسلامی نظام زندگی کے ہر پہلو پر تفصیلی روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

رسول رحمت تلواروں کے سائے میں کی تیسری جلد میں پہلا باب یہود مدینہ کے موضوع پر ہے۔ اس باب میں یہودیوں کی گھناؤنی تاریخ، بنی اسرائیل کی احسان فراموشیاں، مدینہ میں یہود مسلم تعلقات، یہود کا بدنما چہرہ جیسے حالات کا تذکرہ ہے۔ دوسرا باب غزوۂ بنوقینقاع، تیسرا باب غزوۂ بنونضیر، چوتھا باب غزوۂ بنوقریظہ اور پانچواں باب مختلف مشرک قبائل کے خلاف جنگوں پر مشتمل ہے۔ اس باب میں غزوۂ بنولحیان، سرایا محمد بن مسلمہ انصاریؓ، سرایا زید بن حارثہؓ، سریہ عکاشہ بن محصنؓ، سریہ دومۃ الجندل، سریہ فدک، سریہ ابوبکر صدیقؓ، سریہ عمرو بن امیہ الضمری اور سریہ کرز بن جابر الفہریؓ جیسے سریات کا ذکر ہے۔ چھٹے باب میں صلح حدیبیہ، ساتویں باب میں بادشاہوں کے نام خطوط، آٹھویں باب میں یہود خیبر اور غزوۂ خیبر کا تذکرہ، نویں باب میں عمرۃ القضا، دسویں باب میں غزوۂ موتہ اور گیارہویں اور آخری باب میں غزوۂ ذات السلاسل شامل ہیں۔

چوتھی جلد کا آغاز فتح مکہ کے باب سے ہوتا ہے۔ فتح مکہ کے بعد اگلے تین ابواب میں غزوۂ حنین، غزوۂ ثقیف اور وصولیٔ زکوٰۃ اور چند سرایا کا ذکر ہے۔ پانچویں اور چھٹے ابواب میں غزوۂ تبوک اور پھر قیام تبوک کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ اس کے بعد باب ہفتم میں اہم واقعات، جن میں کعب بن زہیر کا قبولِ اسلام، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی موت، حج بیت اللہ (حضرت ابوبکرؓ کی امارت میں)، خطبۂ برأت ایک نظر میں اور سریۂ نجران شامل ہیں۔

زیر نظر پانچویں جلد کے پہلے باب کا آغاز ۹ ھ سے ہوتا ہے، جس کو تاریخ اسلام میں عام الوفود کا نام دیا گیا ہے۔ مختلف عرب قبائل کے وفود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ ان وفود میں بعض وفود ۹ ھ سے پہلے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ان کا تذکرہ بھی ان کے ساتھ ہی شامل کر دیا گیا ہے۔ دوسرا باب ۱۰ھ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے اور آخری حج کا تذکرہ، خطبۂ حجۃ الوداع اور حج کے مناسک پر مشتمل ہے۔

تیسرا باب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بارے میں ہے، یعنی ہجرت کا گیارھواں سال۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے واقعات کے علاوہ آپؐ کی تکفین و تدفین اور نماز جنازہ کا تذکرہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دولتِ دنیا، انبیائے کرام علیہم السلام کی میراث، ازواج مطہراتؓ اور آپؐ کی اولادؓ، آپؐ کے غلام، خدام، کاتبین وحی اور پھر آخر میں آپؐ کے اُمناء کا تذکرہ ہے۔

باب چہارم لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ہے۔ اس لشکر کی روانگی کا حکم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں فرمایا تھا۔ آپؐ کا تیار کردہ یہ آخری لشکر تھا۔ لیکن آپؐ کے انتقال کی وجہ سے یہ لشکر روانہ نہیں ہو سکا تھا۔ پھر خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو اس تاریخی مہم پر روانہ کیا تھا۔ اس باب میں اس لشکر کی روانگی اور کامیاب واپسی کا تذکرہ شامل ہے۔

پانچویں باب میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بعض قبائل مرتد اور باغی ہو گئے تھے اور بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے خلاف خلیفۂ رسولؐ نے خود بھی جہاد کیا اور مختلف قبائل کی طرف مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی لشکر دے کر بھیجا تھا۔ اس باب میں خاص طور پر مرتدین کے خلاف جہاد، امِ زمل کی بغاوت اور اس کا انجام، بنوتمیم کا خروج، حضرت متمم بن نویرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ، مرتدینِ بحرین کا انجام، مرتدینِ مہرہ کا انجام، مرتدین یمن کی سرکوبی اور حضر موت اور کندہ کے مرتدین کے حوالے سے ذکر ہے۔

آخری باب جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف جنگوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سب سے پہلے نمبر پر طلیحہ بن خویلد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، لیکن بعد میں تائب ہو کر

Marfat.com

مسلمان ہو گیا تھا۔ دوسرے نمبر پر اسود عنسی کا تذکرہ ہے۔ اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اس کو حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ اس کے قتل پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ میں خوش خبری سنائی تھی کہ اللہ کے ایک محبوب بندے نے اللہ کے ایک باغی کو جہنم رسید کر دیا ہے۔ اگلی بحث سجاح بنت حارث کے متعلق ہے۔ اس نے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا تھا، لیکن نباج کے مقام پر حضرت اوس بن خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اس کو عبرت ناک شکست دی تھی۔ اس کے بعد مسیلمہ کذاب اور اس کے خلاف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا جہاد تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس حصے میں آخر الذکر مدعی نبوت ذوالتاج، جس کا اصل نام لقیط بن مالک تھا، کا تذکرہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ عمان میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں خلیفۂ رسولؐ نے لشکر بھیجا، جس نے لقیط کے لشکر کو شکست فاش دی اور لقیط خود بھی اس جنگ میں واصلِ جہنم ہو گیا۔ اس جنگ میں بہت زیادہ مرتدین کا قتل ہوا تھا۔

اس پانچویں اور آخری جلد کی تکمیل پر ہم اللہ رب العزت کا اپنے دل کی گہرائیوں سے شکر ادا کرتے ہیں۔ یہ اس کا خصوصی کرم ہے کہ یہ احقر گوناں گوں مسائل ومشکلات کے باوجود یہ اہم اور مشکل کام مکمل کر سکا۔ اس کام کی تکمیل میں ادارہ معارف اسلامی کے تمام رفقا بالخصوص مولانا گل زادہ شیر پاؤ صاحب، محمد صدیق صاحب اور ظفر حجازی صاحب نے خصوصی تعاون کیا۔ ان کے علاوہ بے شمار احباب ملک وبیرونِ ملک سے مسلسل متوجہ کرتے رہے کہ یہ کام ادھورا نہ چھوڑا جائے بلکہ اولین فرصت میں اسے مکمل کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ میں ان سب خیر اندیش احباب کا بھی شکر گزار ہوں۔ ان کا اصرار اور دعائیں میرے لیے مہمیز اور سہارا بنتی رہیں۔ میں سب سے زیادہ اپنے مربی اور استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمالک صاحب کا ممنون وشکر گزار ہوں کہ انھوں نے ہمیشہ میری اس ٹوٹی پھوٹی کاوش کی تشجیع فرمائی اور مزید قدم آگے بڑھانے کی ترغیب دیتے رہے۔ ان کی رہنمائی میرے لیے ایک بہت بڑا اثاثہ

Marfat.com

ہے۔ فَجزَاھُمُ اللّٰہُ اَحسَنَ الجَزَاءِ۔

اب دل کے اندر ایک آرزو ہے کہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی حیات طیبہ پر مختصر انداز میں ایک ہی جلد میں سب اہم واقعات مرتب کردوں۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ آرزو پوری ہو سکے گی یا نہیں۔ احباب سے دعاؤں کی درخواست ہے۔ اللہ کرے میری یہ کاوش جو مدنی دور کے بارے میں کی گئی ہے، رب العزت کی بارگاہِ عالیہ اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ اقدس میں قبول فرمالی جائے۔ یہی اصل کامیابی ہوگی۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیزٍ۔ وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیمِ۔

میں دل کی گہرائیوں سے ایک بار پھر محترم مولانا عبدالمالک صاحب اور برادرِ عزیز حضرت مولانا حافظ ساجد انور صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان دونوں اہلِ علم نے اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر کتاب کے لیے 'تقدیم' اور 'حرفے چند' کے عنوان سے اپنی وقیع تحریریں عنایت فرمائیں، جو اس کتاب کی زینت ہیں۔ عزیزم حافظ ساجد انور صاحب نے ایک اہم موضوع پر کام کرنے کی ترغیب دی ہے۔ میری رائے میں اب حافظ ساجد انور صاحب کا اپنا فرض ہے کہ وہ اس جوانی کے عالم میں اس اہم کام کو کردیں۔ ہم لوگوں میں اب اتنی ہمت اور فرصت کہاں کہ کوئی نیا علمی منصوبہ مکمل کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری کاوشوں کو قبول فرمائے اور زندگی کے آخری لمحے تک راہِ حق پہ استقامت سے چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

تاریخ: ۲۷ رستمبر ۲۰۱۵ء　　حافظ محمد ادریس

بمطابق ۱۲ رذوالحجہ ۱۴۳۶ھ　　نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان

ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور

......❀......❀......❀......

Marfat.com

بابِ اوّل

عام الوفود

Marfat.com

دخولِ اسلام، فوج در فوج

حق کے وفد اہلِ باطل کی جانب!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی دعوت کا آغاز کیا تو آپ خود دعوتی وفود کی صورت میں مختلف افراد و قبائل کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ عرب کا سارا معاشرہ شرک و بت پرستی اور جہالت و گمراہی میں ڈوبا ہوا تھا۔ آپ کی پاکیزہ صدا دلوں پر دستک تو دیتی تھی مگر دلوں پر کفر و شرک کا جو زنگ مزمن مرض کی حیثیت اختیار کر چکا تھا، اس کی وجہ سے یہ لوگ آپ کی آواز سننے کے لیے کم ہی آمادگی ظاہر کرتے تھے۔ اس کے باوجود سنگریزوں کے درمیان کہیں نہ کہیں کوئی موتی اور ہیرا اللہ کے مقرر کردہ نبیٔ برحق اور حقیقی جوہری کے ہاتھ آ ہی جاتا تھا۔ اکثر لوگ آپ کی شدید مخالفت اور مزاحمت کرتے بلکہ اس سے قبل یہ واقعہ گزشتہ جلدوں میں گزر چکا ہے کہ طائف کے لوگوں نے آپ کے ساتھ جو ظلم و ستم ڈھایا وہ آپ کو زندگی بھر یاد رہا۔ اس دعوتی و تبلیغی وفد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے جانثار صحابی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اسی طرح کئی وفود میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی کے واقعات ملتے ہیں۔

اسلام جزیرہ نما کی غالب قوت

۱۳ سالہ مکی زندگی کے بعد جب آپ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو دعوت اسلامی کا ماحول یکسر بدل گیا۔ اب آپ ایک چھوٹی سی ریاست کے سربراہ بھی تھے اور دعوت حق کے علم بردار بھی۔ اس زمانے میں بھی اگرچہ آپ نے دعوتی وفود کا اہتمام کیا مگر اس کے ساتھ ساتھ خود آپ

Marfat.com

کے پاس بھی لوگوں کے وفود آنے لگے۔ تاہم فتح مکہ کے بعد تو صورت حال مکمل طور پر بدل گئی۔ مکہ ہی پورے عرب کا مرکزی شہر (ام القریٰ) تھا اور قریش کو بحیثیت مجموعی تمام عرب کے قبائل میں امامت وقیادت کا حق دار سمجھا جاتا تھا۔ جب قریش حتمی شکست سے دوچار ہوئے تو تمام قبائل بخوبی سمجھ گئے کہ اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکمل طور پر غلبہ حاصل کر چکے ہیں۔ انھوں نے سوچا کہ جب عرب کی سب سے بڑی قوت سرنگوں ہوگئی ہے تو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ لڑنا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص۹۲۶، طبقات ابن سعد، سیرت ابن هشام، المغازی للواقدی،)

قرآن کی بشارت

قرآن مجید میں بھی اس جانب اشارہ فرمایا گیا ہے: اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۙ (النصر ۱۱۰: ۱-۳) جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح نصیب ہوجائے اور (اے نبیؐ) تم دیکھ لو کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت صحیح بخاری میں منقول ہے کہ عرب کے عام قبائل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کی کشمکش کے دوران آپس میں کہتے تھے کہ اس کو اور اس کی قوم کو آپس میں قوت آزمائی کرنے دو۔ اگر وہ ان پر غالب آ گیا تو پھر سمجھ لینا کہ وہ اللہ کا سچا نبی ہے۔ حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے بقول جب بدر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح ملی تو میری قوم کے لوگوں نے اپنے تذبذب کا اظہار کیا۔ میں نے اپنی قوم سے کہا میں تو اسلام قبول کر چکا ہوں تم بھی اسلام لے آؤ۔ واللہ! میں اللہ کے سچے نبی کے پاس سے آیا ہوں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ نمازیں ادا کرو اور جب نماز کا وقت ہوجائے تو پہلے اذان پڑھا کرو اور تم میں سے جو سب سے

Marfat.com

زیادہ قرآن جانتا ہو، وہ امامت کرائے۔ (البدایة والنهایة، ایضاً، صحیح بخاری، حدیث ۴۳۰۲، ج ۵، ص ۱۵۰-۱۵۱، ح)

سابقون الاولون کے درجات

فتح مکہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ اب ہجرت نہیں ہے کیوں کہ سارا جزیرہ نمائے عرب دارالاسلام بن چکا ہے۔ البتہ جہاد اور اس کی نیت قیامت تک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۠ ۝ (الحدید ۵۷: ۱۰) آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ زمین اور آسمان کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جو لوگ فتح کے بعد خرچ اور جہاد کریں گے وہ کبھی بھی ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنھوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا۔ ان کا درجہ بعد میں خرچ اور جہاد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے اگرچہ اللہ نے دونوں ہی سے اچھے وعدے فرمائے ہیں، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

جب دو نظریوں کے درمیان کشمکش کا آغاز ہوتا ہے تو نئے تصورات اور دعوت کو لوگ حیرت سے دیکھتے ہیں۔ جما جمایا نظام اپنی قیادت وسیادت چھوڑنے کے لیے کبھی آمادہ نہیں ہوتا، نہ ہی اس کے کرتا دھرتا نئے نظریے اور اس کے حامیوں کو کبھی ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرتے ہیں۔ ایسے میں جدید نظریہ بہت کم لوگوں کو اپنی طرف مائل کر پاتا ہے۔ اس مشکل وقت میں جب اس نظریے کا ساتھ دینا جان جوکھوں کا کام ہوتا ہے، جو سلیم الفطرت اور باہمت افراد آگے بڑھ کر لبیک کہتے ہیں، وہی اس نظریے کا اصل جوہر اور قیمتی سرمایہ قرار پاتے ہیں۔ وہ ہر طرح کی قربانی دیتے ہیں، ہر آزمائش کو جھیلتے اور اپنے نظریے کے لیے سب کچھ فدا کر دینے کے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں۔

Marfat.com

تاریخ گواہ ہے کہ جوں جوں تعداد بڑھتی، قوت میں اضافہ ہوتا اور منزل کے آثار نمایاں ہوتے چلے جاتے ہیں، نئے لوگ اور بسا اوقات راستہ روکنے والے عناصر بھی حامی بننے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ جو بھی اخلاص کے ساتھ آئے، وہ یقیناً قابل قدر ہوتا ہے اور ہر ایک کا اجر و انعام بھی محفوظ ہوتا ہے مگر بارش کے پہلے قطرے، بہار کے پہلے پھول، بنیاد کے پہلے پتھر اور قربانی و ایثار کے نادر مجسمے اپنی قدر و قیمت میں انمول ہوتے ہیں۔ بعد میں آنے والے اور آسانی کے وقت لبیک کہنے والے ان کے برابر کہاں ہو سکتے ہیں، جو قدم قدم قیامت اور سوادِ کوئے جاناں کے دور میں کاروانِ عشق و وفا کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں! یہی تو پہاڑی کے چراغ اور زمین کا نمک ہوتے ہیں۔

وفود کا سال

فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے لوگوں کی فضیلت تو آیت مندرجہ بالا سے بالکل واضح ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے سب مخلص اہلِ ایمان کے ساتھ نیکی و اجر کا وعدہ کیا ہے۔ مکہ فتح ہو گیا تو کیفیت یہ ہو گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پورے عرب اور گرد و نواح کے خطوں سے چھوٹے اور بڑے وفود کی مسلسل آمد شروع ہو گئی جو آپ کی زندگی کے آخری ایام تک جاری رہی۔ ان وفود کا تفصیلاً تذکرہ حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ اس سال کو اسی لیے "عام الوفود" کہا جاتا ہے کہ اس کے دوران مدینہ منورہ میں ہر روز کئی وفود کی میزبانی کا شرف اہلِ مدینہ کو حاصل ہوتا رہا۔ یہ وفود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو بعض اوقات فوراً اپنی وفاداری اور قبول اسلام کا اعلان کرتے اور بعض اوقات بحث و تمحیص اور سوال و جواب کے بعد خود کو اسلام کے حوالے کرتے، جب کہ تاریخ میں بعض ایسے وفود کا تذکرہ بھی ملتا ہے کہ جنھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی اور وفاداری کے معاہدے کیے مگر اپنے سابقہ مذہب پر قائم رہنے کی اجازت چاہی۔ اگر ان کی طرف سے کوئی ناروا مطالبہ نہیں ہوتا تھا تو آپؐ ان کی اس خواہش کا احترام کرتے اور ان کو اپنا معاہد بنا لیتے۔ اگلے ابواب میں، ہم چند اہم وفود کا تذکرہ نذرِ قارئین کریں گے۔

Marfat.com

وفد بنومُزَینہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے والے وفود میں سب سے پہلا اور سب سے بڑا وفد بنومزینہ کا تھا۔ یہ لوگ غزوہ خندق کے بعد رجب ۵ھ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ مورخ عراقی نے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منظوم سیرت لکھی ہے اس میں ایک شعر یوں ملتا ہے:

اوّلُ وَفْدٍ وَفَدَ الْمَدِیْنَۃ
سَنَۃَ خَمْسٍ وَفْدُ مُزَیْنَۃ

یعنی سب سے پہلا وفد جو مدینہ میں آیا وہ ۵ھ میں مزینہ کا وفد تھا۔

اپنے گھر میں ہجرت کا ثواب

بعض روایات کے مطابق ان کی تعداد چار سو گھڑسواروں پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے وقت میں آئے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کئی معرکوں میں فتوحات حاصل کر چکے تھے۔ تاہم اس وقت بھی مکہ فتح ہونے کے آثار بظاہر عام لوگوں کے نزدیک نظر نہیں آرہے تھے۔ اس وفد کے قائد حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے۔ ان لوگوں نے مدینہ میں قیام کا ارادہ ظاہر کیا تو مورخ ابن سعد کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنْتُمْ مُھَاجِرُوْنَ حَیْثُ کُنْتُمْ فَارْجِعُوْا اِلٰی اَمْوَالِکُمْ فَرَجَعُوْا اِلٰی بِلَادِھِمْ۔ یعنی تم جہاں بھی مقیم ہو گے مہاجرین شمار ہو گے۔ [تمہارا درجہ وہی ہوگا جو مہاجرین کا ہے] پس اپنے مال کی طرف لوٹ جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے علاقے کی طرف واپس چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۹۱)

Marfat.com

ارکانِ وفد نامور صحابہؓ

قبیلے کی کئی شاخیں تھیں۔ بعض شاخوں نے اس وفد میں شامل ہونے سے انکار بھی کیا تھا۔ بعد کے ادوار میں تاریخ اسلام میں بہت شہرت پانے والے صحابی اور سپہ سالار حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہٗ بھی اس وفد میں شامل تھے۔ انھوں نے عراق اور ایران کی جنگوں میں بہت بہادری دکھائی اور معرکہ نہاوند میں تو ان کی بہادری کے بہت نادر اور عظیم الشان کارنامے مورخین نے بیان کیے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی کے مطابق اصفہان کا شہر حضرت نعمان رضی اللہ عنہٗ کی سپہ سالاری ہی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فتح کیا تھا۔ (طبقات ابن سعد، ج ا، ۲۹۱، سیرۃ النبیؐ حصہ دوم، ص ۲۹)

دیگر ارکان وفد میں بلال بن الحارث، ابو اسماء، اُسامہ، عبیداللہ بن بردہ، عبداللہ بن درہ، بشر بن المختفر کے نام بھی لکھے گئے ہیں۔ بعض مورخین نے ان کے علاوہ دکین بن سعید اور عمرو بن عوف کے نام بھی لکھے ہیں۔ وفد کے ایک اہم شخص حضرت خزاعی بن عبدالنہم رضی اللہ عنہٗ تھے۔ ان کا یہ اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مدینہ حاضری سے پہلے ہی توحید اور اسلام کی محبت سے آشنا کر دیا تھا۔ مورخین نے یہ دل چسپ اور ایمان افروز واقعہ بیان کیا ہے، جس کے مطابق اس قبیلے کا ایک بت تھا جس کا نام بھی نہم تھا اور ان کے والد کا نام اسی بت کی نسبت سے عبدالنہم رکھا گیا تھا۔ یہ خاندان بت کا متولی تھا۔

بت پرستی سے بت شکنی تک

جب مدینہ کی طرف قبیلے نے سفر کا ارادہ کیا تو حضرت خزاعی رضی اللہ عنہٗ نے اس بت کو مسمار کر دیا۔ پھر جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کی خبر دی تو آپؐ نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ حضرت خزاعی رضی اللہ عنہٗ پہلے تو اکیلے آنحضور صلی اللہ علیہ سلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر عرض کیا کہ میرے اور ساتھی بھی آئے ہوئے ہیں، میں انھیں بلا کے لاتا ہوں۔ وہ جب آپؐ کی مجلس سے باہر نکلے تو اپنے ساتھیوں کو موجود نہ پایا، اس لیے واپس آنے میں تاخیر ہوگئی۔ اس دوران آپؐ نے حضرت حسان بن

Marfat.com

ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ خزاعی بن عبدالنہم کے حق میں اشعار پڑھو، مگر اس کی شان میں کوئی کمی نہ آنے دینا، جس سے ہجو کا تاثر ملے۔ اس پر شاعرِ رسولؐ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بڑے ایمان افروز اشعار پڑھے، جن میں سے چند ایک اشعار طبقات ابن سعد میں سے نذرِ قارئین ہیں:

اَلَا اَبْلِغْ خُزَاعِيًا رَسُوْلًا
بِاَنَّ الذَّمَّ يَغْسِلُهُ الْوَفَاءُ
وَاَنَّکَ خَيْرُ عُثْمَانَ بْنِ عَمْرٍو
وَاَسْنَاهَا اِذَا ذُکِرَ السَّنَاءُ
وَبَايَعْتَ الرَّسُوْلَ وَکَانَ خَيْراً
اِلٰی خَيْرٍ وَاَدَّاکَ الثَّرَاءُ

میری طرف سے خزاعی کو کوئی قاصد یہ پیغام دے دے کہ ہر برے کام اور خصلت کی تلافی ہو جاتی ہے جب اس کے بعد کوئی نیکی کا کام کر لیا جائے۔

تو (اپنے جدِ اعلیٰ) عثمان بن عمرو کی ساری اولاد میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے اور جب بھی کبھی خوبیوں کا تذکرہ کیا جائے گا تو خوبیوں میں تو ان سب سے فائق ہو گا۔

تیرا یہ درجہ کتنا عظیم ہے کہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی، اس خیر سے خیر کے کئی اور دروازے بھی کھل گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ کے رسولؐ نے تجھے بڑی دولت سے نواز دیا ہے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۹۱-۲۹۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بابرکت کھجوریں

وفد بنی مزینہ کے اہم رکن حضرت نعمان رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکثر حاضر رہا کرتے تھے۔ وہ اپنی سب سے پہلی حاضری کا تذکرہ کرتے ہوئے لوگوں کو بتاتے تھے کہ جب ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم چار سو افراد تھے۔ واپس روانگی کے وقت ہمارا زادِ سفر ختم ہو چکا تھا۔ جب ہم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی تو آپؐ نے

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بنو مزینہ کو زادِ سفر فراہم کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ کھجوریں تھیں لیکن ان کا خیال تھا کہ یہ کھجوریں اتنی نہیں ہیں کہ چار سو آدمیوں کو کفایت کر سکیں۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے یہ بات کہی تو آپ نے فرمایا: جاؤ جتنی بھی کھجوریں ہیں ان میں تقسیم کر دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر اپنے گھر گئے اور بالا خانے پر چڑھ کر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف بلایا۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کھجوروں کا ڈھیر میں نے دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ اونٹ جتنا بڑا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کھجوریں تقسیم کرنا شروع کیں اور باری باری تمام ارکانِ وفد کو ان کا حصہ دیا۔ سب سے آخر میں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو ان کا حصہ ملا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ تقسیم کے باوجود کھجوروں کا ڈھیر اتنا ہی بڑا نظر آ رہا تھا جتنا تقسیم سے پہلے تھا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد میں اسناد کے ساتھ یہ حدیث لکھی ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شامل کیا ہے:

عَنْ نُعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ قَدِمْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَرْبَعِ مِائَۃٍ مِنْ مُزَیْنَۃَ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَمْرِہٖ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَالَنَا طَعَامٌ نَتَزَوَّدُہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ زَوِّدْھُمْ فَقَالَ مَاعِنْدِیْ اِلَّا فَاضِلَۃٌ مِنْ تَمْرٍ وَمَا اَرَاھَا تُغْنِیْ عَنْھُمْ شَیْئًا فَقَالَ انْطَلِقْ فَزَوِّدْھُمْ فَانْطَلَقَ بِنَا اِلٰی عُلِّیَّۃٍ لَہٗ فَاِذَا فِیْھَا تَمْرٌ مِثْلُ الْبَکْرِ الْاَوْرَقِ فَقَالَ خُذُوْا فَاَخَذَ الْقَوْمُ حَاجَتَھُمْ قَالَ وَکُنْتُ اَنَا فِیْ آخِرِ الْقَوْمِ قَالَ فَالْتَفَتُّ وَمَا اَفْقِدُ مَوْضِعَ تَمْرَۃٍ وَقَدْ احْتَمَلَ مِنْہُ اَرْبَعُ مِائَۃِ رَجُلٍ۔ حضرت نعمان بن مقرن سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ مزینہ کے ہم چار سو افراد حاضر ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو احکام دینے تھے سو دے دیے۔ پھر کچھ لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے، جو ہم زادِ راہ کے طور پر استعمال کر سکیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ انھیں زادِراہ دے دو، انھوں نے عرض کیا کہ میرے پاس تو بچی کھچی تھوڑی سی کھجوریں ہیں اور میرا خیال نہیں ہے کہ وہ انھیں کچھ کفایت کرسکیں گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم جا کر انھیں وہی دے دو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیں لے کر اپنے ایک بالاخانے کی طرف چل پڑے، جہاں خاکستری اونٹ کے برابر اسی رنگ کی کچھ کھجوریں پڑی ہوئی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اٹھالو۔ چنانچہ سب لوگ اپنی اپنی ضرورت کے مطابق کھجوریں اٹھانے لگے، میں سب سے آخر میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس میں سے ایک کھجور کی جگہ بھی خالی نہیں ہوئی تھی، حالانکہ وہاں سے چار سو آدمیوں نے کھجوریں اٹھائی تھیں۔ (مسند احمد بن حنبلؒ، اردو ترجمہ، ج ۴، ص ۹۳۰، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

Marfat.com

وفد جُہَینہ

دوخوش بخت مسافر

مورخ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے کچھ عرصہ بعد قبیلہ بنوجہینہ کے دوافراد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک کا نام عبدالعزیٰ بن بدر بن زید بن معاویہ الجہنی تھا۔ دوسرا اس کا ماں جایا بھائی، جو اس کا چچازاد بھی تھا ابوروعہ تھا۔ عبدالعزیٰ نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور اپنا تعارف کرایا کہ میں عبدالعزیٰ بن بدر جہنی ہوں۔ آپؐ نے فوراً فرمایا ''اَنْتَ لَسْتَ عَبْدُالْعُزّٰی بَلْ اَنْتَ عَبْدُاللّٰہِ. تم عبدالعزیٰ نہیں بلکہ عبداللہ ہو۔ ابوروعہ سے آپؐ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ ہر دشمن تم سے خوف کھائے گا۔ ابوروعہ کا معنی رعب داب والا اور خوف طاری کرنے والا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: اَلْمُؤمِنُ آلِفٌ مَاْلُوفٌ وَلَا خَیرَ فِیمَنْ لَایَاْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ، وَخَیرُ النَّاسِ اَنْفَعُھُمْ لِلنَّاسِ۔ یعنی مومن محبت کرتا ہے اور اس سے محبت کی جاتی ہے۔ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ دوسروں سے محبت کرے اور نہ دوسرے اس کو محبوب سمجھیں۔ انسانوں میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جو انسانیت کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔ آپؐ کا اپنا اسوۂ حسنہ اور سنت مطہرہ اس ارشاد کا بہترین عملی مظہر تھا۔ آپؐ پہلی ملاقات ہی میں اپنے ملنے والوں سے بے تکلفی اور محبت سے پیش آتے اور ان کے دل جیت لیتے تھے۔ آپؐ سے مل کر ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ وہ ایک عظیم شخصیت اور رؤف ورحیم رہنما سے ہم کلام ہے۔ (مسند الشھاب، المعجم الاوسط للطبرانی، عن جابر بن عبداللّٰہ)

ان دونوں بھائیوں سے آپؐ نے پوچھا: من انتم؟ تم لوگوں کا مزید تعارف کیا ہے؟ تو

Marfat.com

انھوں نے عرض کیا کہ ہم بنو جہینہ کی شاخ بنو غیان سے تعلق رکھتے ہیں۔ غیان کا معنی سرکشی و بغاوت ہوتا ہے اس لیے آپؐ نے فوراً فرمایا: انتم بنو رشدان تم بنو غیان نہیں ہو بلکہ بنو رشدان (رشد و ہدایت پانے والے) ہو۔ انھوں نے اپنی وادی کا نام بتایا غوی یعنی گمراہی۔ آپؐ نے فرمایا کہ آیندہ اس وادی کا نام وادی غوی نہیں وادیٔ وھدیٰ ہے۔ پھر ساتھ ہی آپؐ نے فرمایا کہ تمھارے علاقے میں جو دو پہاڑ ہیں اشعر اور اجرد، وہ بہت مبارک پہاڑ ہیں۔ گویا کہ زمین پر جنت نظیر ہیں۔ ان پر کبھی کوئی فتنہ غالب نہ آئے گا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۳۳)

اسلام کی انقلابی دعوت اور اس کے اثرات

کچھ عرصہ یہ حضرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقیم رہے اور پورے شوق سے بنیادی اسلامی تعلیمات حاصل کیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ ان پر بھی اسلام کی حقیقت واضح کریں اور انھیں ایمان کی دعوت دیں۔ حضرت عبداللہ بن بدر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کرنے والوں میں خاص طور پر حضرت عمرو بن مرّہ رضی اللہ عنہ کا نام قابل ذکر ہے۔ انھی کو بعد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نمایندہ بنا کر ان کے قبیلے کی طرف بھیجا۔ یہ اپنے قبیلے میں گئے، بڑے اخلاص کے ساتھ انھوں نے اسلام کی تبلیغ کی۔

بدنصیب بوڑھا

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ پہلے بھی اپنے اخلاق و عادات کی وجہ سے محترم شخصیت کے مالک تھے، اب اسلام نے ان کی زندگی کو چار چاند لگا دیے تھے۔ وہ دردِ دل کے ساتھ پر تاثیر انداز میں اسلام کی دعوت عوام و خواص کے سامنے پیش کرتے تھے۔ ان کی دعوت سے قبیلے کے تمام خواتین و مرد اسلام میں داخل ہو گئے، سوائے ایک شخص کے۔ وہ اس قدر اسلام دشمن تھا کہ تنہا رہ جانے کے باوجود اس نے اسلام کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن مرّہ رضی اللہ عنہ چاہتے تو اپنی قوت کے بل بوتے پر اسے سزا دیتے، مگر انھوں نے لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ کے قرآنی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اس کے باوجود اس

Marfat.com

کی چیرہ دستیاں جاری رہیں۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے بددعا کی تو وہ منہ کے بل گرا اور اس کی قوت گویائی ختم ہوگئی اور بینائی سے بھی محروم ہوگیا۔ اس طرح اس نے باقی ماندہ زندگی محتاجی میں گزاری مگر پھر بھی اسلام قبول نہیں کیا۔ (طبقات ابن سعد، ج ا، ص ۳۳۴)

سعادت وخوش بختی

ابن سعد نے یہ بھی لکھا ہے کہ فتح مکہ کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوجہینہ کا جھنڈا حضرت عبداللہ بن بدر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ فتح مکہ کے بعد یہ لوگ مدینہ میں آباد ہوگئے تھے اور ان کے محلے میں مسجد بنانے کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زمین وقف کی تھی۔ حضرت عمرو بن مرہ الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دورِ جاہلیت میں اپنے قبیلے میں بڑا مذہبی آدمی سمجھا جاتا تھا کیونکہ میں ہی قبیلے کے بت کا متولی ومجاور تھا۔ جب عبداللہ بن بدر رضی اللہ عنہ کی زبانی اسلام کی دعوت مجھ تک پہنچی اور میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ سنا تو میں نے اس بت کو توڑ ڈالا اور بت خانہ مسمار کردیا۔ پھر میں مدینہ کی طرف چل پڑا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا، کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام میں داخل ہوگیا۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جو کچھ بھی حلال اور حرام لے کر آئے ہیں میں اس حوالے سے سب کے حلال اور حرام ہونے پر ایمان لاتا ہوں۔ سبحان اللہ کتنے سعادت منداور خوش نصیب تھے!

بت شکنی اور اظہارِ تشکر

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے بت توڑا تو یہ اشعار میری زبان پر تھے:

شَہِدتُ بأنَّ اللّٰہ حقّ وَاَنَّنِیْ

لآلِھة الاحجارِ اوّل تارک

وشمّرتُ عن ساقی الازار مھاجراً

Marfat.com

اليک اجوبُ الوعْثَ بعد الدکاک

لأصحب خير الناس نفساً ووالداً

رسولَ مليک الناس فوق الحبائک

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی الٰہِ حقیقی ہے اور میں پتھر کے بتوں کو سب سے پہلے ترک کرنے والا ہوں۔

[اے اللہ کے رسولؐ!] میں نے عزم صمیم کے ساتھ رختِ سفر باندھ لیا ہے اور آپؐ کی طرف قدم بڑھا رہا ہوں، ہموار زمینوں کے بعد دشوار گزار گھاٹیاں بھی (پورے شوق کے ساتھ) عبور کروں گا۔

میں ایسی شخصیت کا ساتھی بننے ان کی طرف جا رہا ہوں جو خود بھی سب انسانوں سے افضل ہیں اور جن کے آباؤ اجداد بھی عالی نسب تھے اور وہ اس بادشاہِ حقیقی کی طرف سے بھیجا گیا ہے جو آسمانوں کے اوپر سے مخلوق پر حکومت کرتا ہے۔ (طبقات ابن سعد، ص ۳۳۳-۳۳۴)

Marfat.com

وفد بلُہجیم (ہُجیم)

مدینہ حاضری

بلہجیم کو مورخین نے بلٔ کے ساتھ بھی لکھا اور صرف ہُجیم بھی لکھا ہے۔ یہ قبیلہ صحرا اور جنگل میں قیام پذیر تھا۔ اس وفد کا تذکرہ اُسد الغابۃ میں ملتا ہے۔ امام بخاری نے بھی اس قبیلے کے سردار جابر بن سُلَیم کا تذکرہ کیا ہے۔ بعد میں جابر بن سُلَیم رضی اللہ عنہ بصرہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی آمد کا سال معلوم نہیں، مگر ہجرت نبوی کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے کسی وقت یہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ قبیلے کے سردار جابر بن سُلَیم رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوجری تھی۔ وہ خود آنحضور کی خدمت میں اپنی آمد کا تذکرہ یوں بیان کرتے ہیں جس کا خلاصہ ہم نذرِ قارئین کر رہے ہیں:

جاہلی شان وشوکت

میں اپنے قبیلے کی ایک جماعت کے ساتھ مدینے میں آیا۔ اپنے جاہلی رواج کے مطابق میں نے ایک قیمتی قطری چادر تہبند کے طور پر باندھ رکھی تھی، جس کے کنارے زمین پر لٹک رہے تھے اور دوسری قیمتی چادر میں نے اپنے اوپر اوڑھ رکھی تھی۔ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو پہچان نہ سکا۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ اللہ کے رسولؐ کون سے ہیں؟ تو اس نے آپ کی طرف اشارہ کر کے مجھے بتایا کہ وہ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ میں نے کہا: کیا آپ اللہ کے رسولؐ ہیں؟ تو جواب میں آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر میں نے کہا: عَلَیْکَ السَّلَامُ یَارَسُوْلَ اللّٰہ. آپ نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے دوبارہ یہی الفاظ دہرائے۔

Marfat.com

اس مرتبہ میرے اس سلام پر آپ نے فرمایا عَلَیْکَ السَّلَامُ نہ کہا کرو، یہ تو مُردوں کا سلام ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ کہا کرو۔ چنانچہ میں نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ کہا تو آپ نے جواب دیا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ: میں نے دوبارہ کہا کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، میں اس اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا رسولؐ ہوں کہ جب تم کسی مصیبت اور تکلیف میں اسے پکارو تو وہ تمھاری پکار کا جواب دے اور تمھاری مصیبتوں کو ٹال دے۔ اگر تم خشک سالی اور قحط میں مبتلا ہو جاؤ اور اس سے بارانِ رحمت کی دعا مانگو تو تمھارے علاقے کو سرسبز و شاداب کر دے۔ اگر تم آبادیوں سے دور کسی صحرا اور جنگل میں اپنی سواری کا جانور گم کر بیٹھو اور بے بسی کے عالم میں اسے پکارو تو وہ تمھاری گم شدہ سواری تمھارے پاس پہنچا دے۔

جامع نصیحت

ابو جری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر ان باتوں کا بڑا اثر ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔ آپؐ کی یہ نصیحت سنن ابو داؤد میں ان الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔

یعنی آپؐ نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے: ''کبھی کسی شخص کو گالی نہ دینا، کسی نیک کام کو کم تر نہ جاننا، اگرچہ کسی پیاسے کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ڈال دینے یا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنے جیسی نیکی ہو۔ اور سنو! اپنا تہبند نیچے لٹکانے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ تکبّر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کا تکبّر پسند نہیں کرتا۔ اپنے ازار کو ٹخنوں سے اوپر کر لیا کرو، اگر کوئی شخص تمھیں گالی دے اور اسے تمھارا جو عیب معلوم ہے، اس پر تمھیں عار دلائے تو جواب میں تم اسے مت گالی دو اور اس کے اس عیب پر اس کو مت شرم دلاؤ جو تمھارے علم میں ہے۔ یقین رکھو کہ اس طرح اس کی زبان درازی کا پورا وبال اسی کی گردن پر ہوگا۔''

أُسدالغابۃ میں بھی یہ واقعہ کم و بیش اسی طرح بیان ہوا ہے۔ (سنن ابو داؤد، ج ۴، ص ۵۶، أُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ اردو ترجمہ، ج ۱، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۳۳۵)

Marfat.com

وفد بنی قیس

ملاقات سے قبل محبتِ اسلام

بنو قیس بن ثعلبہ ایک قبیلہ تھا جو زیادہ معروف نہیں ہے۔ اس قبیلے کے ایک شخص جن کا نام ان کے جدامجد کے نام پر قیس تھا صحابہ میں شامل ہیں۔ پورا نام قیس بن خرشہ قیسی ہے۔ یہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ بالکل نوعمری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد اپنے قبیلے سے چلے اور مدینہ میں خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ سنا تھا اس سے غائبانہ طور پر دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو چکی تھی۔ آپ سے ملاقات ہوتے ہی آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپؐ نے فرمایا: اے قیس! کچھ زمانہ گزرنے کے بعد حالات بدل جائیں گے۔ تم لوگوں کو ایسے حاکموں سے سابقہ پیش آئے گا جن کے سامنے تم کلمۂ حق نہ کہہ سکو گے۔

اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے کہ ہمیشہ سچ کہوں گا۔ میں ہر حال میں اس عہد کو پورا کروں گا۔ یہ جواب سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر سن لو کہ ان شاء اللہ تم کو کوئی نقصان بھی نہ پہنچے گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر یقینِ محکم حاصل ہو جائے اور انسان حق بات پر قائم رہے، اس کا برملا اور موقع و محل کے مطابق اظہار کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے خصوصی طور پر ہر شر کے مقابلے پر تحفظ فراہم ہو جاتا ہے۔ یہ کام بڑا مشکل ہے، مگر

Marfat.com

جس کے لیے اللہ آسان فرمادے، اس کے لیے آسان بھی ہوجاتا ہے۔

مشکل منازل

حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ مشکل منزلیں بھی آئیں اور انھوں نے اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا۔ اللہ کے نبیؐ کا وعدہ بھی حرف بحرف سچا ثابت ہوا۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اور پھر یزید بن معاویہ کا دور بھی دیکھا۔ زیاد اور عبیداللہ بن زیاد دونوں ظالم گورنر تھے۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ ان دونوں کو ان کے مظالم پر برا بھلا کہتے تھے اور ان کے تمام غلط کاموں پر کھل کر تنقید کرتے تھے۔ عبیداللہ بن زیاد کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے انھیں بلا بھیجا۔ جب اس کے دربار میں گئے تو اس نے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا باندھتے ہو۔ انھوں نے کہا: خدا کی قسم ہرگز نہیں، پھر فرمایا اگر تو چاہے تو میں تجھے بتا سکتا ہوں کہ کون اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا باندھتا ہے۔

جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق

اس نے کہا بتاؤ تو آپ نے فرمایا: جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو پس پشت ڈال دے اور اپنی من مانی کرے۔ عبیداللہ نے کہا کہ ایسا کون ہے تو جواب میں فرمایا کہ تو اور تیرا باپ۔ یہ سننا تھا کہ عبیداللہ غصے سے آگ بگولا ہوگیا، پھر اس نے کہا کہ تو یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ تجھ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ انھوں نے فرمایا: ہاں میں ایسا ہی کہتا ہوں۔ عبیداللہ نے کہا ابھی تجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ تو اپنے قول میں جھوٹا ہے۔ پھر اس نے حکم دیا کہ جلاد کو بلاؤ۔ انھوں نے فرمایا جسے چاہو بلالو، میں حق کا انکار نہ کروں گا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ عین اس لمحے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آگیا وہ زمین پر بیٹھ گئے اور ان کی روح ان کے بدن سے پرواز کرگئی۔ رضی اللہ عنہ۔

ایک دل چسپ مکالمہ

ابن الاثیر نے حضرت قیس بن خرشہ رضی اللہ عنہ اور یہودیت سے مسلمان ہونے والے صحابی حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ دونوں کا ایک دل چسپ واقعہ بھی نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دونوں کی

Marfat.com

جانب ایک ساتھ سفر کر رہے تھے۔ اس علاقے میں پہنچے جہاں قریب ہی وہ مقام ہے جسے صفین کہا جاتا ہے تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر کے لیے رک گئے اور کلمۂ طیبہ پڑھنے کے بعد فرمایا: یہی وہ مقام ہے جہاں مسلمانوں کا خون اس قدر بہے گا کہ زمین کے کسی اور حصے میں اتنا نہ بہایا گیا ہوگا۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو یہ بات سن کر غصہ آیا اور انھوں نے کہا: اے ابواسحاق! غیب کی باتیں اللہ کے سوا کسی کے علم میں نہیں، تم کیسے یہ بات کہہ رہے ہو؟ حضرت کعب نے جواب دیا: دراصل تورات جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی بہت سی خبروں سے مالا مال ہے۔ زمین کے چپے چپے کا حال اللہ نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا تھا۔ اسی کی روشنی میں، میں یہ بات کہہ رہا ہوں۔

(اُسدالغابة فی معرفة الصحابة اردو ترجمہ، ج ۲، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۷۵۹-۷۶۰)

اُسدالغابة میں ابن الاثیر نے یہ واقعہ تو لکھا ہے مگر اکثر محقق علما و ائمہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی اسرائیلی روایات کو قبول کرتے ہوئے بڑے محتاط ہو جاتے ہیں۔ ہماری بھی یہی رائے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

......❀......❀......❀......

Marfat.com

وفد بنو تمیم کی مدینہ آمد

عرب کے قبائل اوران کی عادات

عرب کے طاقت ور قبیلوں میں بنو تمیم، بنو سعد، بنو اسد، بنو حنیفہ، بنو کندہ، بنو ہمدان، بنو ازد اور بنو طے کے قبائل خاص طور پر معروف ہیں۔ ان کے علاوہ سلاطین حمیر کا عرب علاقوں میں بڑا دبدبہ رہا تھا۔ انھوں نے یمن اور حضر موت پر طویل مدت تک حکومت کی تھی۔ اس کے علاوہ بھی عرب کے مختلف علاقوں میں بہت سے چھوٹے بڑے قبائل آباد تھے، جن کی تفصیلات تاریخ میں موجود ہیں۔ ہم اس فصل میں قبیلہ بنو تمیم کا ذکر کر رہے ہیں جو بڑی شان وشوکت کے ساتھ مدینہ میں وارد ہوا تھا۔ اس بدوی صحرائی قبیلے کی خاصیت یہ تھی کہ یہ جنگجو بھی تھے، خطیبانہ فصاحت و بلاغت میں بھی کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور شعر وشاعری کے میدان میں بھی ان کا سکہ چلتا تھا۔ اس کے ساتھ عمومی طور پر اس قبیلے میں مال ودولت کی ہوس اور دنیا داری کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ان کے کئی لوگ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، مگر اکثریت اپنے جاہلی، عربی تفاخر کے نشے میں مبتلا تھی۔ ان لوگوں کی مدینہ آمد اس لحاظ سے بھی بہت اہم ہے کہ ان کی آمد پر قرآن نے بھی سورۃ الحجرات میں تبصرہ کیا ہے۔

دولت کا لالچ

اس قبیلے کے بڑے بڑے روسا اقرع بن حابس، زبرقان بن بدر، عمرو بن الاہتم اور نعیم بن یزید بڑے اہتمام سے مدینہ آئے۔ نعیم بن یزید کا نام طبقات ابن سعد میں نعیم بن زید لکھا ہے۔ ان سرداروں کے ساتھ ایک اور سردار بھی شامل تھا جو اس سے قبل کئی مرتبہ مال ودولت کے لالچ

Marfat.com

میں مدینہ پر حملہ آور ہو چکا تھا۔ جنگ خندق میں بھی وہ قریش کے ساتھ محاصرے میں شریک تھا۔ یہ تھا عُیَیْنَہ بن حصن فزاری۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، قسم ثانی، ص ۴۰)۔ اس کی زندگی میں بڑے نشیب و فراز ملتے ہیں۔ اس کا تذکرہ اگلے ابواب میں آتا رہے گا۔ امام ابن کثیرؒ نے البدایۃ والنہایۃ میں اوپر بیان کردہ ارکان وفد کے علاوہ کچھ مزید نام لکھے ہیں۔ ان میں حجاب بن یزید، قیس بن الحارث، قیس بن عاصم اور عطارد بن حاجب بن زرارہ شامل ہیں۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۲۷، سیرۃ ابن ہشام، قسم الثانی، ص ۵۶۰)

ادب گاہ، نازک از عرش

جب یہ لوگ مدینہ منورہ میں پہنچے تو سیدھے مسجد نبوی کا رخ کیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت استراحت فرمارہے تھے۔ تربیت یافتہ لوگوں کو تو معلوم تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے کون سے مناسب اوقات ہیں اور اس میں کیا آداب ملحوظ رکھنا ضروری ہیں۔ البتہ یہ بدوی قبائل ان عادات سے نابلد تھے۔ انھوں نے مسجد میں پہنچتے ہی شور کی کیفیت پیدا کردی اور بآوازِ بلند آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر پکارنے لگے۔ مورخ الاسلام حضرت علامہ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: فَلَمَّا دَخَلُوا الْمَسْجِدَ نَادَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَّرَاءِ حُجُرَاتِهِ أَنْ اَخرُجْ اِلَيْنَا يَا مُحَمَّدُ، فَآذٰى ذَالِکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ صَيَاحِهِمْ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ۔ جب یہ لوگ مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے تو بلند آواز سے پکارنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم ملاقات کے لیے آئے ہیں، باہر آیئے۔ ان کا شور سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچی، آپؐ بے آرام ہوئے، پھر بھی حجرے سے نکل کر ان کے پاس تشریف لائے۔ (البدایۃ والنہایۃ، ایضاً محولہ بالا، ص ۹۲۷)

قرآن مجید کی سورۃ الحجرات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس موضوع کو اس کی تمام باریکیوں، نزاکتوں اور آداب کے ساتھ وحی ربانی کے ذریعے قیامت تک کے لیے ثبت کردیا۔ اللہ اور اس

Marfat.com

کے رسولؐ کا مقام بھی واضح کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کے حدود بھی متعین کردیے۔ جاہلی انداز میں آپ کو پکارنے پر وعید بھی سنائی اور اہلِ ایمان کو تا قیامت حرمت رسولؐ کا درس بھی دیا۔ بارگاہِ نبوتؐ میں ذرا سی بے ادبی انسان کے تمام اعمال کو غارت کردیتی ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ادب گاہیست زیرآسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جُنید و بایزید اینجا!

احکامِ قرآنی

یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ (الحجرات ۴۹:۱-۴)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسولؐ کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرو، اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبیؐ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو، جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ رسولِ خدا کے حضور بات کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھتے ہیں وہ درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت اور اجرعظیم ہے۔ اے نبیؐ! جو لوگ تمھارے حجروں سے باہر سے آپؐ کو پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

Marfat.com

تمہیدی گفتگو

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارک سے باہر نکلے تو ان لوگوں نے گفتگو کا آغاز ہی یوں کیا: ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم آپ کے پاس آئے ہیں کہ اپنے قبیلے کے مفاخر بیان کریں۔ پس آپ ہمیں اس کی اجازت دیجیے۔ ہمارے شاعر اور ہمارے خطیب اپنی شاعری اور خطابت کے جوہر دکھائیں گے اور بتائیں گے کہ ہمارا قبیلہ کن عالی شان اوصاف کا مالک ہے۔''
ان کی بات سن کر آپؐ نے فرمایا اچھا تو تمھارا خطیب جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ کہے۔ پس قبیلے کا خطیب اور فصاحت و بلاغت کا شاہسوار عطارد بن حاجب کھڑا ہوا اور اس نے ایک دھواں دھار تقریر کی۔ چونکہ یہ لوگ اسلام قبول کرنے کے لیے آئے تھے، اس لیے اس نے بات کا آغاز اللہ کے ذکر ہی سے کیا: اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ عَلَیْنَا الْفَضْلُ وَالْمَنُّ وَھُوَ اَھْلُہٗ۔ حمد و تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہم پر فضل اور احسان کیا ہے اور حمد و تعریف کا وہی اہل و مستحق ہے۔
(البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۲۷، سیرۃ ابن ھشام، قسم الثانی، ص ۵۶۲)

قبائلی مفاخر

پھر اس نے کہنا شروع کیا کہ اس اللہ نے ہمیں قیادت و بادشاہت عطا فرمائی اور ہمیں مال و دولت کی فراوانی بخشی۔ ہم اپنے مال و دولت کو کارِ خیر میں صرف کرتے ہیں۔ ہمارا شعار ہے کہ معروف کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اللہ نے ہمیں اہلِ مشرق پر غلبہ عطا فرمایا۔ کیا ہم لوگوں کے قائد اور سردار نہیں ہیں، ہم سے زیادہ ساز و سامان کس کے پاس ہے اور ہم جیسی خوبیاں کس میں پائی جاتی ہیں؟ جو ہمارے ساتھ ان معاملات میں مقابلہ کرنا چاہے تو خوب سوچ لے اور پوری تیاری کر لے۔ ہم اگر اپنے فضائل بیان کرنے پہ آئیں تو کرتے ہی چلے جائیں۔ لیکن اللہ نے ہمیں جو کچھ عطا کیا ہے اس کے بارے میں زیادہ باتیں کرنے کو مناسب نہیں سمجھتے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ ہماری خطابت جیسی کوئی خطابت پیش کرے اور ہمارے اوصاف سے بہتر

Marfat.com

کوئی اپنے اوصاف بیان کرے۔ یہ کہہ کر وہ بیٹھ گیا۔ (ایضاً ص ٧ ٩٢، سیرۃ ابن ھشام، قسم الثانی ص ٥٦٢-٥٦٣)

خطیب اسلام کا خطاب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس کی باتیں غور سے سنیں۔ ہر چند کہ یہ قبیلہ اسلام کی طرف مائل ہو گیا تھا، مگر ابھی تک جاہلیت ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ جاہلی تفاخر میں کسی کو اپنا ثانی نہ سمجھتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کی طرف دیکھا اور انصاری صحابی حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ (جو بنو حارث بن خزرج میں سے تھے) کو حکم دیا کہ وہ کھڑے ہو کر بنو تمیم کے خطیب کا جواب دیں۔ انھوں نے بہت ایمان افروز، جامع اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِی السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ خَلْقُهٗ، قَضٰی فِیْهِنَّ اَمْرَهٗ، وَوَسِعَ كُرْسِیُّهٗ وَعِلْمُهٗ، وَلَمْ یَكُ شَیْءٌ قَطُّ اِلَّا مِنْ فَضْلِهٖ، ثُمَّ كَانَ مِنْ قُدْرَتِهٖ اَنْ جَعَلَنَا مُلُوْكًا، وَاصْطَفٰی مِنْ خَیْرِ خَلْقِهٖ، رَسُوْلًا، اَكْرَمَهٗ نَسَبًا وَاَصْدَقَهٗ حَدِیْثًا وَاَفْضَلَهٗ حَسَبًا، فَاَنْزَلَ عَلَیْهِ كِتَابًا، وَاْتَمَنَهٗ عَلٰی خَلْقِهٖ فَكَانَ خِیَرَةُ اللّٰهِ مِنَ الْعَالَمِیْنَ، ثُمَّ دَعَا النَّاسَ اِلَی الْاِیْمَانِ بِهٖ، فَاٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ الْمُهَاجِرُوْنَ مِنْ قَوْمِهٖ وَذَوِی رِحْمِهٖ، اَكْرَمُ النَّاسِ اَحْسَابًا، وَاَحْسَنُ النَّاسِ وُجُوْهًا، وَخَیْرُ النَّاسِ اَفْعَالًا، ثُمَّ كَانَ اَوَّلَ الْخَلْقِ اِیْجَابَةً وَاسْتَجَابَ لِلّٰهِ حِیْنَ دَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ، فَنَحْنُ اَنْصَارُاللّٰهِ وَوُزَرَاءُ رَسُوْلِهٖ نُقَاتِلُ النَّاسَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا، فَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَنَعَ مَالَهٗ وَدَمَهٗ، وَمَنْ كَفَرَ جَاهَدْنَاهُ فِی اللّٰهِ اَبَدًا وَكَانَ قَتْلُهٗ عَلَیْنَا یَسِیْرًا اَقُوْلُ قَوْلِیْ هٰذَا وَاَسْتَغْفِرُاللّٰهَ لِیْ وَلَكُمْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ۔

حمد اور تعریف اس اللہ کی ہے جس کی عظیم تخلیق آسمانوں اور زمین کی صورت میں موجود

Marfat.com

ہے۔آسمان وزمین کے درمیان اس [وحدہٗ لاشریک] نے اپنے احکام جاری فرمائے ہیں۔اس کی کرسیٔ[اقتدار] اور اس کے عظیم علم کی وسعتیں زمین وآسمان کو محیط ہیں۔دنیا میں کوئی چیز بھی اس کے فضل وکرم کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی۔پھر اس قادر مطلق کا فیصلہ ہے کہ اس نے ہمیں صاحب اقتدار اور حاکم بنایا اور اپنی ساری مخلوق میں سے ہمیں اپنے انعامات وامانات کے لیے چن لیا اور اپنی مخلوق میں سب سے افضل واعلیٰ ہستی کو رسولؐ بنایا۔اس کا نسب سب انسانوں سے افضل اور اس کا قول سب سے سچا ہے۔اس کے کارہائے نمایاں کا کوئی بدل نہیں۔

مہاجرین وانصار

پھر اللہ نے ان پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اپنی مخلوق کی قیادت [کی امانت] ان کے سپرد کی۔سارے جہانوں میں وہؐ اللہ کی جملہ مخلوق سے افضل اور بہتر ہیں۔پھر رب کریم نے تمام انسانوں کو حکم دیا کہ وہ ان پر ایمان لائیں۔پس آپ کی قوم اور قریبی رشتہ داروں میں سے بہترین حسب ونسب والے اور ازحد خوب صورت چہروں والے اور سب سے اچھے اعمال والے مہاجرین ان پر ایمان لائے۔ان کے بعد تمام انسانوں میں سے سب سے پہلے اللہ کے رسول کی دعوت پر لبیک کہنے کا شرف ہمیں حاصل ہوا۔آپ کے انصار ومددگار اور مشیر ووزیر ہونے کا اعزاز بھی ہم [اہلِ مدینہ] کو حاصل ہے۔

ہم لوگوں سے قتال کریں گے، اگر وہ اسلام کی راہ میں مزاحم ہوں گے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔پس جو بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے، اس کا مال وجان، ہر چیز محفوظ وماموں ہوجائے گی۔جس نے کفر کا راستہ اپنایا، ہم ہمیشہ اس سے نبردآزما رہیں گے اور ہر مدمقابل کا قتل ہمارے لیے آسان ہے۔

میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے، تم سب کے لیے اور تمام اہلِ ایمان مردوخواتین کے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں۔تم سب پر اللہ کی سلامتی ہو۔(سیرۃ ابن ھشام، قسم الثانی، ص ۵۶۲)

Marfat.com

شاعر بنوتمیم کا پرزور کلام

اس کے بعد قبیلہ بنوتمیم کا مشہور شاعر زبرقان بن بدر کھڑا ہوا اور اس نے اپنے قبیلے کی مدح میں قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

نحنُ الکرامُ فلاحیٌّ یُعادِلُنا
مِنَّا المُلوکُ وفِینا تُنصَبُ البِیَعُ
وکمْ قَسرنا مِنَ الاَحیَاءِ کلِّهِمُ
عندَ النِّهابِ وَفَضلُ العِزِّ یُتَّبَعُ
وَنحنُ ، یُطعِمُ عِندَ القَحطِ مُطعِمُنا
مِنَ الشَّوَاءِ اذا لم یُؤنس القَزَعُ
بِما تَرَی النَّاسَ تَاتِیْنَا سَراتُهُمْ
مِنْ کُلِّ هُوِیّاً ثُمَّ نصطنِعُ
فننحر الکومَ عَبطاً فی ارومَتِنَا
للنَّازِلین اذا ما انزِلوا شبعُوا
فما تَرانا الٰی حیٍّ نُفَاخِرُهُمْ
الا استَفادوا و کانوا الرأسَ یُقتَطَعُ
فمن یُفاخِرُنَا فی ذاک نَعرِفهُ
فَیَرْجِعُ القَوْمُ والاخبار تُستَمعُ
اِنَّا اَبَیْنَا ولم یابٰی لنا اَحَدٌ
اِنَّا کذالک عند الفَخر نَرْتَفِع

ہم شریف لوگ ہیں کوئی قبیلہ ہمارا ہمسر نہیں ہے، ہم میں بادشاہ بھی ہوئے ہیں اور [ہمارے درمیان] عبادت گاہیں بھی آباد رہیں۔

Marfat.com

کتنے ہی قبیلوں کو ہم نے زیر کرلیا، جبکہ وہ ہمیں لوٹنے آئے تھے اور ہماری فتح قابل تقلید ہے۔
ہم وہ ہیں کہ ہمارے کھلانے والے قحط میں [لوگوں کو] کھلاتے ہیں اور وہ بھی بھنا ہوا گوشت، جبکہ [ان حالات میں دیگر] لوگ خارش زدہ جانور بھی نہیں پاتے۔
تم دیکھو گے لوگوں کو کہ ان کے سردار ہمارے پاس آتے ہیں، ہر علاقے سے، پھر ہم ان کی مہمان نوازی کا اہتمام کرتے ہیں۔
ہم اپنے گلے میں سے موٹے کوہان والے جوان اور صحت مند اونٹ ذبح کرتے ہیں۔
ہمارے ہاں جو لوگ قیام کرتے ہیں تو ہم ان کی ضیافت کا حق ادا کرتے ہیں کہ وہ خوب سیر ہو جاتے ہیں۔
پس تم نہیں دیکھو گے کسی قبیلے کو جس کے مقابلے پر ہم تفاخر پر اتر آتے ہیں وہ [محتاج ہو کر] ہم ہی سے استفادہ کرتے ہیں اور وہ کٹا ہوا سر بن کر رہ جاتے ہیں۔
پھر جو ہمارے مقابلے پر فخر جتاتا ہے تو ہم اس کو پہچان لیتے ہیں [نشان زد کر لیتے ہیں] اور وہ وقت تو گزر جاتا ہے، مگر [ہم جیسے] عظیم لوگوں کے واقعات مجالس کی زینت بن جاتے ہیں [زبان زد عام ہوتے ہیں]۔
ہم تو کسی کی [بالادستی] نہیں مانتے البتہ ہماری بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، ہم اسی طرح فخر میں بلند و بالا رہتے ہیں۔ (سیرۃ ابن ھشام، قسم الثانی، ص ۵۶۳)

مدح خوانِ رسولؐ

بلاشبہ شاعر بنوتمیم نے خوب شعر و شاعری پیش کی، مگر کہاں مدح خوانِ رسولؐ اور کہاں شاعر بنوتمیم۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی مجلس میں دیکھا تو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پایا۔ وہ اس وقت غیر حاضر تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو انھیں بلانے کے لیے بھیجا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فَجَائَنِیْ رَسُوْلُهٗ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ اِنَّمَا دَعَانِیْ

Marfat.com

لِأُجِيبَ شَاعِرَ بَنِي تَمِيمٍ فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ آپؐ مجھے بلا رہے ہیں تاکہ میں بنوتمیم کے شاعر کا جواب پیش کروں۔ پس میں فوراً حاضری کے لیے چل پڑا اور میری زبان پر یہ اشعار اسی وقت جاری ہوگئے۔ (ہم یہاں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے چار اشعار نذر قارئین کر رہے ہیں جو فی البدیہہ اُن کی زبان پر آ گئے جب کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے):

مَنَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذْ حَلَّ وَسْطَنَا
عَلٰى اَنْفِ رَاضٍ مِنْ مَعْدٍ وَرَاغِمٍ
مَنَعْنَاهُ لَمَّا حَلَّ بَيْنَ بُيُوْتِنَا
بِأَسْيَافِنَا مِنْ كُلِّ بَاغٍ وَ ظَالِمٍ
بِبَيْتٍ حَرِيْدٍ عِزُّهُ وَثَرَاؤُهُ
بِجَابِيَةِ الْجَوْلَانِ وَسْطَ لْاَعَاجِمِ
هَلِ الْمَجْدُ اِلَّا السُّؤْدَدُ الْعَوْدُ وَالنَّدٰى
وَجَاهُ الْمُلُوْكِ وَاحْتِمَالُ الْعَظَائِمِ

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی، جب آپؐ ہمارے ہاں ٹھہرے، چاہے قبیلہ معد والے راضی ہوں یا ناراض۔

جب آپؐ ہمارے گھروں کے درمیان قیام فرما ہوئے تھے، اسی وقت ہم نے اپنی تلواروں کے ذریعے ہر سرکش اور ظالم کے مقابلے پر آپؐ کے دفاع کا حق ادا کیا۔

ایک الگ تھلگ مکان [غارِ ثور] میں بھی آپؐ کی عزت و ثروت قائم رہی اور جابیہ و جولان جیسی دور دراز بستیوں میں [عربوں ہی نہیں] عجمیوں کے درمیان بھی آپ کا یہ مقام مسلّم ہے۔

اس سے زیادہ کیا شان و شوکت ہوسکتی ہے کہ آدمی کو سرداری اور قیادت کا مقام حاصل ہو،

Marfat.com

اس کے باوجود اس کے اندر [عام لوگوں سے] گھل مل جانے اور سخاوت کی صفات ہوں، اس کو بادشاہوں کا جاہ وجلال حاصل ہو پھر بھی وہ بڑی بڑی ذمہ داریوں کو خود اٹھائے۔

(البداية والنهاية، ص ۷ ۹۲، سيرة ابن هشام، قسم الثانی، ص ۵٦٦)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا پرتاثیر کلام

جب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو بنو تمیم کے شاعر نے وہی شعر دہرائے جو میرے آنے سے پہلے پیش کر چکا تھا۔ جب وہ اپنے کلام سے فارغ ہوا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قُمْ يَا حَسَّانُ فَأَجِبِ الرَّجُلَ فِيمَا قَالَ۔ یعنی حسان اٹھو، بنو تمیم کے شاعر نے جو کچھ کہا ہے اس کا جواب دو۔ اس پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اٹھارہ اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ پڑھا، جس کے چند اشعار یہ ہیں:

اِنَّ الذَّوَائِبَ مِنْ فِهْرٍ وَاِخْوَتِهِمْ
قَدْ بَيَّنُوا سُنَّةً لِلنَّاسِ تُتَّبَعُ
يَرْضَى بِهِمْ كُلُّ مَنْ كَانَتْ سَرِيْرَتُهُ
تَقْوَى الْاِلٰهِ وَكُلَّ الْخَيْرِ يُصْطَنَعُ
قَوْمٌ اِذَا حَارَبُوْا ضَرُّوْا عَدُوَّهُمْ
اَوْ حَاوَلُوْا النَّفْعَ فِيْ اَشْيَاعِهِمْ نَفَعُوْا
سَجِيَّةٌ تِلْكَ مِنْهُمْ غَيْرُ مُحْدَثَةٍ
اِنَّ الْخَلَائِقَ فَاعْلَمْ شَرُّهَا الْبِدَعُ
اِنْ كَانَ فِي النَّاسِ سَبَّاقُوْنَ بَعْدَهُمْ
فَكُلُّ سَبْقٍ لِاَدْنٰى سَبْقِهِمْ تَبَعُ
لَا يَرْقَعُ النَّاسُ مَا اَوْهَتْ اَكُفُّهُمْ
عِنْدَ الدِّفَاعِ وَلَا يُوْهُوْنَ مَا رَقَعُوْا

Marfat.com

اِنْ سَابَقُوا النَّاسَ یَوْمًا فَازَ سَبْقُهُمْ
اَوْ وَازَنُوْا اَهْلَ مَجْدٍ بِالنَّدٰی مَتَعُوْا
اَعِفَّةٌ ذُکِرَتْ فِی الْوَحْیِ عِفَّتُهُمْ
لَایَطْمَعُوْنَ وَلَا یُرْدِیْهِمْ طَمَعٌ

فہراوراس کے بھائیوں کی لمبی لمبی زلفوں نے لوگوں کوایک ایسا طریقہ بتادیا جس کی پیروی کی جاتی ہے۔

ان سے ہر وہ شخص خوش ہوتا ہے جس کا باطن خداخوفی سے سرشار ہواوراس سے ہر بھلائی وقوع پذیر ہوتی ہو۔

یہ وہ لوگ ہیں جب جنگ کرتے ہیں تو دشمن کو نقصان پہنچاتے ہیں اور جب ان سے کوئی دوستی کرے تو وہ اپنے دوست کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

ان کی اس عظیم خصلت میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، جان لو کہ ان کے مدمقابل دوسرے لوگوں کی برائی یہ ہے کہ وہ بدعتوں میں پڑ جاتے ہیں۔

اگر یہ لوگوں کے ساتھ آگے بڑھنے میں مقابلہ کریں تو یہ بڑے بڑے درجوں والوں سے آگے بڑھنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ہر سبقت حاصل کرنے والا ان کی ادنیٰ سبقت سے بھی فروتر ہوتا ہے۔

جس کپڑے کو یہ پھاڑ دیں، اسے لوگ دوبارہ نہیں جوڑ سکتے اور جسے اپنے دفاع کے وقت یہ جوڑ دیں، اسے ان کے دشمن پھاڑ نہیں سکتے۔

کسی بھی میدان میں کوئی ان کے مدمقابل آجائے، کامیابی انھی کے قدم چومتی ہے۔

سخاوت وفیاضی کا مقابلہ ہوتو اس میں عزت وشان انھی کا مقدر ٹھہرتی ہے۔

یہ ایسے باعفت لوگ ہیں کہ وحیِ ربانی نے بھی ان کی عفت کی گواہی دی ہے۔ ان کی شانِ استغنا ایسی ہے کہ نہ کسی لالچ میں مبتلا ہوتے ہیں نہ حرص وطمع ان کی ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارابن

Marfat.com

حزم، بیروت، الطبعۃ الاولی ۲۰۰۵ء، ص ۹۲۷-۹۲۸)

اعترافِ حقیقت اور قبول اسلام

مورخین نے دونوں شعرا کے مزید اشعار بھی لکھے ہیں مگر اختصار کی وجہ سے ہم ان پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ مورخ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں: جب حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنا قصیدہ پورا کر چکے تو سردارِ قوم اقرع بن حابس بے ساختہ کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا: میرے باپ کی قسم! آپ کا خطیب ہمارے خطیب کے مقابلے میں زیادہ بڑا خطیب ہے اور آپ کا شاعر ہمارے شاعر سے بڑا شاعر ہے اور ان کی آوازیں بھی ہم سے بلند و خوش تر ہیں۔

جب یہ لوگ اس مقابلے سے فارغ ہوگئے اور ان کے سردار نے اسلام کے خطیب و شاعر کی برتری تسلیم کر لی تو پورے قبیلے نے یکسو ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے قبول اسلام سے بہت خوشی ہوئی کیونکہ آپ تو کسی ایک فرد کے اسلام میں داخل ہونے کو بھی دنیا مافیہا کی ہر دولت سے بڑھ کر سمجھتے تھے۔ یہ تو ایک موثر قبیلہ تھا جس کا قبول اسلام سرزمین عرب میں اسلام کے لیے بڑی قوت کا باعث ثابت ہو سکتا تھا۔

عطیاتِ نبویؐ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے وفد کو بڑی فراخ دلی کے ساتھ انعام و اکرام و عطیات سے نوازا۔ اس موقع پر مورخین نے ایک دل چسپ واقعہ بھی لکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وفد کا ایک نوعمر رکن عمرو بن الاہتم وفد کی قیام گاہوں میں سامان کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑا گیا تھا۔ جاہلیت کے دور سے قبیلے کے موثر سردار قیس بن عاصم کو اس نوجوان سے کدورت تھی۔ چنانچہ اس نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قیام گاہوں میں ایک نوعمر آدمی کو ہم نے چھوڑا ہے، اسے آپ تھوڑا سا حصہ دے دیجیے۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں میں اسے بھی دوسرے لوگوں کے برابر ہی حصہ دوں گا۔ عمرو بن اہتم کو پتا چلا تو اس نے قیس کی ہجو میں سخت اشعار لکھے اور ساتھ ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دل کھول کر تعریف کی۔ سیرت ابن ہشام کی یہ روایت

Marfat.com

درست محسوس ہوتی ہے۔اس کے برعکس امام ابن کثیرؒ نے یہ لکھا ہے کہ عمرو بن اہتم کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کمسنی کی وجہ سے پانچ اوقیہ عطا فرمائے، جبکہ باقی سب لوگوں کو بارہ بارہ اوقیہ دیے گئے۔ ہماری رائے ہے کہ یہاں امام ابن کثیرؒ سے تسامح ہوا ہے، کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ سے ابن ہشام کی روایت قریب تر ہے۔(البدایۃ و النہایۃ،ص۹۲۹، سیرۃ ابن ہشام،قسم الثانی،ص۵۹۷)۔

بنوتمیم کے فضائل ومناقب کے بارے میں حدیث

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت زہیر بن حربؓ کے حوالے سے بنوتمیم کے کچھ فضائل بیان کیے گئے ہیں جس کے مطابق حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بنوتمیم کے ساتھ محبت ہے کیونکہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے (مختلف مواقع پر) تین باتیں سنی ہیں۔آپ نے فرمایا: بنوتمیم میری امت کے وہ لوگ ہیں جو دجّال کے مقابلے میں سب سے زیادہ سخت ہوں گے۔ دوسری بات یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس بنوتمیم سے تعلق رکھنے والی ایک قیدی عورت تھی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اسے آزاد کردو یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔ تیسری بات یہ کہ جب بنوتمیم نے اپنے صدقات مدینہ میں بھیجے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ میری (اپنی) قوم کے صدقات ہیں۔ امام مسلم نے حضرت زہیر بن حربؓ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔(البدایۃ و النہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء،ص۹۳۶)

Marfat.com

وفدِ بنی عامر

شیطانی ارادے

امام ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں مورخ ابن اسحاق کے حوالے سے اس وفد کی مدینہ آمد کا تذکرہ تفصیلاً کیا ہے جو صفحہ ۹۳۶ سے لے کر ۹۳۸ء تک پھیلا ہوا ہے۔ ہم اسی کا اختصار یہاں پیش کررہے ہیں۔ اس وفد میں یوں تو کچھ اور لوگ بھی تھے مگر اس قبیلے کے تین سرداروں کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان میں عامر بن طفیل، اربد بن مقیس اور جبار بن سلمٰی بن مالک کے نام پائے جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں معروف تھا: هٰؤُلَآءِ الثَّلَاثَةُ رُؤَسَاءُ الْقَوْمِ وَشَيَاطِيْنُهُمْ۔ یہ تینوں اپنی قوم کے سردار ہیں اور بڑے شیطان ہیں۔ امام ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں کہ عامر بن طفیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پاس آیا۔ اس کے ذہن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ارادہ پہلے سے موجود تھا۔ اس کی قوم میں سے کئی لوگوں نے اسے نصیحت کی کہ اے عامر سب لوگ مسلمان ہوگئے ہیں تو بھی مسلمان ہوجا۔ یہ سن کر اس نے غصے سے کہا: خدا کی قسم میں نے قسم کھائی ہے کہ میں سارے عرب کے لوگوں کو اپنی اطاعت پر مجبور کردوں اور میرا یہ زندگی بھر کا مشن ہے۔ فَكَيْفَ اَنَا اَتَّبِعُ عُقْبٰى هٰذَا الْفَتَا مِنْ قُرَيْشٍ؟ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ میں آخر قریش کے اس نوجوان کی کیسے اتباع کرلوں۔

پھر اس نے اپنا برا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ میں اس آدمی کے پاس جارہا ہوں، تم خیال رکھنا کہ میں اسے چکنی چپڑی باتوں میں یوں محو کرلوں گا کہ وہ بالکل ہر چیز سے غافل ہوجائے گا۔ ایسی حالت میں تم وقت ضائع کیے بغیر اس پر تلوار چلا دینا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کے بعد اس بدبخت نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ساتھ دوستی کرلو۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: لَا وَاللّٰهِ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ۔ خدا کی قسم اس وقت تک دوستی نہیں ہو سکتی جب تک تم اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان نہ لے آؤ۔ اس نے پھر بھی اصرار کر کے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھ سے دوستی کر لیجیے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب دیا۔ یہ بار بار اپنی بات دہراتا رہا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے وہی جواب دیتے رہے۔ اس دوران اس نے اربد بن مقیس کی طرف دیکھا تو سمجھ گیا کہ اسے تو کچھ سوجھ ہی نہیں رہا۔ عامر بن طفیل نے اسے یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار سے وار کرے گا۔ اربد سے مایوس ہو کر اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکی دی۔ خدا کی قسم سن لیجیے! میں آپ کے خلاف پیادوں اور سواروں سے وادیاں اور پہاڑ بھر دوں گا۔ آپ بھلا ایسی دھمکیوں سے کہاں ڈرنے والے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی اطمینان سے کہا: اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ عَامِرَ بْنَ طُفَيْلٍ، اے اللہ عامر بن طفیل کی خباثت وشرارت کے مقابلے پر تو میرے لیے کفایت فرما۔ اس کے بعد یہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے گئے۔

معجزۂ نبوی ﷺ

عامر بن طفیل نے ہمیشہ دل میں یہ خیال کیا تھا کہ اربد بڑا بہادر اور تیز طرار جنگجو ہے۔ اس واقعہ کے بعد اس نے اربد کی طرف حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا: بخدا روئے زمین پر تجھ سے زیادہ میں اپنی جان کے بارے میں کسی سے نہیں ڈرتا تھا۔ لیکن آج تمھاری بزدلی ثابت ہو گئی ہے۔ خدا کی قسم اب میرے دل میں تمھارا کوئی خوف نہیں ہے۔ اربد نے جواب میں کہا: عامر تیرا باپ مرے، میرے بارے میں جلد بازی نہ کر، خدا کی قسم تو نے مجھے جو حکم دیا تھا میں نے اس پر عمل کرنے کا کئی بار ارادہ کیا، مگر ہر مرتبہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ اس (نبی پاک ﷺ) کے اور میرے درمیان تو کھڑا ہے۔ اگر میں تلوار مارتا ہوں تو تیرے اوپر ہی چلے گی۔ کیا میں تجھے تلوار مار دیتا۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۳۶)۔

عبرت ناک انجام

یہ لوگ اپنے علاقے کی طرف واپس چلے مگر اپنے علاقے میں نہیں پہنچے تھے کہ عامر بن طفیل

Marfat.com

کو طاعون کی بیماری نے آلیا۔ اس وقت یہ لوگ بنی سلول کی ایک عورت کے ہاں مقیم تھے۔ یہیں اس کی موت واقع ہوئی۔ موت سے پہلے اس نے یہ الفاظ کہے: یَا بَنِیْ عَامِر! اَغُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَكْرِ فِیْ بَيْتِ امْرَاَةٍ بِنِ سَلُوْلٍ۔ اے بنی عامر کیا بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں اونٹ کے پاؤں جیسی گلٹی۔ ابن ہشام کہتے ہیں: اس کے بعد سے یہ مقولہ بن گیا۔ اس طرح کی موت کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے۔ کیا اونٹ کے پاؤں جیسی گلٹی اور سلولیہ (عورت) کے گھر میں موت؟

قبولِ اسلام غیر مشروط

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی یہ واقعہ بیان کیا ہے، جس میں آپ نے حضرت مولہ بن جمیل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا عامر اَسْلِمْ، اے عامر! اسلام قبول کرلو۔ جواب میں اس نے کہا: چلیے میں آپ کی بات مان لیتا ہوں اور مسلمان ہوجاتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ سارے کے سارے دیہات میرے قبضے میں ہوں گے اور شہروں پر آپ کا حکم چلے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مشکل حالات میں بھی کبھی کسی کو مشروط طور پر اسلام میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اسلام کا تو معنی ہی خود سپردگی اور غیر مشروط طور پر سر تسلیم خم کرنا ہے۔ آپ نے اس کے اس مضحکہ خیز مطالبے پر پھر فرمایا: عامر مسلمان ہوجا۔ اس نے پھر وہی مطالبہ دہرایا۔

دھمکی اور اس کا جواب

جتنی مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی اتنی ہی مرتبہ تکرار کے ساتھ اس نے اپنی وہی رٹ لگائے رکھی۔ جب آپؐ نے حتمی طور پر انکار فرمادیا تو وہ غصے میں یہ بکتا ہوا چلا گیا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں ساری زمین کو تیرے خلاف نوجوان گھوڑوں اور بے ریش جواں مردوں سے بھر دوں گا اور ہر کھجور کے درخت کے ساتھ میں لازماً گھوڑا باندھوں گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی جامع بات فرمائی: اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ عَامِرًا وَاهْدِ قَوْمَهٗ۔ یعنی اے اللہ عامر کے مقابلے پر تو میرے لیے کافی ہوجا اور اس کی قوم کو ہدایت عطا کردے۔ آپ

Marfat.com

دیکھیے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضدی، اجڈ، خودغرض اور رعونت پسند کافر سردار کے بارے میں اللہ سے مدد طلب کرنے کے ساتھ اس کی قوم کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی۔ آپؐ تو پوری انسانیت کے لیے رحمت تھے۔ عامر کے حق میں آپ کے الفاظ ایک لحاظ سے بددعا ہے، مگر ساتھ ہی باقی ماندہ افرادِ قبیلہ کے لیے دردِدل کے ساتھ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت پانے کی دعا کی ہے۔(دلائل النبوۃ للبیهقی، ۵/ ۳۲۱)اس کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس دشمنِ خدا کی موت کا وہی واقعہ لکھا ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کے الفاظ ہیں: اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ عَامِرًا وَاھْدِ بَنِیْ عَامِرٍ۔ یعنی اے اللہ تو عامر کے مقابلے پر میرے لیے کافی ہو جا اور قبیلہ بنو عامر کے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔(مصنف ابن ابی شیبہ، ۶/ ۴۱۲)۔اس دعا کا نتیجہ تھا کہ عامر تو اپنے انجام کو پہنچا اور بنو عامر اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے۔

ذواللّسانین

حضرت مؤلہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی حافظ ابن عبدالبرؒ نے الاستیعاب میں لکھا ہے کہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے۔ انھوں نے ان کا نسب یوں بیان کیا ہے: مؤلہ بن کثیف الضبابی الکلابی العامری، یعنی یہ بنو عامر بن صعصعۃ کے فرد تھے۔ یہ بیس سال کے تھے جب انھوں نے اسلام قبول کیا اور قبولِ اسلام کے بعد سو سال زندہ رہے۔ یعنی ایک سو بیس سال عمر پائی۔ ان کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے انھیں ذواللسانین کہا جاتا تھا۔ ان کے بیٹے عبدالعزیز نے ان سے عامر بن طفیل والا واقعہ روایت کیا۔

بنو عامر کا خوش نصیب گھرانہ

حضرت مؤلہ رضی اللہ عنہ کی پوتی ظمیا بنت عبدالعزیز اپنے باپ سے بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے اپنے باپ (حضرت مؤلہؓ) سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں بیس سال کی عمر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے میرے دائیں ہاتھ پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور دعا دی۔ اس کے بعد مؤلہ اپنے اونٹ لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہوئے اور صدقہ کیا۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کا بیش تر وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں گزرا۔عامر بن طفیل وہی شخص ہے جس کا تذکرہ واقعہ بئرِ معونہ میں گزر چکا ہے، جہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ۷۰ میں سے ۶۹ صحابہ شہید ہو چکے تھے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے ماموں حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو اسی بدبخت نے بئرِ معونہ میں قتل کیا تھا۔اس واقعہ میں صرف حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ بچ گئے تھے، وہ بھی زخمیوں کے ڈھیر میں مقتول سمجھ کر چھوڑ دیے گئے تھے۔انھی کی زبانی بئرِ معونہ کا واقعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا۔

ایک اور گستاخ رسول کا انجامِ بد

عامر بن طفیل کا انجام تو اوپر گزر چکا ہے۔اب اربد کے بارے میں سنیے۔یہ جب واپس اپنی قوم کی طرف گیا تو انھوں نے اس سے پوچھا کہ کیا پیغام لے کر آیا ہے؟ اس نے کہا کوئی پیغام نہیں ہے، خدا کی قسم اس شخص [نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم] نے ہمیں ایک اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی، جسے ہم نے قبول نہیں کیا۔میری خواہش ہے کہ کاش وہ میرے سامنے آئے، میں اسے تیر مار کر قتل کر دوں۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس بغض اور کینے کا اعلان کرنے کے بعد وہ اللہ کے غضب سے کیسے بچ سکتا تھا۔ان الفاظ کے کہنے کے دو دن بعد ہی وہ اپنا اونٹ فروخت کرنے کے لیے بازار کی طرف گیا تو آسمان سے بجلی کڑکی اور وہ اپنے اونٹ سمیت جل کر راکھ ہو گیا۔مورخین بیان کرتے ہیں کہ عرب کے مشہور و معروف شاعر لبید بن ربیعہ اور اربد بن قیس کی ماں ایک تھی۔اس کی موت پر لبید کا لکھا ہوا مرثیہ بھی مورخین نے نقل کیا ہے:

مَا اِنْ تُعَدِّی الْمَنُونُ مِنْ اَحَد
لَا والدِ مُشْفِقٍ ولا وَلَدِ
فَجَعَنِی الْبَرْقُ وَالصَّوَاعِقُ بِالْ
فَارِسِ یَوْمَ الْکَرِیْهَةِ النَّجدِ

Marfat.com

يَعْفُوا عَلَى الْجُهْدِ وَالسُّؤَالِ كَمَا
يَنْبُتُ غَيْثُ الرَّبِيعِ ذُوْ الرَّصَدِ

موت کسی کو نہیں چھوڑتی، چاہے مشفق باپ ہو یا پیاری اولاد ہو۔

مجھے برق اور کڑک نے اس گھڑسوار کے بارے میں دکھ دیا جو خونریز جنگ کے موقع پر گھوڑے کی پیٹھ سے الگ نہیں ہوتا تھا۔

باوجود مشقت برداشت کرنے اور سوال کے پورا کرنے کے، وہ مٹ جاتا ہے، جیسا کہ موسم بہار کی بارش پر خودرو پودے اگتے ہیں (اور پھر مٹ جاتے ہیں)۔

قرآن کا ایمان افروز اندازِ بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ابن ہشام نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے کہ سورۃ الرعد کی یہ آیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور عامر اور اربد کے متعلق نازل ہوئی ہیں:

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ (الرعد ۱۳: ۸-۱۱)

اللہ ایک ایک حاملہ کے پیٹ سے واقف ہے، جو کچھ اس میں بنتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اس میں کمی بیشی ہوتی ہے اس سے بھی وہ باخبر رہتا ہے۔ ہر چیز کے لیے اس کے ہاں ایک مقدار مقرر ہے۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر، ہر چیز کا عالم ہے۔ وہ بزرگ ہے اور ہر حال میں بالاتر رہنے والا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص خواہ زور سے بات کرے یا آہستہ، اور کوئی رات کی تاریکی میں چھپا ہوا ہو یا دن کی روشنی میں چل رہا ہو، اس ذات بابرکات کے لیے یکساں ہیں۔ ہر شخص کے آگے اور پیچھے اس کے مقرر کیے ہوئے نگراں لگے ہوئے ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد

Marfat.com

الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۳۶-۹۳۸)

یہ آیات تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بندگانِ خدا کے متعلق ہیں۔ اس کے بعد کا حصہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں بدخواہوں [اور جملہ اسلام دشمنوں] کے بارے میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ ؕ وَ اِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ ۚ وَ مَا لَہُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ ○ ھُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ○ۚ وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ ۚ وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِہَا مَنْ یَّشَآءُ وَ ھُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰہِ ۚ وَ ھُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ○ؕ (الرعد ۱۳: ۱۱-۱۳)۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔ اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی، نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔ وہی ہے جو تمھارے سامنے بجلیاں چمکاتا ہے جنھیں دیکھ کر تمھیں اندیشے بھی لاحق ہوتے ہیں اور امیدیں بھی بندھتی ہیں۔ وہی ہے جو پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھاتا ہے، بادلوں کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور فرشتے اس کی ہیبت سے لرزتے ہوئے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ وہ کڑکتی ہوئی بجلیوں کو بھیجتا ہے اور (بسا اوقات) انھیں جس پر چاہتا ہے عین اس حالت میں گرا دیتا ہے جبکہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں۔ فی الواقع اس کی چال بڑی زبردست ہے۔

امام قرطبی نے ان آیات کی تفسیر میں ساری تفصیل بیان فرمائی ہے۔ (تفسیر قرطبی، مطبوعہ طہران، ج ۹، ۱۰، ص ۲۹۵-۲۹۸)

Marfat.com

ضمام بن ثعلبہ، سفیر سعد بن بکر

سعد بن بکر کا سفیر

ابن اسحاق کے حوالے سے امام ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ قبیلہ بنو سعد بن بکر کی طرف سے ضمام بن ثعلبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کے قاصد اور نمایندے کے طور پر مدینہ آیا۔ جب وہ مسجد نبوی کے باہر پہنچا تو اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اس کا گھٹنا باندھ کر مسجد نبوی کے اندر داخل ہوا۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ ضمام دلیر، جفاکش اور گھنے بالوں والا آدمی تھا۔ مجلس کے پاس جب پہنچا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچان سکا۔ اس نے سوال کیا: تم میں ابن عبدالمطلب کون ہے؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: میں ابن عبدالمطلب ہوں۔ اس پر اس نے آپؐ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تو آپؐ نے جواب دیا: ہاں فرمایئے۔ اس نے کہا: میں ایک سوال کرنے لگا ہوں اور پہلے ہی معذرت کرلوں کہ میرے سوال میں درشتی ہو تو اسے محسوس نہ کیجیے۔

بے تکلف گفتگو

آپؐ نے فرمایا: تو جو کہنا چاہتا ہے کہہ دے میں برا نہیں مانوں گا۔ اس پر اس نے کہا: میں آپؐ کو آپؐ کے معبود، آپؐ سے پہلے لوگوں کے معبود اور بعد میں آنے والے لوگوں کے معبود کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپؐ کو ہماری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ نَعَمْ، ہاں بخدا ایسا ہی ہے۔

Marfat.com

پھر اس نے وہی واسطہ دے کر پوچھا: کیا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ آپ ہمیں اس اکیلے (وحدہٗ) کی عبادت کی طرف بلائیں اور ہم کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ان تمام شریکوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے آباواجداد کرتے چلے آ رہے تھے؟ آپؐ نے فرمایا: اللّٰھم نعم۔ پھر اس نے مزید سوال اسی انداز میں کیے جس میں پانچ نمازوں کے بارے میں پوچھا، زکوٰۃ، روزوں، حج اور دیگر تمام فرائض واحکام کے بارے میں سوال پوچھے۔ آپؐ نے ہر ایک کا مثبت جواب دیا۔ اچھی طرح سے اپنا اطمینان کر لینے کے بعد ضمام بن ثعلبہ نے بہت خوب صورت بات کہی۔ وہ واقعی عظیم انسان اور دانش مند عرب سردار تھا۔

قبولِ اسلام

اس نے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَسَأُدِيَ هٰذِهِ الْفَرَائِضَ، اَجْتَنِبُ مَا نَهَيْتَنِي عَنْهُ، ثُمَّ لَا اَزِيْدُ وَلَا اَنْقُصُ، ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰى بَعِيْرِهٖ رَاجِعًا. میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میں ان تمام فرائض کو ادا کروں گا جن کا حکم دیا گیا ہے اور ان تمام باتوں سے اجتناب کروں گا جن سے روکا گیا ہے۔ میں اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کروں گا۔ یہ الفاظ کہہ کر اس نے الوداعی سلام کہا اور اپنے اونٹ کے پاس چلا گیا۔ اس دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنْ صَدَقَ ذَاتَ الْعَقِيْصَتَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ. اگر بالوں کی دو چوٹیوں والے نے سچ کہا ہے تو وہ اہل جنت میں سے ہے۔ ضمام بن ثعلبہ نے اپنے اونٹ کا گھٹنا کھولا، اس پر سوار ہوا اور چلا گیا۔ (مسند احمد، ح ۲۲۵۴)

کامیاب داعیِ حق

جب وہ اپنے قبیلے کے پاس آیا تو تمام لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس نے ان سے سب سے پہلی بات یہ کی کہ لات وعزیٰ کی بربادی ہو۔ یہ سن کر لوگ حیران رہ گئے اور انھوں نے کہا: اے ضمام! ایسی بات مت کر۔ برص، جذام اور جنون کے خطرناک امراض سے بچ اور لات وعزیٰ کی توہین مت کر۔ اس پر اس صاحب ایمان حضرت ضمام رضی اللہ عنہ نے کہا: ”ہلاکت کا راستہ اپنانے

Marfat.com

والو! یہ دونوں بت نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے دور میں اپنا رسولؐ مبعوث فرمایا ہے اور اس پر ایک کتاب نازل کی ہے۔ تم جس گمراہی میں پھنسے ہوئے ہو اس سے نکلنے کا راستہ میں تمھیں بتا سکتا ہوں۔ میں اللہ وحدہ لاشریک پر اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہوں۔ میں تمھارے پاس ان کی ہدایات میں سے وہ باتیں لے کر آیا ہوں کہ جس میں فرائض بھی ہیں اور ممنوع امور بھی ہیں۔ پھر اس نے پوری تعلیمات جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنی تھیں من وعن بیان کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان میں اتنی تاثیر پیدا کر دی کہ سورج غروب نہیں ہوا تھا کہ وہاں پر موجود تمام مرد و خواتین اسلام میں داخل ہو گئے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

مسنون دعا

اللہ کے رسولؐ نے ان بیماریوں سے اللہ کی پناہ مانگنے کے لیے امت کو دعا سکھائی ہے جن کا تذکرہ سعد بن بکر کے لوگوں نے کیا تھا اور جن کا اختیار اپنے بتوں کی طرف منسوب کیا تھا۔ یہ دعا حدیث میں یوں منقول ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَسَيِّئِ الْاَسْقَامِ۔ یعنی اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں برص، جنون، جذام اور ہر طرح کی بدترین بیماریوں سے۔ (سنن ابو داؤ، ح ۱۵۵۴، سنن نسائی، ح ۲۷۰، اُسدالغابة فی معرفة الصحابة اردو ترجمہ، ج ۲، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۸۷-۸۸، البداية و النهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۳۹-۹۴۰، سیرت بن ھشام، القسم الثانی، ص ۵۷۳-۵۷۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ کسی بھی قوم کا کوئی قاصد اور وفد ہم نے ایسا نہیں دیکھا جو ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے افضل و اعلیٰ ہو۔ چونکہ فتح مکہ کے بعد عزیٰ کا بت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسمار کیا تھا اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی مدینہ آمد یا تو فتح مکہ سے قبل تھی یا ان کے علاقے میں ابھی تک ان بتوں کی پوجا کا سلسلہ جاری تھا۔ وَاللّٰہ اَعلم۔

......❀......❀......❀......

Marfat.com

وفد اشعریین

(۷ھ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قبیلہ

قبیلہ اشعر کا تعلق سرزمین یمن سے تھا۔ یہ ایک بڑا قبیلہ تھا اور عربوں کے درمیان اسے بڑی عزت و توقیر بھی حاصل تھی۔ اس قبیلے کے لوگ ۷ھ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ وہ دور ہے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اسی قبیلے کے فرد تھے۔ آپؓ کو میدان جہاد میں بھی کارنامے سرانجام دینے کا شرف حاصل ہے اور وہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح حافظ قرآن اور مفسر قرآن بھی تھے۔ ان کو اللہ نے جولحنِ داؤدی عطا فرمایا تھا۔ اس کی تعریف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار فرمائی اور ان کی سریلی آواز کو لحنِ داؤدی کے مصداق قرار دیا۔ اس قبیلے کے ۵۳ افراد بحری جہاز کے ذریعے یمن سے حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔ سوئے اتفاق سے بادِمخالف نے جہاز کو جدہ کی بجائے حبشہ کے ساحل پر پہنچا دیا۔ ایک روایت کے مطابق حبشہ میں اس قبیلے کے لوگوں کی ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام سے ہوئی۔ اس زمانے میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی واپسی کے لیے رختِ سفر باندھ چکے تھے۔ چنانچہ یہ وفد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی روانہ ہوا اور خیبر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ (سیرت النبیؐ، شبلی نعمانی، حصہ دوم، ص ۳۲)

قابلِ تعریف لوگ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن اور اہلِ یمن کی بہت تعریف کی ہے۔ آپ نے فرمایا: اَلْاِیْمَانُ مِنَ الْیَمَنِ۔ یعنی اہل یمن کے اندر ایمان موجود ہے۔ صحیح بخاری میں بھی

Marfat.com

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل ہوا ہے۔امام مسلم کے مطابق اشعریوں کے وفد کی آمد پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً، وَاَلْيَنُ قُلُوْبًا، الْاِيْمَانُ يَمَانٍ، وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِيْ اَصْحَابِ الْاِبِلِ والسَّكِيْنَةُ وَالْوَقَارُ فِي اَهْلِ الْغَنَمِ. تمھارے ہاں یمن کے لوگ آئے ہیں جن کے اندر رقت قلب اور نرم دلی پائی جاتی ہے۔ایمان یمن سے ہے اور حکمت بھی یمانی ہے۔اونٹوں کے مالک فخر و تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں اور بکریوں والے سکینت و وقار کا مجسمہ ہوتے ہیں۔(مسلم، کتاب فضائل الصحابہؓ، صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قدوم الاشعریین بحوالہ: البدایۃ و النہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۴۴۹)

حقیقی محبت

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے، جس میں قبیلہ اشعر کے وفد کی آمد اور ان کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ وہ جوشِ ایمانی، مسرت اور فرطِ انبساط کے ساتھ شعر پڑھ رہے تھے:

غَدًا نَلْقِيْ الْاَحِبَّةْ

مُحَمَّدًا وَ حِزْبَهْ

کل ہم اپنے قلبی دوستوں سے ملیں گے۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے۔یہی شعر زاد المعاد، ج ۲، ص ۳۲ پر بھی ہے۔اس شعر کے اندر کس قدر اخلاص و محبت ہے۔دراصل یہ لوگ عظیم صفات کے مالک تھے اور انتہائی شائستہ مزاج اور مہذب بھی!

یہ وفد جب آپؐ کی خدمت میں آیا تو آپؐ سے انھوں نے کئی سوال کیے، جن میں سے ایک سوال یہ تھا کہ یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں اور آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ اپنے دین کے بارے میں آپ سے احکام سیکھیں۔ہم ابتدا میں تخلیقِ کائنات کی تفصیلات بھی جاننا چاہتے ہیں۔آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین و آسمان کو

Marfat.com

پیدا کیا۔ وَ کَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ اور اس کا تخت پانی پر تھا۔ اللہ ہمیشہ سے موجود تھا، جب کہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، ج ۱، ص ۴۵۳)

تمیم اور اشعر کا موازنہ

بنوتمیم کے لوگ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ اے بنوتمیم تمھیں بشارت ہو۔ بنوتمیم مال و دولت کے حریص تھے تو انھوں نے کہا آپؐ نے ہمیں بشارت تو دے دی ہے مگر ہمیں کچھ مال و زر بھی تو عطا فرمایئے۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ ظاہر ہے ایمان سے بڑھ کر اور کیا دولت ہو سکتی ہے اور اللہ کی رضا اور حصولِ جنت سے بڑا سرمایہ کیا ہو سکتا ہے۔ آپؐ نے یہی الفاظ بنواشعر کے لوگوں سے یوں کہے: اِقْبِلُوا الْبُشْرٰی اِذْلَمْ یَقْبِلْهَا بَنُوْ تَمِیْمٍ۔ یعنی اے بنی اشعر بشارت قبول کرو جو بنوتمیم کے لوگ قبول نہ کر پائے۔ اہل یمن کے دلوں میں مال و دولت کا لالچ نہیں تھا، یہ مستغنی لوگ تھے۔ یہ الفاظ سن کر انھوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بشارت قبول کرتے ہیں۔ امام ابن کثیرؒ نے البدایۃ والنہایۃ میں یہ واقعہ لکھتے ہوئے کہا ہے کہ بنوتمیم سے اہل یمن پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس پر یہ اشکال آتا ہے کہ بنوتمیم کا تذکرہ کیوں کیا گیا۔ اس کا جواب وہ خود ہی دیتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بنوتمیم پہلے آئے ہوں۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۴۴)

ایک توجیہہ

ہمارے نزدیک یہ وضاحت اطمینان بخش نہیں ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ بنوتمیم کے سردار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلے بھی آیا کرتے تھے اور آپ کو بطور کرایے کے فوجی اپنی خدمات پیش کیا کرتے تھے۔ تاریخ میں یہ واقعات موجود ہیں کہ یہ قبائل آپ کے مقابلے پر قریش کے ساتھ مل کر غزوۂ خندق میں آئے تھے اور بعد میں یہود کا مقابلہ کرنے کے لیے انھوں نے اپنی

Marfat.com

خدمات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کی تھیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لوگوں کو دنیوی حرص اور لالچ کے مقابلے میں ایمان اور آخرت کی کامیابی کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ پہلے کسی موقع پر آپ نے بنوتمیم کے سرداروں سے یہ بات کی ہو۔ ایک دوسرا احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ۸ ھ میں آنے والے وفود میں اہل یمن کا کوئی اور وفد آیا ہو اور اس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہو۔ اہل یمن کے بہت سے وفود وقتاً فوقتاً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

جس وفد کا تذکرہ ہم یہاں کر رہے ہیں وہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خیبر میں حاضری دی تھی۔ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش تھے۔ اسی موقع پر آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا تھا: وَاللّٰه مَا اَدْرِیْ بِاَیِّهِمَا اَسَرُّ، اَبِقُدُوْمِ جَعْفَرَ، اَوْ بِفَتْحِ خَیْبَرَ؟ یعنی بخدا (آج میں بہت خوش ہوں) اور میں نہیں کہہ سکتا کہ جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد میرے لیے زیادہ خوشی کا باعث ہے یا خیبر کی فتح؟

Marfat.com

وفد بنی کلب

ایمان وتصدیق کا شرف

بنوکلب عربوں کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ اس قبیلے کے دو وفود کا تذکرہ تاریخ میں ملتا ہے۔ دونوں وفد یکے بعد دیگرے مدینہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دونوں وفود میں دو دو نمایندے شامل تھے۔ ان وفود میں آنے والے لوگوں کے ناموں میں سے پہلے وفد کے دو نام عاصم اور عبدعمرو تاریخ میں ملتے ہیں۔ اس وفد نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آپؐ نے ان کے سوالوں کے جواب میں فرمایا: میں اللہ کا سچا نبی ہوں۔ پاکیزگی کی تعلیمات اور سچائی کا دین لے کر آیا ہوں۔ جس شخص نے مجھ سے منہ موڑا اور مجھ سے جنگ کی اس کے لیے خرابی اور مکمل تباہی ہے اور جو شخص مجھ پر ایمان لایا، میری تصدیق کی اللہ کے کام میں میرا مددگار بنا اور میرے ساتھ مل کر جہاد کیا اس کے لیے مکمل بھلائی اور کامیابی ہے۔ وفد کے دونوں ارکان شریف النفس اور سمجھ دار تھے۔ انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں غور سے سنیں اور بہ یک زبان کہا: اٰمَنَّا بِکَ وَصَدَّقْنَاکَ بِاَنَّ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کی تصدیق کرتے ہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔

عبدعمرو نے اپنے اشعار میں اپنے جذبات کا یوں اظہار کیا:

أَجِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذْ جَاءَ بِالْهُدٰى
وَأَصْبَحْتُ بَعْدَ الْجَحْدِ بِاللّٰهِ أَوْجَرَا
وَوَدَّعْتُ لَذَّاتِ الْقِدَاحِ وَقَدْ أَرٰى

Marfat.com

بِهَا سَدِكاً عُمرِىْ وَللَّهْوُ أصْورَا
وَآمَنتُ بِاللّٰهِ العَلِيُّ مَكَانُهُ
وَأصْبَحتُ لِلأوْثَانِ مَا عِشْتُ مُنكِرَا

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا جب وہ ہدایت کے ساتھ تشریف لائے اور اپنے اس ایمان کے اقرار اور کفر کے انکار کے بعد اللہ تعالیٰ سے اجر پانے کا امیدوار بن گیا۔

اور میں نے ناؤنوش (پیالہ وجام) کو ترک کردیا حالانکہ وہ میری زندگی میں ایک لازمی حصہ رہا تھا۔ میں ہمیشہ لہو ولعب کی طرف مائل رہا (لیکن آج اس سب کچھ سے ہاتھ اٹھا رہا ہوں)۔

میں اس اللہ پر ایمان لایا ہوں جس کی شان بہت ارفع واعلیٰ ہے اور میں نے تہیہ کرلیا ہے کہ زندگی کے آخری سانس تک بتوں سے برأت کا اظہار کرتا رہوں گا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱،ص ۳۳۴)

دوسرا وفد

یہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اخلاق اور مہمان نوازی سے بہت متاثر ہوئے۔ اسی قبیلے کا دوسرا وفد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس میں بھی دو آدمی ابن سعدانہ اور حارثہ بن قطن شامل تھے۔ یہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اسلام کی بنیادی تعلیمات حاصل کیں۔ ان کو رخصت کرتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک تحریری فرمان عطا فرمایا تھا جس کا مضمون یوں ہے:

وثیقۂ نبویؐ

یہ تحریر دومۃ الجندل کے باشندوں اور ان کے گردونواح میں رہنے والے بنو کلب کے لوگوں کے لیے ہے۔ جو محمد رسول اللہ کی طرف سے حارثہ بن قطن کے ذریعے ان تک

Marfat.com

پہنچائی جارہی ہے۔ بارانی اور غیر آباد زمین اسلامی ریاست کی ہوگی اور تمھاری آباد زمینیں اور باغات تمھارے ہوں گے۔ کھجور کے درختوں والے تمام علاقے تمھارے پاس رہیں گے۔ چشموں [اور باران] سے سیراب ہونے والی زمین پر عشر اور مصنوعی طریقے سے کنوؤں کے ذریعے سیراب ہونے والی زمین پر نصف عشر ہوگا۔ مال مویشیوں پر ظلم نہ کیا کرنا۔ نماز کو اس کے اوقات پر قائم کرنا اور زکوۃ پوری کی پوری ادا کرنا۔ تمھارے لیے تمام زمینیں چراگاہ ہوں گی، وہاں سے گھاس کاٹنے کی بھی کوئی ممانعت نہیں ہوگی۔ اس معاہدے کی پابندی تم پر بھی لازم ہے اور ہم پر بھی تمھاری خیر خواہی اور وفا کا حق ادا کرنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں میں سے جو لوگ بھی یہاں حاضر ہیں اس معاہدے کے گواہ ہیں۔

یہ وفد اس دستاویز کو لے کر اپنے قبیلے میں گیا اور لوگوں کے سامنے اسے پیش کیا۔ بنو کلب کے لوگوں نے اسے خوش دلی سے قبول کر لیا۔ (أسد الغابة فی معرفة الصحابة اردو ترجمہ، ج ۱، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۴۵۴، طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۳۳۴-۳۳۵)

……❀……❀……❀……

Marfat.com

وفد بنوزبید

معقول تجویز

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی عمرو بن معدیکرب کے فتح ایران میں بڑے تذکرے ملتے ہیں۔ یہ بہت بہادر اور بلند قامت انسان تھے۔ اپنی سواری پر سوار ہوتے تو عموماً ان کے پاؤں زمین کے ساتھ ٹکرا رہے ہوتے۔ ان کا تعلق قبیلہ بنوزبید سے تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ان تک پہنچی تو وہ اپنے قبیلے کے سردار قیس بن مکشوح المرادی کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے قیس! تم اپنی قوم کے سردار ہو اور ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ ارضِ حجاز میں ایک شخص کا تذکرہ بہت ہو رہا ہے، جس کا تعلق قریش سے ہے۔ اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ میری تجویز ہے کہ تم ہمیں اپنے ساتھ لے کر اس سے ملاقات کے لیے چلو تاکہ ہم پر اس کی حقیقت واضح ہو جائے۔ اگر وہ واقعی اللہ کا نبی ثابت ہو گیا تو پھر ہمیں اس کی اتباع کرنی چاہیے اور اگر اس کا دعویٰ جھوٹا ثابت ہوا تو بھی ہمیں علم ہو جائے گا۔ پھر ہم اس کی اتباع کرنے کی بجائے اسے اپنے پیچھے لگا لیں گے۔

تکبر و نخوت

عمرو کی یہ بات معقول تھی مگر سردار قبیلہ عربوں کے عام رواج و روایات کے مطابق غرور میں مبتلا تھا۔ اس نے کہا تمھاری یہ تجویز ناقابل قبول ہے، تمھاری یہ رائے احمقانہ معلوم ہوتی ہے۔ عمرو ایک بہادر انسان تھا۔ اسے اس جواب سے افسوس تو ہوا، مگر وہ مایوس نہیں ہوا بلکہ اس نے اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کا ارادہ کر لیا۔ جب انسان کی قسمت اس کا ساتھ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے حق کے راستے کھول دیتا ہے۔ عمرو بن معدیکرب نے فیصلہ کیا کہ وہ خود سفر کر کے

Marfat.com

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں۔ چنانچہ آپؐ کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوئے۔ آپؐ سے ملاقات کی تو دل نے گواہی دی کہ آپؐ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ پس وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور اسلام قبول کرلیا۔ یہ خبر جب سردار قبیلہ کو پہنچی تو وہ سخت غصے میں آیا اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی واپسی پر انھیں دھمکی دی کہ تو نے میری اجازت کے بغیر یہ فیصلہ کرلیا ہے اور میری رائے کے خلاف تو قریشی نوجوان کا پیروکار بن گیا ہے۔ (تمھیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا)۔

پرتاثیر اشعار

عمرو رضی اللہ عنہ ایک بہادر انسان تھے اور قبول اسلام نے تو انھیں اور بھی جری بنا دیا تھا۔ انھوں نے فی البدیہہ اشعار کہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی تعریف کی:

اَمَرْتُکَ یَوْمَ ذِیْ صَنْعَاءَ
اَمْرًا بَادِیًا رُشْدُہٗ
اَمَرْتُکَ بِاتِّقَاءِ اللّٰہِ
وَ الْمَعْرُوْفِ تَتَعُدُّہٗ
خَرَجْتَ مِنَ الْمُنٰی مِثْلَ
اَلْحِمِیْرِ غَرَّہٗ وَتُدُہٗ
فَلَوْ لَاقَیْتَنِیْ لَلَقِیْتَ
لَیْثًا فَوْقَہٗ لِبَدُہٗ
تُلَاقِیْ شَیًا شَنَنُ
اَلْبَرَائِنُ نَاشِزًا کِنُدُہٗ
ظَلُوْمُ الشِّرْکِ فِیْمَا
اَحْرَزْتُ اَنْیَابَہٗ وَیَدُہٗ

میں نے ذوصنعا کے دن تمھیں خیر و بھلائی کا مشورہ دیا تھا۔ میں نے تجھے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور نیکی کی راہ اپنانے کا مشورہ دیا تھا۔ تو آزمائش سے ڈر کر گدھے کی طرح

Marfat.com

بھاگ گیا، جس کے کھونٹے نے اسے دھوکے میں مبتلا کر دیا ہو۔ اگر تو میری بات مانتا تو ایسے نرم خو انسان [رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم] سے ملتا، جس کے اوپر نرم چادر ہے۔ تو ایک کھلے پنجوں والے شیر سے ملتا، جو کندہ کو منتشر کر دینے والا ہے، جو شرک کے اندھیروں کو اپنی بے مثال قوت سے شکست دینے والا ہے۔ (البدایۃ و النہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۴۶-۹۴۵)

فتنۂ ارتداد

ان اشعار میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے خصائل بیان کیے ہیں، مگر اسی تفصیلی قصیدے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی و محبت کا تذکرہ بھی کیا ہے اور کفر و شرک کے مقابلے میں ان کی قوت و ہیبت کو بھی بیان فرمایا ہے۔ سردارِ قوم کو غصہ تو بہت آیا، مگر وہ کچھ کر نہ سکا۔ اس کے بعد عمرو بن معدیکرب اپنی قوم بنو زبید کے درمیان ہی مقیم رہے۔ اب ان کے سردار فروہ بن مسیک تھے۔ بدقسمتی کی بات یہ ہوئی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب فتنہ ارتداد پھیلا تو عمرو بن معدیکرب بھی اس کا شکار ہو گیا اور اسلام کا انکار کر کے مرتد بن گیا۔ پھر قسمت نے یاوری کی اور اللہ نے دوبارہ دل کی آنکھیں کھول دیں اور جلد ہی پھر اسلام کی طرف پلٹ آیا اور اب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس قدر پختہ مسلمان ثابت ہوا کہ اس کی قسمت پر لوگ رشک کرتے ہیں۔ جنگ قادسیہ میں ان کی شہادت ہوئی۔ اس سے قبل نہاوند کے معرکے میں بھی بڑے کارنامے سرانجام دیے، جو یادگار ہیں۔

مورخین نے، بالخصوص ابن اسحاق نے، رائے دی ہے کہ عمرو بن معدیکرب کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ثابت نہیں، اس لیے وہ صحابہؓ کی صف میں شمار نہیں ہوتے۔ اس حوالے سے ان کی ایک نظم کا شعر بھی پیش کیا جاتا ہے:

انني بالنبي موقنة نفسي
وان لم ار النبي عيانا

میرا قلب و ذہن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا ایمان و یقین رکھتا ہے، اگرچہ میں نے

Marfat.com

اپنی آنکھوں سے ان کی زیارت نہیں کی۔

اس کے جواب میں امام ابن کثیر اور دیگر مورخین بالخصوص ابن عبدالبرؒ، صاحب الاستیعاب کہتے ہیں کہ عمرو بن معدیکرب ۹ھ اور بعض کے نزدیک ۱۰ھ میں مدینہ آیا تھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تھی۔ ہماری رائے بھی یہی ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کا مذکورہ شعر اور نظم اس زمانے کی ہے جب وہ اپنے سردار کے حجاز جانے سے انکاری ہونے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بن دیکھے ایمان لے آئے تھے اور جو صفات مختلف وفود سے انھوں نے سن رکھی تھیں انھی کی روشنی میں انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں وہ قصیدہ لکھا۔ یہ شعر بھی اسی زمانے کے لگ بھگ ہوگا۔ بعد میں وہ وفد لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہوں گے اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہوں گے۔ اسی لیے عام الوفود میں ان کا اور بنو زبید کے وفد کا تذکرہ ملتا ہے۔ (البدایۃ والنھایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۲۴۶)

مورخ ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ، میں وفد زبید کا تذکرہ کیا ہے جس کے مطابق یہ لوگ مدینہ منورہ میں آئے اور یہ دس افراد تھے۔ ان کے قائد عمرو بن معدیکرب زبیدی رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں آکر ٹھہرے جنھوں نے ان کی بہت آؤ بھگت کی۔ پھر وہی ان کو لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر ان لوگوں نے اسلام قبول کیا اور کئی دن مدینہ میں مقیم رہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کو انعامات سے بھی نوازا۔ پھر یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر خوش خوش اپنے علاقے میں واپس چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، م بیروت، ص ۳۲۸)

Marfat.com

جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تحسین

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی یمن کے قبیلہ بُجیلہ سے تھا۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث بھی نقل کی ہیں۔ خود اپنی آمد کا تذکرہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ کا قصد کیا۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا اور اپنے تھیلے کو کھول کر نیا جُبہ پہنا۔ پھر میں مدینہ میں داخل ہوا۔ جب میں مسجد نبوی کے قریب پہنچا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ لوگ میری طرف متوجہ ہیں۔ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا تذکرہ فرمایا ہے، جواب میں اس نے کہا کہ ہاں اپنے خطبے کے دوران ہی آپ نے فرمایا تھا: **یدخل علیکم من ھذا الباب من خیر ذی یمن الا ان علی وجھہ مسحۃ ملک۔** اس دروازے سے اہل یمن میں سے ایک بہترین آدمی تمھارے پاس آئے گا مگر اس کے چہرے پر شاہانہ علامات ہیں۔ میں نے یہ سنا تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان اقدس سے میرا ذکرِ خیر کیا ہے۔ (البدایۃ و النھایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۴۹)

قبول اسلام کا اعلان

وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو آپ نے فرمایا: جریر کس مقصد کے لیے آئے ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول

Marfat.com

کرنے آیا ہوں۔ یہ سن کر آپ خوش ہوئے اور آپ نے میرے اوپر چادر ڈال دی۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْاہُ ۔ جب تمھارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت واکرام کرو۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ میں جب سے مسلمان ہوا ہوں، مجھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مجلس میں آنے سے کبھی محروم نہیں رکھا۔ آپ نے جب بھی مجھے دیکھا ہے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ دیکھا ہے۔ ایک روایت میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھا گھوڑ سوار نہیں ہوں، گھوڑے پر جب بھی بیٹھتا ہوں جم کر نہیں بیٹھ سکتا۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا: اللّٰھم ثبته واجعله هاديا مهديا۔ اے اللہ اسے (گھوڑے کی پیٹھ پر) مضبوطی وثبات عطا فرما اور اسے ہادی ومہدی بنادے۔ (البدایۃ والنھایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۵۰)

بیعتِ رسولؐ

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا حال بھی بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس موقع پر میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے لیے مجھے کون سی شرائط پوری کرنی پڑیں گی؟ تو آپ نے فرمایا میں تجھے اپنی بیعت میں لیتا ہوں اس شرط پر کہ تو اللہ کی عبادت کرے گا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا۔ نماز قائم کرے گا، زکوٰۃ ادا کرے گا۔ ہر مسلم کی خیر خواہی کرے گا اور شرک سے بے زاری کا اظہار کرے گا۔ (سنن نسائی)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کے وقت بنیادی ایمانیات اور ارکانِ اسلام کے ساتھ معاملات میں حسنِ اخلاق کی بھی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مختلف مواقع پر ان ہدایات میں کمی بیشی بھی نظر آتی ہے، مگر بنیادی تعلیمات ہر موقع پر بیعت کرنے والے مردوں اور

Marfat.com

خواتین کے سامنے واضح کی جاتی تھیں۔ خواتین سے بیعت کے لیے قرآن مجید میں خصوصی ہدایات بھی نازل فرمائی گئیں:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الممتحنۃ ۶۰: ۱۲)۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب مومن عورتیں ہجرت کر کے تمھارے پاس آئیں (ان کے مومن ہونے کی) جانچ پڑتال کرلو اور ان کے ایمان کی حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر جب تمھیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انھیں کفار کی طرف واپس نہ کرو۔ نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار ان کے لیے حلال۔ ان کے کافر شوہروں نے جو مہر ان کو دیے تھے وہ انھیں پھیر دو۔ اور ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ تم ان کے مہران کو ادا کردو۔ اور تم خود بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رہو۔ جو مہر تم نے اپنی کافر بیویوں کو دیے تھے وہ تم واپس مانگ لو اور جو مہر کافروں نے اپنی مسلمان بیویوں کو دیے تھے انھیں وہ واپس مانگ لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے، وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔

بت شکنی

قبیلہ بنو خثعم اور قبیلہ بُجیلہ کے لوگوں نے یمن میں ایک عبادت خانہ بنا رکھا تھا جسے وہ خانہ کعبہ کا مقابل سمجھتے تھے اور اس کا نام رکھا ہوا تھا الکعبۃ الیمانیہ۔ یہ لوگ بیت اللہ شریف کو کعبہ مکی اور بیت المقدس کو کعبہ شامی کہتے تھے۔ اس عبادت گاہ کا نام ذوالخلصہ بت کے نام پر کعبۃ ذوالخلصہ بھی مشہور تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم اس بت خانے کو منہدم نہیں کر سکتے؟ تو انھوں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے

Marfat.com

لیے دعا کیجیے میں اچھا گھوڑ سوار بن جاؤں۔ چنانچہ آپؐ نے ان کے حق میں وہ دعا کی جس کا اوپر تذکرہ ہوا ہے۔ پھر انھوں نے جا کر اس عمارت کو منہدم کر دیا۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۵۰)

اس وفد کا تذکرہ أسدالغابة میں بھی ملتا ہے اور طبقات ابن سعد میں بھی، مگر زیادہ تفصیل امام ابن کثیرؒ نے دی ہے۔ البتہ ہم نے بہت زیادہ تفصیل سے ہٹ کر اختصار کے ساتھ ان واقعات کو یہاں نقل کر دیا ہے۔ (أسدالغابة فی معرفة الصحابة اردو ترجمہ، ج ۱، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۳۶۵-۳۶۷، طبقات ابن سعد، ج ۱ م بیروت، ص ۳۴۷-۳۴۸)

......❀......❀......❀......

Marfat.com

وفد حضر موت

محبت فاتح عالم

یمنی عربوں کے ایک اہم مقتدر قبیلے کا نام بنوحمیرؔ ہے۔ یمن میں طویل عرصے تک ان کی بادشاہت قائم رہی۔ ان کے علاوہ بھی مختلف ادوار میں بادشاہوں کے کئی دیگر خاندان برسر اقتدار رہے، مگر ان میں سے بنوحمیر زیادہ معروف تھے۔ اسی طرح حضر موت کے سرداروں کو بھی بادشاہت کا درجہ حاصل تھا۔ یمن کے حضرمی خاندان کا جو وفد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس کا قائد ابوعمر وائل بن عبدالبرّ بن وائل بن حجر بن ربیعہ بن وائل الحضرمی تھا۔ اس کے باپ تک حضر موت میں اس خاندان کی حکومت رہی تھی۔ اس وفد کی آمد سے پہلے آپؐ نے صحابہ کرام کو خوش خبری سناتے ہوئے فرمایا: یاتیکم بقیة ابناء الملوک، یعنی تمھارے پاس (یمن) کے بادشاہوں کی اولاد میں سے باقی ماندہ لوگ آرہے ہیں۔ جب ابوعمر آپ کے پاس پہنچا تو آپؐ نے اس کا پرتپاک استقبال کیا۔ اس کے اعزاز میں آپؐ نے اپنی چادر بچھا دی اور اس پر اپنے ساتھ اسے بٹھایا۔ اس کے بعد آپؐ نے دعا کی: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْ وَائِلِ وَوَلَدِہٖ وَوَلَدِ وَلَدِہٖ۔ یعنی اے اللہ وائل کے خاندان، اس کی اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد کو برکت عطا فرما۔'' (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۵۰)۔ یہ ہے داعیٔ کامل اور ہادیٔ اعظمؐ کا اخلاق و کردار۔ اسی کو محبت فاتح عالم کہا جاتا ہے۔ آپ جہاں ذرا سا بھی خیر دیکھتے ان لوگوں کے دل جیت لینے کی سعی فرماتے اور اللہ آپ کو اس میں کامیابی سے نوازتا۔ جملہ اہلِ ایمان بالخصوص داعیانِ حق کے لیے اس واقعہ میں اسوۂ کامل ہے۔ وباللہ التوفیق!

Marfat.com

وفد کی حضر موت کو واپسی

کچھ دن یہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقیم رہے پھر آپ نے ان کو حضر موت کی طرف روانہ فرمایا اور انھیں تین خط لکھ کر دیے۔ ان خطوط میں سے ایک مہاجر بن ابی امیہؓ کی طرف تھا۔ دوسرا خط دیگر سرداروں کے نام تھا اور تیسرے خط (وثیقے) میں ابوعمر کے نام یمن کی جاگیر لکھ کر دی تھی۔ روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ نے نوجوان صحابی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو بھی اس وفد کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ سے پا پیادہ چلے تھے، جب کچھ سفر کے بعد انھوں نے وائل سے شدت تپش کی شکایت کی تو اس نے کہا میری اونٹنی کے سائے میں چلو۔ انھوں نے کہا کہ آپ مجھے اپنے پیچھے بٹھالیں تو وائل نے کہا: بادشاہوں سے ایسے مطالبے نہیں کیا کرتے۔ یہ سردار کافی لمبے عرصے تک زندہ رہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ان کے پاس آیا۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ انھوں نے اسے اتنی عزت دی کہ اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور سفر کی وہ بات بھی یاد کرائی۔ اس پر اسے بڑی شرمندگی ہوئی اور اس نے کہا اے کاش! میں نے اس عظیم آدمی کو جس نے پیچھے سوار ہونے کا مطالبہ کیا تھا اپنے آگے بٹھایا ہوتا اور خود اس کے پیچھے بیٹھتا۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۵۱)

ایک اشکال اور ہماری ناقص رائے

ہر چند کہ یہ واقعہ ابن کثیر کے علاوہ دیگر معروف مورخین نے مستند حوالوں سے نقل کیا ہے، مثلاً ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں اور ابن الاثیر الجزری نے اُسد الغابہ میں اسی روایت کو درج کیا ہے۔ (اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ اردو ترجمہ، ج ۳، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۳۳۱-۳۳۲، طبقات ابن سعد، ج ۱، م بیروت، ص ۳۳۹-۳۴۰)۔ اس کے باوجود راقم کو اس کی ثقاہت میں خاصا اشکال والتباس نظر آتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب یہ وفد مدینہ میں آیا تو حالات تنگ دستی و عسرت اور مالی مشکلات والے نہ تھے کیوں کہ مکہ فتح ہو چکا

Marfat.com

تھا۔ دوسرے اتنے لمبے سفر پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اپنے کسی ساتھی کو روانہ فرماتے تو اس کے لیے سواری کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما قریش کے سب سے بڑے اور مال دار قبیلے بنوامیہ کے چشم و چراغ تھے۔ یہ ممکن نہیں کہ ان کے پاس سواری کا انتظام نہ ہو۔ اس لیے اوپر بیان کردہ سوال اور جواب کی توجیہہ مشکل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دوران سفر ان کی سواری یمنی سردار کی سواری سے آگے نکل گئی ہو اور اس نے اس پر اعتراض کیا ہو کہ بادشاہوں سے سبقت کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں وہ آپ کے پاس آیا ہو تو انھوں نے اپنی روایت کے مطابق اسے مکمل اعزاز و اکرام بخشا ہو، اس پر اس نے تبصرہ کیا ہو کہ اے کاش! میں (اس سفر میں) اس عظیم شخص کے آگے چلنے کی بجائے اس کے پیچھے چلتا۔ (عرب سرداروں اور بادشاہوں کے مزاج میں یہ چیز بہر حال موجود تھی کہ وہ اپنا مقام اور رعب و دبدبہ ہر حال میں قائم رکھنے کے آرزومند ہوتے تھے۔ اسلامی تعلیم اور تربیت کے نتیجے میں ان عادات میں بتدریج تبدیلی رونما ہوتی چلی گئی۔) وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب!

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن ابی عقیل کی آمد

دل کا انقلاب

عرب کے مشہور قبیلے بنو ثقیف کی ایک شاخ کے لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جن کی قیادت عبدالرحمٰن بن ابی عقیل کر رہا تھا۔ وہ خود بیان کرتا ہے کہ میں ایک وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو مسجد نبوی کے باہر ہم نے اپنے اونٹ بٹھا دیے۔ ہم مدینہ آ تو گئے تھے لیکن سچی بات یہ ہے کہ ہم جس شخص کے پاس آئے تھے، دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی آدمی ہمیں ناپسندیدہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ پھر جب ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بخدا دنیا بھر کے تمام انسانوں میں اس شخص سے زیادہ کوئی انسان ہمیں محبوب نہیں رہا تھا۔ ہم نے ان کو دیکھتے ہی ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے۔

ہم میں سے ایک شخص نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلاَ سَئَلْتَ رَبَّکَ مُلْکًا کَمُلْکِ سُلَیْمَانَ۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنے رب سے بادشاہت کے لیے وہ دعا نہیں کی جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی بے مثال بادشاہی کے لیے کی تھی۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور پھر فرمایا:

یومِ حشر کی شفاعت

تمھیں کیا معلوم کہ شاید تمھارا ساتھی اللہ کے نزدیک سلیمانؑ اور اس کی عظیم الشان سلطنت سے زیادہ افضل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اسے ایک خاص دعا عطا فرمائی۔ اللہ کے انبیا میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی ضرورت اور پسند کے مطابق دعا کی، کسی نے [دین کی قوت وحشمت کی

Marfat.com

خاطر] دنیا کے لیے، کسی نے نافرمان قوم کی تباہی کے لیے اور جو دعا بھی ان انبیا نے مانگی اللہ نے قبول فرمالی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی ایک دعا کا اعزاز عطا فرمایا۔ میں نے اسے روزِ حشر کے لیے محفوظ کرلیا ہے۔ لشفاعة امتی یوم القیامة یعنی قیامت کے دن میں اس دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے استعمال کروں گا۔ (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۵۴، اُسدالغابة فی معرفة الصحابة اردو ترجمہ، ج ۲، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۳۹۷-۳۹۸)

سبحان اللہ کتنا عظیم احسان ہے، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس امت پر جس کا حال آج یہ ہے کہ زبانی محبت کے دعوے تو کرتے ہیں، مگر اسوۂ رسولؐ پر مکمل عمل درآمد سے روگردانی بلکہ بعض اوقات بغاوت کے مرتکب ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے اور ہماری اصلاح کا راستہ کھول دے۔ ہم یہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں، جس میں آپ کے عظیم مرتبے اور شان کا تذکرہ ہے، جب آپ کو مقامِ محمود پر سرفراز کیا جائے گا۔ امام بخاریؒ نے یہ حدیث صحیح بخاری میں نقل کی ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ و قَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُونَ لَوْ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ أَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ذَنْبَهُ فَيَسْتَحِي ائْتُوا نُوحًا فَإِنَّهُ أَوَّلُ رَسُولٍ بَعَثَهُ اللَّهُ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ سُؤَالَهُ رَبَّهُ مَا لَيْسَ لَهُ بِهِ عِلْمٌ فَيَسْتَحِي فَيَقُولُ ائْتُوا خَلِيلَ الرَّحْمَنِ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ ائْتُوا مُوسَى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللَّهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ قَتْلَ النَّفْسِ بِغَيْرِ نَفْسٍ

Marfat.com

فَيَسْتَحِي مِنْ رَبِّهِ فَيَقُولُ ائْتُوا عِيسَى عَبْدَ اللَّهِ وَرَسُولَهُ وَكَلِمَةَ اللَّهِ وَرُوحَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ ائْتُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَأْتُونِي فَأَنْطَلِقُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنَ لِي فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ يُقَالُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَقُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُدْخِلُهُمْ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ إِلَيْهِ فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي مِثْلَهُ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُدْخِلُهُمْ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَقُولُ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُقَالَ أَبُو عَبْد اللَّهِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ يَعْنِي قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى:خَالِدِينَ فِيهَا۔ (صحیح بخاری، کتاب تفسیرالقرآن، باب قول اللّٰہ: وعلم آدم الاسماء کلھا، ح۴۲۰۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مومن قیامت کے دن جمع ہوں گے اور کہیں گے کہ کاش ہمارے رب کے سامنے کوئی ہماری شفاعت کرے۔ پس وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے۔ آپ عالم بشریت کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا اور ہر چیز کے اسما کا آپ کو علم عطا فرمایا۔ پس آپ اللہ سے ہماری شفاعت کریں کہ اس مقام سے ہمیں راحت عطا فرمائے۔ آدم علیہ السلام کہیں گے کہ میں اس کا مستحق نہیں ہوں۔ وہ اپنی غلطی کا تذکرہ کریں گے اور زبان کھولنے سے شرمائیں گے۔ وہ لوگوں کو نوح علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے، جو (ان کے بعد) اہل زمین کی طرف اللہ کے پہلے رسول مبعوث کیے گئے۔ ان کے پاس لوگ آئیں گے تو وہ بھی معذرت کر دیں گے اور انھیں ابراہیم خلیل اللہ کی طرف بھیجیں گے۔ ابراہیم خلیل اللہ بھی معذرت کرتے ہوئے لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجیں گے، جن سے اللہ نے کلام فرمایا اور جنھیں تورات عطا فرمائی۔ جب لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو

Marfat.com

وہ بھی معذرت کریں گے کہ ان سے ایک ناحق قتل ہو گیا تھا۔ وہ کہیں گے عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے، اس کے رسولؑ، اس کے کلمہ اور اس کی روح سے ملقب ہیں۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی معذرت کریں گے اور کہیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو اللہ کے وہ محبوب بندے ہیں، جن کی اگلی اور پچھلی سب خطائیں اللہ نے معاف فرمادی ہیں۔ پس وہ میرے پاس آئیں گے۔ میں معذرت نہیں کروں گا۔ میں چل پڑوں گا اور اپنے رب سے اجازت مانگوں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی۔ مجھے جب اپنے رب کی زیارت کے بعد اجازت ہوگی تو میں سجدے میں گر جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا تو مجھ سے فرمائے گا۔ (اے محمد!) سر اٹھاؤ، مانگو تمھیں عطا کر دیا جائے گا، کہو تمھاری بات سنی جائے گی، شفاعت کرو اسے قبول کیا جائے گا۔ پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اللہ کی وہ حمد بیان کروں گا جو اس نے مجھے سکھائی ہے۔ پھر میں شفاعت کروں گا، ایک خاص حد تک مجھے لوگوں کو جنت میں داخل کرنے کی اجازت ملے گی۔ جب یہ لوگ داخل ہو جائیں گے تو میں پھر اپنے رب کی طرف رجوع کر کے وہی عمل دہراؤں گا۔ اس پر بھی مجھے ایک حد تک اجازت ملے گی اور اس کے مطابق لوگ جنت میں چلے جائیں گے۔ تیسری بار پھر میں یہی عمل دہراؤں گا اور ہر مرتبہ ایک مخصوص تعداد کو جنت میں داخلہ دلواؤں گا۔ جب میں چوتھی مرتبہ اپنے رب کے سامنے جاؤں گا تو کہہ دیا جائے گا اب آگ میں وہی لوگ رہ گئے ہیں جن کو قرآن نے وہاں روک رکھا ہے یعنی جن کے بارے میں قرآن میں دائمی جہنم واجب ہے یعنی اللہ کا فرمان: خٰلِدِیْنَ فِیْهَا۔ (ہمیشہ اس میں رہیں گے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی روایات میں لفظ مقامِ محمود بھی ملتا ہے اور یہی وہ مقام ہے جو اس حدیث میں بھی بیان ہوا ہے۔

Marfat.com

بنو اسد

بنو اسد بن خزیمہ ۹ھ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ واقدی کے مطابق یہ دس افراد تھے۔ ان کی قیادت حضرمی بن عامر کر رہا تھا۔ ان میں ضرار بن ازور، وابصہ بن معبد، طلیحہ بن خویلد (جس نے بعد میں نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا، لیکن جلد ہی اس سے تائب ہوا اور پھر اسلام میں داخل ہوا اور بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا)، نقادہ بن عبداللہ بن خلف، قتادہ بن القایف، سلمہ بن حبیش وغیرہ شامل تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ا، ص ۲۹۳-۲۹۲)

ہدایت، اللہ کا احسان ہے

ان لوگوں کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دعوتی وفد نہیں گیا تھا۔ ان لوگوں نے مدینہ میں آ کر یہ کہا کہ ہم تو خود آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے تو نہ ہماری طرف کوئی فوج بھیجی اور نہ ہی دعوتی وفد۔ گویا یہ اپنی آمد اور اسلام کی طرف مائل ہونے کو بطور احسان جتلا رہے تھے۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کچھ نہیں فرمایا: مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا جواب دیا: يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ (الحجرات ۴۹:۱۷)۔ یہ لوگ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان سے کہو اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو، بلکہ اللہ تم پر اپنا احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کی ہدایت دی، اگر تم واقعی اپنے (دعوائے ایمان میں) سچے ہو۔

بہترین ناقہ بطور ہدیہ

اس قبیلے کی مختلف شاخوں میں سے ایک کا نام بنو الزنیہ تھا۔ پس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا: انتم بنور شدہ۔ تم بنورشدہ ہو یعنی ہدایت یافتہ لوگوں کی اولاد ہو۔ یہ لوگ اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ اس وفد میں سے ایک فرد حضرت نقادہ بن عبداللہ بن خلف رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ تم لوگ اونٹوں کے مالک اور ان کی اچھائیوں سے واقف ہو۔ کیا تم مجھے کوئی ایسی اونٹنی ہدیۃً دے سکتے ہو جو سواری کے لیے بھی بہترین ہو اور دودھ بھی بہت دیتی ہو، مگر اس کے ساتھ اس کا بچہ نہ ہو۔ اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تلاش کرتا ہوں۔ تلاش بسیار کے بعد بھی ایسی اونٹنی نہ ملی، مگر اس کے ایک چچازاد بھائی کے پاس ایسی اونٹنی تھی۔ جب اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اس کے سامنے پیش کی تو اس نے اپنی اونٹنی بلا جھجک پیش کر دی۔

برکت کی دعا

یہ صحابی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اونٹنی لے کر آئے تو آپ نے کہا اس کا دودھ نکالو اور انھوں نے ایک برتن میں دودھ نکالا۔ آپ نے خود بھی پیا اور جو بچا ہوا تھا وہ ان کو دیا۔ آپ نے اونٹنی واپس کرتے ہوئے فرمایا: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْھَا وَفِیْمَنْ مَنَحَھَا۔ اے اللہ اس اونٹنی میں برکت دے اور جس نے یہ اونٹنی عطا کی اسے بھی برکت سے مالا مال فرما۔ اس پر حضرت نقادہ نے عرض کیا: یارسول اللہ وفیمن جاء بھا تو آپ نے فرمایا: وفیمن جاء بھا۔ یعنی انھوں نے عرض کیا تھا کہ جو اس کو لے کر آیا ہے اس کے لیے بھی برکت کی دعا فرمایئے تو آپ نے ان کے لیے بھی برکت کی دعا فرمائی۔ (البدایۃ والنھایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۵۵)

نفع بخش تجارت

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ اور ان کی بہن خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بڑے جہادی معرکوں میں حصہ لیا اور بہادری کے کارنامے تاریخ میں ثبت کیے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے پہلے بہت مال دار تھے۔ ان کے پاس ایک ہزار اونٹ تھے۔ قبول

Marfat.com

اسلام کے بعد انھوں نے اپنا بیش تر مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے عام عربوں کی طرح وہ شراب نوشی میں بھی مبتلا تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر انھوں نے فرمایا:

تَرَکْتُ الْخُمُوْرَ وَضُرِبَ الْقِدَاحُ
وَاللَّهْوُ تَعَلَّلَهٗ وَابْتِهَالَا
وَکَرِّی الْمُجَبَرِ فِیْ غَمْرِهٖ
وَجُهْدِیْ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ قِتَالَا
فَیَارَبِّ لَاتَغْبِنَنْ صَفْقَتِیْ
فَقَدْ بِعْتُ اَهْلِیْ وَمَالِیْ بِدَالَا

میں نے بادہ نوشی ترک کر دی ہے اور ظروفِ ناؤنوش و بادہ توڑ ڈالے ہیں۔

میں اس ذات کا مطیع فرمان ہو گیا ہوں جو بہت بلند شان والی ہے۔ اس کی عظمت کی کوئی انتہا نہیں۔

میں نے اپنا پورا زور [دورِ جاہلیت میں] اہل اسلام سے جنگ و جدال میں لگا دیا تھا۔

اے میرے رب! اب میں نے تیری راہ میں اپنی جان، مال اور تمام اہل وعیال کو فروخت کر دیا ہے۔ پس اے میرے مالک! میری اس تجارت کو کبھی گھاٹے میں مبتلا نہ کرنا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ضرار کے اشعار سن کر خوش ہوئے اور فرمایا: لَقَدْ رَبِحَتْ تِجَارَتُکَ۔ یعنی تیری تجارت نفع بخش ہے، اس میں گھاٹے کا کوئی خطرہ نہیں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۹۲، ۲۹۳، اُسد الغابۃ، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۲، ص ۸۴)۔

......❀......❀......❀......

Marfat.com

وفدِ جُذام

حزب اللہ

غزوۂ خیبر سے قبل بنو جذام کے ایک شخص رفاع بن زید بن عمیر الجذامی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے آپ کی خدمت میں ہدیۃً ایک غلام پیش کیا اور خوش دلی سے اسلام قبول کرلیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رفاع بن زید کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون ابن سعد نے یوں بیان کیا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ لِرِفَاعَةَ بْنِ زَيْدٍ اِلٰى قَوْمِهٖ وَمَنْ دَخَلَ مَعَهُمْ يَدْعُوْهُمْ اِلَى اللّٰهِ فَمَنْ اَقْبَلَ فَفِيْ حِزْبِ اللّٰهِ وَمَنْ اَبٰى فَلَهٗ اَمَانُ شَهْرَيْنِ. اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ مکتوب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے رفاع بن زیدؓ کو دیا گیا ہے، جسے وہ اپنی قوم تک پہنچائیں گے۔ یہ خط ان سب لوگوں کے لیے بھی ہے جو اسلام میں داخل ہوئے اور [دوسرے لوگوں کو] اللہ کی طرف دعوت دی۔ جو اس دعوت کو قبول کرلے وہ حزب اللہ کا حصہ بن جائے گا اور جو انکار کرے اس کے لیے دو ماہ کی امان اور مہلت ہے۔ اس دوران وہ فیصلہ کرلے کہ اسے کون سا راستہ اپنانا ہے۔

حضرت رفاع رضی اللہ عنہ یہ مکتوب گرامی لے کر اپنی قوم کے پاس آئے تو ان کی قوم نے اسلام قبول کرلیا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۵۴)

ایک عظیم سردار، قابل فخر مومن

ابن سعد نے ابن قیس بن ناکل جذامی کے حوالے سے لکھا ہے کہ بنو جذام کے ایک ...

Marfat.com

فروہ بن عمرو بن نافرہ بہت مشہور تھے۔ سلطنت روم کی طرف سے شام کے ایک علاقے میں انھیں عامل مقرر کیا گیا تھا۔ وہ معان میں رہتے تھے اور گردونواح کے عرب قبائل پر ان کی حکومت تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیکھ کر یہ بھی مسلمان ہو گئے، جب ان کے قبول اسلام کی خبر روم پہنچی تو انھیں روم بلایا گیا۔ قیصر کے دربار میں پہنچے، وہاں انھیں گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا، مگر وہ اپنے اسلام پر ثابت قدم رہے۔ پھر فیصلہ ہوا کہ ان کی گردن اڑا دی جائے، مگر وہ ذرّہ برابر بھی نہ ڈگمگائے۔ بہرحال انھیں پھانسی کے ذریعے موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ اس موقع پر انھوں نے جو اشعار کہے ان میں سے ایک شعر ابن سعد نے لکھا ہے:

اَبْلِغْ سَرَاةَ المؤمنینَ بأَنَّنِیْ
سِلْمٌ لِرَبِّیْ أَعْظُمِیْ وَمَقَامِیْ

قائد المسلمینؐ اور جملہ مومنین کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ میں اسلام پر قائم ہوں اور اپنا سب کچھ، جان اور جسم کی ہر ہڈی اپنے رب کے سپرد (بڑے اطمینان سے) کرنے والا ہوں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۵۵)۔

زنداں خانے میں اشعار

امام ابن کثیرؒ نے پوری نظم نقل فرمائی ہے، جو حضرت فروہ بن عمروؓ نے زنداں خانے میں فی البدیہہ کہی، اس کے کچھ اشعار ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

طرقت سلیمی موھنا اصحابی
والروم بینَ الباب والقروان
صَدَّ الْخیالُ وَسَائَهٗ مَا قَدْ رَاٰی
وھممت ان اغفی وقد ابکانی
لَاتَکْحلَنَّ الْعَیْنَ بَعْدِیْ اِثْمَدًا
سلمٰی وَلَا تدنِیَنَّ لِلْاِنْسَانِ

Marfat.com

وَلَقَدْ عَلِمَتْ اَبَا كُبَيْشَةَ اَنَّنِیْ
وَسْطَ الْاَعِزَّةِ لَا يُحَصُّ نِسَانِیْ
فلئن هلكت لتفقدن اخاكم
ولئن بقيت ليعرفن مكانی
ولقد جمعت اجل ما جمع الفتی
من جودة وشجاعة وبيان

رات کے کسی لمحے سلمیٰ نے میرے دوستوں سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا اور پھر میرے زنداں خانے کے دروازے پر دستک دی۔ اس وقت رومی دروازے کے باہر اپنے جانوروں اور کتوں کے پانی پلانے کے مخصوص برتنوں کے درمیان گھوم رہے تھے۔

اپنی محبوبہ (بیوی) کی اس خیالی تصویر نے میری نیند اڑا دی۔ میں کچھ دیر کے لیے نیند کی آغوش میں جانا چاہتا تھا، مگر اس کے غم نے مجھے غم زدہ کر دیا۔

اے سلمیٰ میری شہادت کے بعد اپنی آنکھوں میں کبھی سرمہ نہ لگانا اور نہ کسی انسان کے لیے بناؤ سنگھار کرنا۔

اے ابوکبیشہ! تو میرے بارے میں خوب جانتا ہے کہ بڑے بڑوں کا رعب و دبدبہ اور سختی بھی میری زبانِ حق کو بند نہیں کر سکتی۔

اگر میں ہلاک ہو گیا تو تم اپنے (بہادر و مخلص) بھائی کو کہیں نہ پاسکو گے۔ اور اگر میری زندگی باقی رہی تو تمھیں یقیناً میرے مقام و مرتبے کا علم ہو جائے گا۔

ایک جواں مرد اپنے اندر شجاعت و بہادری، فصاحت و بلاغت اور سخاوت، فیاضی کے جوہر جمع کر سکتا ہے (الحمد للہ) اس سے کہیں بڑھ کر یہ سب جوہر میرے اندر موجود ہیں۔

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فروہ رضی اللہ عنہ ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہوئے۔ انھیں پھانسی لگا دیا گیا، مگر انھوں نے جھکنے سے انکار کر دیا۔ سلمیٰ عرب شعرا کے عام قاعدے کے مطابق

Marfat.com

تشبیب ہے، مگران کے اشعار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض فرضی نام اور استعارہ نہیں بلکہ یہ ان کی زوجہ محترمہ کا نام ہے، تاہم عربوں کے معروف شاعرانہ انداز کے مطابق یہ تشبیب کہلاتا ہے۔ شاعر نے اس کے لیے صیغہ مذکر استعمال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں میاں بیوی کے درجات بلند فرمائے۔ رَحِمَهَا اللّٰه ورَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ وَاَرْضَاهُ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ. علامہ ابن کثیرؒ کے نزدیک حضرت فروہ رضی اللہ عنہ کو فلسطین میں ایک چشمے کے قریب پھانسی لگایا گیا، جس کا نام عفریٰ تھا۔ بعض روایات کے مطابق پھانسی لگانے سے پہلے انھیں تلوار سے قتل کیا گیا، پھر ان کے جسد خاکی کو بعد از شہادت پھانسی پہ لٹکا دیا گیا۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۵۵-۹۵۴، سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، ص ۵۹۱-۵۹۲)۔

استقامتِ مومنانہ اور قیصر کا خوف

حضرت فروہ بن عمرو الجذامی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں سورۂ توبہ کے دیباچے میں کیا ہے، جس میں ان کی ثابت قدمی اور شہادت کا حوالہ دے کر وہ کہتے ہیں: ''جب حضرت فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے قیصر نے کہا کہ یا ترک اسلام کرو جس کے نتیجے میں تم کو نہ صرف رہا کیا جائے گا بلکہ تمھیں اپنے عہدے پر بھی بحال کیا جائے گا یا اسلام جس کے نتیجے میں تمھیں سزائے موت دی جائے گی۔ انھوں نے ٹھنڈے دل سے اسلام کو چن لیا اور راہِ حق میں جان دے دی۔ یہی واقعات تھے جنھوں نے قیصر کو اس ''خطرے'' کی حقیقی اہمیت محسوس کرائی جو عرب سے اٹھ کر اس کی سلطنت کی طرف بڑھ رہا تھا۔'' (تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۱۶۹)

بنی فزارہ کا وفد

قحط کی شکایت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں بنی فزارہ کا وفد حاضر ہوا۔ یہ دس سے زیادہ افراد پر مشتمل تھا۔ اس وفد میں خارجہ بن حصن، حارث بن قیس بن حصن شامل تھے جو چچا بھتیجا تھے۔ حارث وفد کا سب سے چھوٹا رکن تھا۔ یہ جن سواریوں پر سوار ہو کر آئے وہ بہت لاغر تھیں۔ انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہی اپنے اسلام اور ایمان کا تذکرہ کیا۔ آپ نے محبت و اپنائیت سے ان کے قبیلے اور علاقے کے متعلق سوال کیا تو ارکان وفد میں سے ایک نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت شدید قحط نے ہمیں آلیا، بارشیں رک گئیں، کھیت و باغات خشک ہوگئے ہیں، مویشی ہلاک ہوگئے ہیں اور ہمارا پورا قبیلہ اور ہمارے اہل وعیال تباہی کی زد میں ہیں، پس ہمارے لیے دعا کیجیے (فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا)۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اپنی حالت بھی دیکھی تھی اور ان کی سواریوں پر بھی نظر پڑی تھی، جو قحط کی وجہ سے کمزور اور نڈھال تھیں۔ پس آپؐ اسی وقت منبر پر تشریف لے گئے اور یہ دعا فرمائی:

دعائے رسولؐ

اَللّٰھُمَّ اَسْقِ عِبَادَکَ وَبَھَائِمَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ وَاَحْیِ بَلَدَکَ الْمَیِّتَ، اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْئًا مَرِیْعًا طِبَقًا وَاسِعًا عَاجِلًا غَیْرَ اٰجِلٍ نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ، اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا سُقْیَا رَحْمَۃٍ وَلَا سُقْیَا عَذَابٍ، وَلَا ھَدْمٍ، وَلَا غَرَقٍ، وَلَا مُحِقٍ، اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا الْغَیْثَ وَانْصُرْنَا عَلَی الْاَعْدَاءِ۔ اے اللہ اپنے بندوں اور اپنے

Marfat.com

چوپائیوں کو سیراب فرمادیجیے، اپنی رحمت کو عام کردیجیے، اپنے مردہ ملک کو زندگی عطافرمادیجیے۔ اے اللہ ہمیں بارانِ رحمت سے سیراب فرمادے، ایسی بارش جو ہمہ گیر اور وسیع ہو، خوش گوار اور تازگی بخشنے والی ہو، جو جلدی نازل ہو، تاخیر سے نہ آئے، جو بارانِ رحمت بن کر نفع دے اور کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ اے اللہ ہمیں وہ بارانِ رحمت عطا فرما جو باعث عذاب نہ ہو، نہ در و دیوار گرانے والی ہو، نہ ڈبو دینے والی ہو اور نہ تباہی پھیلانے والی ہو۔ اے اللہ ہمیں بارش سے خوب سیراب کردے اور دشمنوں کے مقابلے میں نصرت و فتح عطا فرما۔

(سنن ابو داؤد، حدیث ۵۹۴۵، بر اویت حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ)

مورخین و محدثین بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فوراً بارش برسادی اور چھ دنوں تک لوگوں کو آسمان نظر نہ آیا۔ ظاہر ہے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دعا قبولیت کا درجہ پایا کرتی تھی۔ جب بارش ضرورت سے زیادہ ہونے لگی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ سے دعا کی:

اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ۔ یعنی اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش کو لے جا، ہم سے اسے روک دے، ٹیلوں اور پہاڑوں، پتھروں اور چٹانوں، وادیوں کے نشیب و فراز اور جنگلات میں اسے منتقل کردے۔ (متفق علیہ)

یہ دعا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم کی ہی تھی کہ مدینہ منورہ اور گرد و نواح کے علاقے سے بادل پھٹ کر یوں غائب ہوئے جس طرح پرانا کپڑا پھٹ جاتا ہے۔ یعنی آسمان بالکل صاف ہو گیا۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۵۶، اُسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۱، ص ۵۹۰-۵۹۱)

ابن سعد نے طبقات الکبریٰ جلد اول کے صفحہ ۲۹۷ پر اس وفد کی آمد کا واقعہ لکھا ہے۔

Marfat.com

وفد اَزد

بندۂ مومن کا اپنے بھائیوں کے لیے اکرام

صُرد بن عبداللہ الازدی رضی اللہ عنہ سترہ افراد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ راستے میں یہ عظیم صحابی فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرے۔ [جن کی شہادت کا ذکر پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے]۔ حضرت فروہ رضی اللہ عنہ نے ان کا بہت پرتپاک انداز میں استقبال واکرام کیا اور اپنے پاس دس دن تک ان کو مہمان ٹھہرایا۔ پھر یہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے ان میں سے سب سے افضل رکن صرد بن عبداللہ الازدی کو ان کا امیر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ جن لوگوں نے اسلام قبول کرلیا ہے انھیں اسلام پر عمل کرنے کی تعلیم وہدایات دی جائیں اور قرب وجواب کے مشرک اور کافر قبائل (اگر اسلام کی مخالفت پر کمربستہ رہیں) تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے۔

جنگی حکمت عملی

جرش کے لوگوں نے اسلام کی مخالفت پر کمرہمت باندھ رکھی تھی۔ حضرت صرد رضی اللہ عنہ نے ان پر چڑھائی کی اور طویل محاصرے کے بعد جنگی حکمت عملی کے تحت محاصرہ اٹھا کر پہاڑ کے دامن کی طرف چلے گئے۔ اہلِ جُرش نے اسے اپنی فتح اور مسلمانوں کی ہزیمت وپسپائی سمجھا اور بے خوف ہوگئے۔ جب یہ لوگ قلعے سے باہر نکل کر کھلے میدان میں آئے تو حضرت صرد رضی اللہ عنہ نے ان پر زوردار حملہ کردیا جس کے نتیجے میں یہ شکست سے دوچار ہوگئے۔ پھر اہل جُرش اسلام میں کیسے داخل ہوئے اس کا تذکرہ وفد جرش کے احوال میں آگے آرہا ہے۔ (طبقات ابن سعد،

Marfat.com

۳۳۷-۳۳۸، البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۷ ۹۴)

دعویٰ اور اس کی حقیقت

علامہ ابن کثیر نے ابونعیم کی کتاب معرفة الصحابه کے حوالے سے قبیلہ ازد کے ایک دوسرے وفد کی آمد کا تذکرہ بھی کیا ہے، جس میں حضرت علقمہ بن مرثد بن سوید رضی اللہ عنہ نے اپنے دادا سوید بن حارث کے حوالے سے بیان کیا ہے میں اپنی قوم کا ساتواں آدمی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ ہم آپؐ سے ملے اور آپ سے گفتگو کی تو آپ ہمارے ناک نقشے اور لباس کو دیکھ کر تعجب سے پوچھنے لگے: تم کون لوگ ہو، ہم نے جواب دیا: مومنون۔ اس پر آپ نے مسکرا کر کہا: ان لكل قول حقيقة، فما حقيقة قولكم وايمانكم یعنی ہر قول اور دعوے کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تمھارے اس قول اور ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ سوید کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: پندرہ خصائل ہماری حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔ آپ کے قاصدوں نے ان میں سے پانچ ہمیں وہ بتائے جن پر ایمان لانا ضروری تھا، ہم ایمان لے آئے اور پانچ پر ہمیں عمل کرنے کا حکم دیا، جو ہم نے تسلیم کرلیا ہے اور پانچ پر ہم جاہلیت کے زمانے سے کاربند تھے، جن پر ہم اب تک قائم ہیں۔ ہاں ان آخری پانچ میں سے اگر آپ کسی کو ناپسند کریں تو ہم ترک کردیں گے۔

پانچ پانچ خصائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی پانچ باتیں کون سی ہیں؟ ہم نے عرض کیا کہ آپ کے حکم کے مطابق ہم ایمان رکھتے ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ پر، (۲) اس کے فرشتوں پر، (۳) اس کی کتابوں پر، (۴) اس کے رسولوں پر اور (۵) موت کے بعد دوبارہ زندگی پر۔ آپ نے پوچھا دوسری پانچ باتیں کون سی ہیں؟ ہم نے عرض کیا: (۱) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (۲) نماز قائم کریں، (۳) زکوٰۃ ادا کریں، (۴) رمضان کے روزے رکھیں اور (۵) استطاعت ہو تو بیت

Marfat.com

اللہ کا حج کریں۔ آپ نے فرمایا: تیسری پانچ چیزیں کون سی ہیں جو جاہلیت کے دور سے تم کرتے آئے ہو۔ ہم نے جواب دیا: (۱) خوش حالی میں اللہ کا شکرادا کرنا، (۲) مصیبت میں صبر کا دامن نہ چھوڑنا، (۳) قضاوقدر کے فیصلوں پر راضی رہنا، (۴) میدان جنگ میں ثابت قدمی دکھانا اور (۵) دشمنوں کو گالی نہ دینا۔

حکماو علما

یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا: حکماء، علماء۔ تم لوگ حکمت وعلم کے مالک ہو۔ تمھاری سمجھ اور تفقہ انبیا کے قریب ہے۔ آپؐ نے فرمایا: سنو! اب میں مزید پانچ چیزوں کا اضافہ کرتا ہوں تاکہ تمھاری بیس خصلتیں پوری ہو جائیں (۱) جو تم کھاتے نہیں اسے جمع نہ کرو، (۲) جس میں رہتے نہیں وہ مکان نہ بناؤ، (۳) اس چیز کی رغبت وشوق نہ رکھو جسے کل تمھیں ترک کرنا ہے، (۴) اس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، جس کی طرف تمھیں لوٹنا ہے اور حساب دینا ہے اور (۵) اس چیز کی رغبت وشوق دل میں پیدا کرو، جس میں تمھیں دائمی طور پر رہنا ہے۔ ان لوگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے مزید پانچ باتیں سنیں تو انھیں پلے باندھ لیا اور اس پر اخلاص کے ساتھ عمل پیرا ہو گئے۔ پھر یہ لوگ خوش خوش اپنے قبیلے کی طرف واپس چلے گئے۔ (ایضاً، ص ۶۱-۹۶۰، اُسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۲، ص ۵۹-۶۰)

یہ خصائلِ مومنانہ کسی بھی فرد اور قوم کے لیے دنیا میں سربلندی اور آخرت میں سرخروئی کی ضمانت ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رحمہم اللہ انھی صفات کے حامل تھے۔ اسی لیے دنیا میں ان کو اللہ نے عزت وشان سے نوازا تھا اور آخرت میں ان کے لیے اپنی رضا کا وعدہ فرمایا تھا۔ ہم آج اس وجہ سے زوال وادبار اور ذلت ورسوائی کا شکار ہیں کہ ہم ان صفات سے عاری ہو گئے ہیں۔ العیاذ باللہ!

Marfat.com

وفد جُرش

قلعہ بند قبیلہ

وفد ازد جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، اس کے سردار حضرت صرد بن عبداللہ الازدی رضی اللہ عنہ کو رخصت کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ وطن واپس جا کر اپنے قریب رہنے والے مشرک قبائل کو دعوت دیں اور اگر وہ قبول نہ کریں تو ان کے ساتھ جہاد کریں۔ ان کے قریب جُرش کے شہر میں ایک یمنی قبیلے کے لوگ رہتے تھے۔ یہ لوگ بڑے ہنر مند تھے اور عرب ہونے کے باوجود یہودیوں کی طرح انھوں نے قلعے بھی بنا رکھے تھے اور توپیں، منجنیقیں اور دیگر آلات حرب وضرب بھی جمع کر رکھے تھے۔ گرد ونواح کے قبائل کو یہ کبھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ان کے قریب ہی ایک دوسرا قبیلہ، قبیلہ خثعم بھی رہائش پذیر تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے پڑوسی ہونے کے علاوہ دوست اور حلیف بھی تھے۔

لشکر اسلام کا حملہ اور قلعے کا محاصرہ

جیسا کہ وفد ازد کے تذکرے میں اوپر گزر چکا ہے، انھوں نے دعوت اسلامی کو ٹھکرا دیا تو حضرت صرد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان پر چڑھائی کی۔ یہ لوگ باہر نکل کر لڑنے کی بجائے قلعہ بند ہوگئے۔ ان کے شہر کے گرد ایک مضبوط فصیل تھی۔ قبیلہ خثعم نے بھی اپنے جوان اور اسلحہ اہل جرش کی مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ حضرت صرد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کئی دن تک جاری رہا، مگر کامیابی نہ ملی۔ آخر حضرت صرد رضی اللہ عنہ نے ایک جنگی تدبیر سوچی اور محاصرہ اٹھا کر پہاڑ کے دامن کی طرف چلے گئے۔ اس پہاڑ کا نام شکر بیان کیا گیا ہے۔ اہل جُرش کے دل میں یہ

Marfat.com

زعم باطل پیدا ہوا کہ بنواز ڈر کر بھاگ گئے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ شہر کے دروازے کھول کر باہر نکل آئے اور مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ جونہی یہ پہاڑ کے قریب پہنچے حضرت صرد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اب شکار تمھاری زد میں ہے۔ چنانچہ انھوں نے پلٹ کر جب حملہ کیا تو اہل جرش کو خون میں نہلا دیا۔ اور ان کی ساری شیخی خاک میں ملا دی۔

جب اہل جرش کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی اور انھوں نے اس کا انکار کر دیا تھا تو اسی وقت انھوں نے اپنے دو نمایندے مدینہ کی طرف روانہ کیے کہ وہ وہاں جا کر حالات کو دیکھیں اور اہلِ مدینہ کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ ایک دن بعد نماز عصر یہ دونوں نمایندے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علیک سلیک کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ شکر نامی پہاڑ کہاں پر ہے؟ انھوں نے کہا شکر پہاڑ کو تو ہم نہیں جانتے۔ البتہ ہمارے علاقے میں ایک پہاڑ کُشر ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں، یہ کُشر نہیں بلکہ شکر ہے۔ اس پر وہ دونوں سوالیہ انداز میں بولے کہ اس علاقے کی کوئی خبر ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ کے [حکم سے] اونٹ وہاں ذبح کیے جا رہے ہیں۔ یہ کچھ نہ سمجھ سکے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔

اصل حقیقت کی خبر

پھر وہ دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر بیٹھ گئے اور ان کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا۔ یہ سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قریبی ساتھیوں نے ان کو بتایا کہ اللہ کے بندو تم فوراً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے جاؤ۔ یہ تو تمھاری قوم کی ہلاکت کی خبر ہے۔ اللہ کے رسولؐ سے درخواست کرو کہ تمھارے قبیلے کے لیے بچاؤ کی دعا فرمائیں۔ جب وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ درخواست پیش کی تو آپؐ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ ارْفَعْ عَنْھُمْ۔ اے اللہ! اہل جُرش پر سے ہلاکت کا کوڑا اٹھا لے۔ (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۴۸، سیرۃ بن هشام، القسم الثانی ص ۸۸-۵۸۷)

Marfat.com

یہ دونوں مسلمان ہو گئے اور واپس اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: مَرْحَبًا بِكُمْ اَحْسَنُ النَّاسِ وُجُوْهًا وَاَصْدَقُهُ لِقَاءً وَاَطْيَبُهُ كَلَامًا وَاَعْظَمُهُ اَمَانَةً! اَنْتُمْ مِنِّىْ وَاَنَا مِنْكُمْ۔ [قبول اسلام پر] خوش آمدید، تمام انسانوں میں سے خوب صورت لوگو، سب سے بہترین میل ملاقات رکھنے والے لوگو! پاکیزہ کلام اور امانتوں کی بہترین حفاظت کرنے والو، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۳۸)

جب یہ دونوں جرش پہنچے اور یہ بات اپنے قبیلے کے لوگوں کو بتائی تو انھوں نے کہا اسی دن، اسی وقت پہاڑ کے دامن میں ہمارے اوپر حملہ ہوا تھا اور ہمارے بہت سے آدمی جنگ میں مارے گئے تھے۔ انھیں یقین ہو گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۹۴۸)

شکست کے بعد یہ لوگ واپس اپنے شہر کی طرف بھاگے اور اندر داخل ہو کر قلعے کے دروازے بند کر لیے۔ اس دوران دو افراد جن کا اوپر تذکرہ ہوا ہے، بھی واپس آ چکے تھے، چنانچہ سردارانِ قبیلہ نے اپنا ایک وفد قبول اسلام کے لیے مدینہ بھیجا۔ وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر ملا۔ اپنے احوال بیان کیے اور پورے قبیلے کی طرف سے اسلام قبول کرنے کی بات کی۔ پھر یہ بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ (البداية والنهاية، ایضاً محولہ بالا)

[حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس قبیلے میں بھی فتنوں نے سر اٹھایا مگر جلد ہی اسلامی فوجوں نے حالات پر قابو پا لیا۔ یہ تذکرہ اگلے صفحات میں آئے گا۔]

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر

وفد جُرش میں شامل ارکان کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستاویز بھی عطا فرمائی تھی۔ جس میں ان کے لیے انتظامی امور کا خاکہ درج تھا۔ تحریر کا مضمون یہ ہے:

یہ تحریر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اہلِ جُرش کے نام ہے۔ یہ لوگ اسلام لانے کے وقت جن محفوظ چراگاہوں کے مالک تھے وہ اب بھی ان ہی کی ملکیت میں رہیں گی۔

Marfat.com

دیگر زمینیں عوامی استعمال کے لیے بطور چراگاہ استعمال ہوں گی کہ عوام یہاں اپنے مویشی چرائیں اور اس سے جس طرح چاہیں استفادہ کریں۔ جس کی اپنی چراگاہ موجود ہو وہ اپنی چراگاہ میں مویشی چرائے۔ عوامی چراگاہ کو ان لوگوں کے لیے مختص رکھا جائے جن کی ذاتی زمینیں اور چراگاہیں نہ ہوں۔ اگر اپنی چراگاہیں رکھنے والے اس حکم کی پابندی نہ کریں تو ان کے مویشی ضبط کیے جاسکیں گے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر لکھی تھی اور اس کے دو گواہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور کاتبِ دستاویز حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما تھے۔

اس وفد کی آمد کا تذکرہ أسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد سوم، صفحہ ۷۱ پر بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ ناشر مکتبہ الاسلامیہ، تہران۔

Marfat.com

وفد عمان

بنو ازد کا ایک معروف قبیلہ تو وہ ہے جو حضرت صرد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، جس کا تذکرہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ ایک دوسرا قبیلہ ازد عمان کے نام سے معروف ہے۔ اس قبیلے تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچ چکی تھی، جو آپؐ کے مشہور صحابی حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے پہنچائی گئی تھی۔ اس قبیلے کے لوگ مسلمان ہو گئے اور انھوں نے اسلام کی تعلیمات کو صدقِ دل سے قبول کر لیا، پھر انھوں نے ایک وفد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔

احسان کا بدلہ

اس وفد کا سربراہ ازد عمان کا مشہور سردار اسد بن یبرح الطاحی تھا۔ جب یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انھوں نے آنحضور سے درخواست کی کہ ہم نے اسلام قبول تو کر لیا ہے مگر ہمیں اسلام کی مزید تعلیمات کی تشریح کے لیے کسی معلّم کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے صحابہ کی طرف دیکھا تو آپ کے صحابی حضرت مدرک بن خوط المعروف محربہ العبدی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے یہ خدمت کرنے کا موقع دیجیے، کیونکہ اس قبیلے کا میرے اوپر ایک پرانا احسان ہے۔ ایک جنگ میں جو "یوم جنوب" کے نام سے معروف ہے، میں قید ہو گیا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے رہا کر کے میرے اوپر احسان کیا۔ آپؐ نے اپنے صحابی کی یہ درخواست قبول فرمائی اور ان لوگوں کے ساتھ انھیں عمان کی طرف بھیج دیا۔

دل چسپ مکالمہ

کچھ عرصے کے بعد سلمہ بن عیاذ الازدی عمان سے ایک وفد لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے دل چسپ انداز میں سوال پوچھا کہ آپ کس ہستی کی عبادت کرتے ہیں اور کس منزل کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے ایمان اور عبادات کی وضاحت فرمائی۔ انھوں نے اسلام کو صدق دل کے ساتھ قبول کرلیا۔ پھر انھوں نے عرض کیا: (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ''اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْمَعَ کَلِمَتَنَا وَالْفَتنَا'' فَدَعَا لَھُمْ۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے قبیلے کو دین حق پر مجتمع کردے اور ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا کردے۔ چنانچہ آپ نے ان کے لیے دعا کی۔ یہ پورا وفد اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے علاقے کی طرف چلا گیا۔ (طبقات ابن سعد، ج۱، ۳۵۱)

......❀......❀......❀......

Marfat.com

وفد ہمدان

دعوتی مشن

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے قبیلہ ہمدان کی طرف دو مرتبہ اپنے صحابہؓ کو بھیجا کہ اس قبیلے کو اسلام کی دعوت دیں۔ پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تھے، مگر قبیلے کے لوگوں نے ان کی دعوت وتبلیغ کو ٹھکرا دیا۔ بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو ان کی دعوت نے لوگوں کو متاثر کیا اور ان میں سے کئی لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر ان لوگوں نے اپنا وفد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ اس وفد میں ہمدان کے مشہور سردار قیس بن عمرو بن مالک الہمدانی تھے۔

جب وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ انھوں نے عرض کیا: ''یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اَتَیْتُکَ لِاُمِنَ بِکَ وَأَنْصُرَکَ '' یارسول اللہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ پر ایمان لاؤں (اور آپ کی جدوجہد میں) آپ کا مددگار بن جاؤں۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ''مرحباً بک'' خوش آمدید۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میرا جو پیغام ہے تم اسے اپنے قبیلہ ہمدان کو پہنچانے کا فرض ادا کرو گے؟ انھوں نے عرض کیا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں یہ کام ضرور کروں گا۔'' چنانچہ آپ نے ان کو بھی یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ اپنی قوم کی طرف جائیں اور وہی فریضہ ادا کریں جو اس سے پہلے دو اہم اور معروف صحابہ کے سپرد ہوا تھا۔

بنو ہمدان کا قبولِ اسلام

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت قیس رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کی طرف گئے اور

Marfat.com

انھیں اسلام کی دعوت دی۔ سب لوگوں نے بخوشی اسلام قبول کرلیا۔ سب نے غسل کیا، نئے کپڑے پہنے اور قبلہ رخ ہو گئے۔ پھر انھوں نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو اپنا نمایندہ بنا کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپؐ کو اطلاع دی کہ میرا قبیلہ مسلمان ہو چکا ہے اور انھوں نے مجھے آپؐ کی طرف بھیجا ہے کہ میں آپ سے مزید ہدایات حاصل کرسکوں۔ آپ نے فرمایا: ''نِعْمَ وَافِدُ الْقَوْمِ قَیسٌ''، قیس اپنی قوم کا بہترین نمایندہ ہے۔ پھر آپؐ نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر محبت سے اپنا ہاتھ پھیرا اور انھیں ایک وثیقہ لکھ کر دیا جس میں ان کی قوم کے لیے ہدایات بھی تھیں، اور یہ خوش خبری بھی کہ جب تک وہ سمع وطاعت پر قائم رہیں گے، وہ اللہ اور اس کے رسول کی حفاظت میں ہوں گے۔ اسی وثیقے میں نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھی تھا۔ ساتھ ہی ان کے علاقے کی تمام زمینوں، چراگاہوں، وادیوں اور ٹیلوں کو ان کی ملکیت قرار دیا گیا۔ زکوٰۃ اور عشر کے اصول بھی ان کو بتائے گئے۔ (طبقات ابن سعد، ج ا، ص ۳۴۰-۳۴۱)

تحسین نبویؐ

ابن سعد نے اس قبیلے کے مزید وفود کا تذکرہ بھی کیا ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مختلف اوقات میں حاضر ہوتے رہے۔ ایک مرتبہ آپؐ کی خدمت میں ایک وفد آیا جس میں مالک بن نمیط اور حمزہ بن مالک ہمدانی بھی تھے، جو ذوالمشعار کے نام سے معروف تھے۔ جب یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو ان لوگوں نے بہت خوب صورت لباس اور دیباج کی قبائیں پہن رکھی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''نعم الحی ھمدانُ ہمدان بہترین قبیلہ ہے۔ یہ جدوجہد پر صبر کرنے والے اور بہت جلد فتح پانے والے ہوں گے۔ ان میں اسلام کے عمائدین اور ابدال کثرت سے پائے جاتے ہیں۔'' (ایضاً، ص ۳۴۱)۔ اس قبیلے کی خوش نصیبی کے کیا کہنے جن کی تحسین میں صادق ومصدوقؐ نے یہ زریں الفاظ استعمال فرمائے۔

Marfat.com

نعتِ رسولؐ

مالک بن نمط نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کئی اشعار بھی پڑھے۔ جن میں سے چند ایک درج کیے جاتے ہیں:

ذکرت رسولَ اللّٰہ فی فحمة الدُجی
ونحن باعلی رحرحان وصلدد
وهن بنا خوصٌ طلائح تغتسل
برکبانها فی لاحبٍ متمدد

میں نے کفر کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا جب ہم اپنی اونٹنیوں پر سوار تھے اور وہ ہمیں بلندیوں سے نشیب کی طرف لا رہی تھیں۔ لمبے سفر نے ہم کو تھکا دیا تھا، مگر یہ بڑی ہمت سے اپنے سواروں کے ساتھ صاف اور کشادہ راہوں کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

انھوں نے آپ کی خدمت میں مزید کہا:

بانّ رسول اللّٰہ فینا مصدّقٌ
رسول من عند ذی العرش مهتدی
فما حملت ناقة فوق رحلها
اشد علی اعدائه من محمد
ما اعطی اذا ما طلب العرف جائه
وامضی بحدِّ المشرفی المهندی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں وہ اپنی بات کے سچے اور اللہ مالک العرش کی طرف سے بھیجے ہوئے نمایندے ہیں، جو انسانیت کو راہِ راست دکھاتے ہیں۔

Marfat.com

آج تک کسی اونٹ سوار حملہ آور [فوج] نے اپنے دشمنوں پر اس بہادری سے حملہ نہیں کیا، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔

آپؐ کی یہ بھی صفت ہے کہ جب بھی کوئی امداد کا طالب آپؐ کے پاس حاضر ہو تو آپؐ اسے بے حساب عطا فرماتے ہیں۔ آپؐ کی قوت فیصلہ ہندی تلوار کی دھار سے بھی تیز تر ہے۔ (سیرت ابن ھشام، ج ۲، ص ۵۹۸-۵۹۹)

Marfat.com

وفد بنو کندہ

اسلامی تعلیمات پر سب کچھ قربان

بنوکندہ ایک مال دار قبیلہ تھا۔ اس قبیلے کا وفد ۱۰ھ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وفد کے سردار اشعث بن قیس تھے اور وفد کئی ارکان پر مشتمل تھا۔ حضرالموت کے علاقے میں مقیم اس قبیلے میں زیب وزینت کا بڑا خیال رکھا جاتا تھا۔ اچھا لباس پہننا، قیمتی خوشبو استعمال کرنا ان کا شعار تھا۔ اس قبیلے تک اسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی۔ ۱۰ھ میں یہ لوگ مدینہ میں اپنی وفاداری کا اعادہ کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔

جب آپؐ نے ان کو نہایت قیمتی ریشمی لباسوں میں دیکھا تو فرمایا: ''أَلَمْ تُسْلِمُوْا، کیا تم نے اسلام قبول نہیں کیا؟'' جواب میں انھوں نے عرض کیا: ''کیوں نہیں یارسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو مسلمان ہیں''۔ آپؐ نے فرمایا: ''پھر حریر کا لباس اور اس پر سونے کے نقش ونگار تمھارے لباس کا حصہ کیوں ہیں؟'' اس پر وفد کے لوگوں نے فوراً اپنے اوپر اوڑھی ہوئی دیباج کی سنہری یمنی چادریں پھاڑ کر زمین پر بچھا دیں۔

بہادر قبیلہ

اس ملاقات میں ایک دل چسپ بات یہ ہوئی کہ اشعث بن قیس نے بطور تفاخر کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا اور آپ کا نسب ایک ہے کیونکہ ہم اور آپ اٰکِل الْمَرَارِ کی اولاد سے ہیں۔ اکل المرار کا مطلب ہے ایک خاص قسم کی کڑوی بوٹی کھانے والا۔ اکل المرار کا اصلی نام حُجر بن عمرو بن معاویہ الکندی تھا، یہ شخص بہت بہادر تھا اور یہی صفات اس کی

Marfat.com

اولاد میں بھی تھیں۔ ایک بار عمرو بن الھبولہ غسانی نے بنو کندہ پر حملہ کیا۔ اس وقت ان کا سردار، حُجر کا پوتا حارث بن عمرو بن حُجر قبیلے میں موجود نہیں تھا۔ غسانی سردار قبیلے کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ جب حارث کو اس المناک واقعہ کا پتا چلا تو اس نے غسانیوں کا تعاقب کیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ پھر شدید لڑائی میں ان کے بہت سارے لوگوں کو مار دیا اور اپنے بیوی بچوں اور خواتین کو چھڑا کر واپس لے آیا۔ آکل المرار حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کی اوپر مذکورہ بات سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور آپؐ نے فرمایا: ''نہیں ایسا نہیں ہے ہم اکل المرار سے نہیں بلکہ نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہیں۔'' (سیرت ابن ہشام، القسم ثانی، ص ۵۸۶)

یہ وفد کچھ عرصہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں مقیم رہا۔ پھر یہ واپس اپنے علاقے میں چلا گیا۔ ان کو رخصت کرتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خوب انعامات سے نوازا۔ ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے: ''فَلَمَّا أَرَادُوا الرُّجُوعَ اِلٰی بِلَادِهِمْ اَجَازَهُمْ بِعَشَرَ اَوَاقٍ وَاَعْطَى الْاَشْعَثَ اِثْنَا عَشَرَةَ أَوْقِيَةً''۔ یعنی جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آپ نے وفد کے ہر رکن کو دس اوقیہ چاندی عطا فرمائی اور حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کو بارہ اوقیہ۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۲۸، اُسد الغابۃ، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۱، ص ۱۶۲-۱۶۳)

نشیب و فراز

ہر انسان کی زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔ اللہ سے ہمیشہ اس کی امان طلب کرتے رہنا چاہیے۔ مورخین ابن الاثیر اور ابن سعد وغیرہ نے حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کے جو حالات لکھے ہیں ان میں یہ تفصیل موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ام فروہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کی اسی مدینہ حاضری کے موقع پر حضرت اشعث رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ اس موقع پر انھوں نے بیس اونٹ ذبح کر کے اپنی دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا اور ان کی قیمت ان کے مالکوں کو ادا کی۔ بعد میں بدقسمتی سے فتنہ ارتداد پھیلا تو یہ بھی اس کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اس واقعہ کی کچھ تفصیل آگے جا کر

Marfat.com

بیان ہوگی۔ بہرحال اللہ نے جلد ان کی راہنمائی کا اہتمام فرما دیا اور اس گمراہی سے انھوں نے رجوع کر لیا۔ ہوا یوں کہ مرتدین کے خلاف جب فوج کشی ہوئی تو انھیں شکست ہوگئی اور کئی لوگ گرفتار کر لیے گئے۔ یہ قیدی مدینہ میں لائے گے، مدینہ پہنچ کر حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور دوبارہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر داخل اسلام ہوگئے۔ پھر اسلام کے ایسے جانثار اور وفادار ثابت ہوئے کہ ایران کے مقابلے پر تمام مشہور معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ ایک روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ جنگ صفین میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے۔

......❀......❀......❀......

Marfat.com

قبیلہ بنی مراد

حکیمانہ کلام

بنی مراد کا قبیلہ عرب کے پرانے قبائل میں سے ایک مشہور قبیلہ ہے۔ اس قبیلے کی رہائش بھی یمن کے علاقے میں تھی۔ اس قبیلے کا وفد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ۱۰ھ میں حاضر ہوا۔ قبیلے کے سردار فروہ بن مُسَیک المرادی قائد وفد تھے۔ یہ بہت اچھے شاعر اور بہت بہادر انسان تھے۔ مدینہ آمد سے قبل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبلغین اس قبیلے میں پہنچے تھے اور قبیلے کے لوگوں نے ان کی باتیں غور سے سنیں تھیں، اگرچہ اسلام صرف چند لوگوں نے قبول کیا تھا۔ حضرت فروہ بھی ان میں سے تھے۔ جب یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور اپنے اسلام کا اقرار واظہار کیا تو سیرت ابن ہشام کے مطابق انھوں نے پوری ایک نظم صحابہ کی مجلس میں پڑھی، جس میں بے پناہ حکمت وفراست ہے:

لَمَّا رَأَيْتُ كِنْدَةَ اَعْرَضَتْ
كَالرَّجُلِ خَانَ الرِّجْلَ عَرْقُ نِسَائِهَا
قَرَّبْتُ رَاحِلَتِيْ أَؤُمُّ مُحَمَّداً
أَرْجُو فَوَاضِلَهَا وَحُسْنَ ثَرَائِهَا

جب میں نے شاہانِ کندہ کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے یوں کنی کتراتے ہیں، جس طرح عرق النساء کی بیماری میں مبتلا شخص کا ایک پاؤں دوسرے پاؤں سے اعراض کرتا ہے تو میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخت سفر باندھا۔ اس امید کے ساتھ کہ ان کے اخلاقِ کریمانہ کی بہترین دولت سے بہرہ مند ہو جاؤں۔ (سیرت ابن هشام، القسم الثانی، ص ۵۸۲)

Marfat.com

تاریخی واقعہ

اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فروہ کے قبیلے کا ایک تاریخی واقعہ بیان کیا اور آپ نے فرمایا کہ اے فروہ! یوم الردم (تباہی کا دن) کے تذکرے سے یقیناً اہلِ قبیلہ کو صدمہ ہوتا ہوگا۔ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون شخص ایسا ہوگا جس کی قوم پر اس طرح کا سانحہ گزرے اور اسے اس کا صدمہ نہ ہو۔ آپ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''أَمَّا اِنَّ ذٰلِکَ لَمْ یَزِدْ قَوْمَکَ فِی الْاِسْلَامِ اِلَّا خَیْرًا۔'' یعنی کوئی فکر نہ کرو اس واقعہ نے تمھاری قوم کے ایمان و اسلام میں خیر اور مضبوطی پیدا کی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ بنو ہمدان اور بنو مراد کے درمیان ایک لڑائی ہوئی تھی، جس میں بنو مراد کے بہت سے لوگ مارے گئے تھے۔ اسی لیے اس کو یوم الردم کہا گیا ہے۔

حضرت فروہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یہ شعر بھی پڑھے، جو پہلے اشعار کی طرح نہایت ہی سبق آموز اور عبرت انگیز ہیں:

فَلَوْ خلَد المُلوک اذن خَلَدنا
ولو بقی الکرامُ اذن بقینا
فأفنی ذلکم سراوات قَوْمی
کما أفنی القرون الأوّلینا

اگر بادشاہوں کی بادشاہی کو دوام حاصل ہوتا تو ہمیں بھی اس میں سے حصہ ملتا اور اگر بااخلاق اور عظیم لوگ ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے ہوتے تو پھر ہمیں بھی یہ اعزاز مل جاتا۔ ہماری قوم کے معززین بھی فنا کے گھاٹ اتر گئے جس طرح اگلی تمام صدیوں اور نسلوں کے لوگ فنا کی گھاٹ اترے۔

نورِ اسلام

حضرت فروہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبیلے کے علاوہ بنوز بید اور بنو مذحج

Marfat.com

کا بھی عامل مقرر فرما دیا اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ جو لوگ اسلام قبول کر لیں ان سے صدقات وصول کرو اور جو قبول نہ کریں ان کے بارے میں میرے حکم کا انتظار کرنا۔ ان قبائل کی سعادت تھی کہ انھوں نے داعیانِ حق کے سامنے کسی قسم کی حیل وحجت یا مزاحمت نہیں کی۔ حضرت فروہ رضی اللہ عنہ کی دعوت کے نتیجے میں ان تمام قبائل میں اسلام کی روشنی پھیل گئی۔ (سیرت ابن هشام، القسم ثانی، ص ۵۸۲-۵۸۳)

طبقات ابن سعد میں وفد مراد کے بارے میں مختصر بیان جلد اول، ص ۳۲۷ پر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

وفد بنی حنیفہ

بنو حنیفہ مسیلمہ کذاب کا قبیلہ ہے۔ یہ لوگ نجد کے علاقے میں مقیم تھے۔ ۹ ھ میں ان کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جن کی تعداد بارہ سے سترہ بیان کی گئی ہے۔ یہ مضمون صحیح بخاری میں بھی آیا ہے اور طبقات ابن سعد میں بھی تذکرہ ہوا ہے جہاں علی بن محمد القرشی کے حوالے سے مورخ ابن سعد نے تعداد بضعة عشر رجلا لکھی ہے۔ سیرت ابن ہشام میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ وفد انصار کی ایک خاتون رملہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا جو بنی نجار میں سے تھیں، کی حویلی میں اترا۔ بعض دیگر روایات کے مطابق جب یہ لوگ مدینہ منورہ میں آئے اور آپ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو آپؐ ان کی طرف تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے معروف صحابی حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔

پرتکلف مہمان نوازی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کی ایک تازہ چھڑی تھی۔ جب آپ وفد کے پاس پہنچے تو آپ کا استقبال رحال بن عنفوہ، سلمیٰ بن حنظلہ، طلق بن علی بن قیس، حمران بن جابر، علی بن سنان، اقعس بن مسلمہ، زید بن عبد عمرو، مسیلمہ بن حبیب (الکذاب) نے کیا۔ سُلمیٰ بن حنظلہ وفد کے قائد تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ساتھ مختصر سی ملاقات ہوئی۔ اس وفد کی مدینہ منورہ میں بہت خاطر تواضع کی گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے ان کے لیے دوپہر اور شام کے کھانے میں ایک وقت روٹی اور گوشت لایا جاتا اور دوسرے وقت روٹی اور دودھ۔ اگلے روز دن کو روٹی اور مکھن اور دوسرے وقت کھجوریں اور پانی۔ مسیلمہ کذاب کے علاوہ باقی سب لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی۔ رحال

Marfat.com

بن عفوہ کو تعلیم کا بڑا شوق تھا۔ انھوں نے اس قیام کے دوران ہی قرآن کے بیشتر حصے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پڑھ اور سیکھ لیے۔ (طبقات ابن سعد، ج۱،ص۳۱۶)

جھوٹے کو جامع جواب

ایک روایت کے مطابق مسیلمہ اس وقت وفد کے ساتھ موجود نہیں تھا، بلکہ اسے وفد کے لوگوں نے اپنے اونٹوں اور سامان کے پاس بستی کے باہر چھوڑ دیا تھا۔ بہر حال مسیلمہ کی ملاقات آپؐ سے ثابت ہے، جب آپؐ ایک مرتبہ اس وفد سے ملنے کے لیے حضرت رملہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو مسیلمہ نے آپؐ سے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی اطاعت واتباع کا اس شرط پر وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے بعد میں آپ کا خلیفہ بنوں گا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: خلافت تو بہت بڑی چیز ہے، میرے ہاتھ میں جو چھڑی ہے اگر تم یہ بھی مجھ سے مانگو تو میں ہرگز تمھیں نہیں دوں گا۔ اللہ نے تیرے بارے میں خاص فیصلہ فرمایا ہے، جس کی اطلاع مجھے خواب میں دی گئی ہے۔ میں اس وقت کسی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ تمھیں زیادہ سوال جواب کرنے ہوں تو ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ یہاں موجود ہیں، وہ تیرے سوالوں کے جواب دے دیں گے۔ یہ کہہ کر آپ وہاں سے تشریف لے گئے۔

مختصر، جامع کلام

دیگر روایات کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفد سے پہلی ملاقات کی تو مسیلمہ کذاب ان کے سامان کے پاس تھا۔ آپؐ نے تمام ارکانِ وفد کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی عطا فرمائی تو انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا ایک ساتھی سواریوں کی حفاظت کے لیے مدینہ سے باہر رہ گیا ہے۔ آپؐ نے اس کے لیے بھی پانچ اوقیہ چاندی عطا فرمائی اور ساتھ ہی یہ کہا: اما انه لیس بشرّکم مکانا ای لحفظه ضیعة اصحابه یعنی اس وقت وہ تمھاری سواریوں اور سامان کی حفاظت کر رہا ہے جس کی وجہ سے وہ اس لمحے کسی برے مقام پر نہیں ہے۔ اس فرمانِ رسولؐ کے اندر اہلِ حکمت ودانش کے لیے کافی پیغام اور معلومات ہیں کہ اس کذاب

Marfat.com

میں کتنی خرابی تھی۔ وہ لمحات محض اس لیے اس کے لیے خیر کا باعث تھے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے مال متاع کی حفاظت کر رہا تھا ورنہ اس کے اندر کوئی خیر نہ تھا وہ سراپا شر تھا۔ سیرت نگاروں نے یہ بھی لکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ سے اس فتنہ پرداز کو یہ جرأت ہوئی کہ گویا میری تعریف کی گئی ہے اور چونکہ اس کے ذہن میں سرداری کا خناس پہلے سے موجود تھا اسی لیے اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لیے خلافت کا مطالبہ کیا تھا، جسے مسترد کر دیا گیا تھا۔ (سیرت ابن ھشام، قسم ثانی، ص ۵۷۷)۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کے شر اور خباثت کے بارے میں تو جانتے تھے۔ لیکن ان لمحات میں اس کا یہ عمل ایسا تھا کہ جس کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدح تو نہیں فرمائی لیکن اسے شر سے بھی تعبیر نہیں کیا۔ جب اس سے آپ کی ملاقات کے بعد اس کی حقیقت کھل گئی تو پھر کوئی ابہام نہ رہا کہ یہ شخص کیسا ہے اور کون ہے۔

مسیلمہ کا نام مسیلمہ بن ثمامہ تھا اور کنیت ابو ثمامہ۔ اس کا دعویٰ نبوت تاریخ کا وہ معروف واقعہ ہے جس کو ہر مسلمان جانتا ہے اور جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

سعید و شہید

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مکالمہ کرنے کی اجازت دی تھی اور جس طرح خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کذاب کہا، حضرت ثابت کی زبان سے بھی یہی الفاظ نکلے۔ پھر ایک عجیب حسن اتفاق یہ ہے کہ جب اس کذاب کے خلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں صحابہ کی فوج بھیجی گئی جس نے اس کو شکست فاش دی اور قتل کر دیا تو اس میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بڑی شان کے ساتھ یوں شریک ہوئے کہ ضرب المثل بن گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے اپنا کفن زیب تن کر لیا تھا اور اپنے جسم کو خوشبو لگا لی تھی جو موت کے بعد میت کو لگائی جاتی ہے۔ پھر بڑی بہادری سے لڑے اور شہید ہو گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں ان کو سعادت کی زندگی، شہادت کی

Marfat.com

موت اور جنت کی سکونت کی بشارت دی تھی۔

رحال بن عنفوہ؟

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والے اس وفد میں سے سبھی نے مسیلمہ کذاب کے دعویٰ نبوت کو جھٹلایا۔ جب اس نے جنگ چھیڑی، اس وقت بھی بنوحنیفہ کے بعض لوگ اس کے ساتھ اس کے قلعے میں جانے کی بجائے مسلمانوں کے ساتھ شامل رہے۔ البتہ ابن سعد کے مطابق رحال بن عنفوہ اس کے جھانسے میں آ گیا اور اس نے یہ کہہ دیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کو اپنے ساتھ نبوت میں شریک کیا تھا۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ آیا رِحال اس بات پر قائم رہا اور حالت کفر میں قتل ہوا یا اسے توبہ کی توفیق نصیب ہوگئی کیونکہ مسیلمہ کذاب کے قتل کے بعد تمام کے تمام بنوحنیفہ واپس اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: صحیح بخاری، ج ۲، ص ۶۲۸، سیرت ابن ھشام، قسم ثانی، ص ۵۷۶-۵۷۷ اور طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۱۶-۱۷۔

......❀......❀......❀......

Marfat.com

وفد بنی سُلَیم

سبقت کا اعزاز

بنوسلیم ایک بڑا جنگجو قبیلہ تھا۔ اس قبیلے کا بہت بڑا وفد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فتح مکہ کے موقع پر حاضر ہوا۔ اس وقت آپ مکہ اور مدینہ کے راستے میں قدید کے مقام پر تھے۔ اس وفد کی آمد کا تذکرہ کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بنوسلیم کے اس عظیم انسان کا تذکرہ کیا جائے، جس کو اللہ نے سب سے پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور قبول اسلام کی سعادت بخشی۔ ان کا نام قیس بن نُسَیبہ تھا۔

جنگ خندق کے بعد جب کفار کے لشکر ناکام ونامراد ہو کر منتشر ہو گئے تو یہ شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوا۔ اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سنی تو بہت متاثر ہوا۔ اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سوالات بھی پوچھے جن کے آپؐ نے تسلی بخش جواب دیے۔ وہ بعض چیزیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سے زیادہ مرتبہ پوچھتا تھا اور ہر چیز کو یاد کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی طرف دعوت دی تو اس نے بلاتردد اسلام قبول کر لیا۔ پھر آپ سے اجازت لے کر اپنے قبیلے کی طرف پلٹا۔

کلامِ نبوی کا اعجاز

قبیلے کے لوگوں نے جب حضرت قیس رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا تو انھوں نے پہلی ملاقات ہی میں کہا:

قد سمعت ترجمة الروم، وهينمة فارس، واشعار العرب، وكهانة

Marfat.com

الکاھن، و کلام مقاول حمیر، فما یشبه کلام محمد شیئًا من کلامهم، فأطیعوانی وخذوا بنصیبکم منه۔ میں نے رومیوں کی حکمت و دانائی مترجمین سے سنی اور فارسی کے جامع کلام سے بھی روشناس ہوا۔ عرب کے تمام شعرا کے شعروں کو بھی میں اچھی طرح جانتا ہوں اور کاہنوں کی کہانت سے بھی واقف ہوں۔ حمیر (کے شہنشاہوں کے دربار میں) پیش کیے جانے والے قصیدوں سے بھی بھرپور آشنائی رکھتا ہوں۔ ان سب کے کلام میں سے کسی کا کلام بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام کا ثانی نہیں۔ پس میری اطاعت کرو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیغام میں سے اپنا نصیب حاصل کرلو۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۰۷)

جب یہ واپس اپنی قوم کے پاس آئے اور اوپر مذکورہ الفاظ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لوگوں تک پہنچایا تو بڑے سرداروں نے ماننے سے انکار کردیا۔ البتہ کچھ عام لوگ ان کی دعوت پر مسلمان ہوگئے۔ اسی دوران ایک اور بڑا دلچسپ واقعہ رونما ہوا۔ قبیلے کا ایک شخص غاوی بن عبدالعزیٰ اپنے قبیلے کے بت سواع کا مجاور تھا۔ ایک دن وہ بت خانے میں بیٹھا ہوا تھا کہ جنگل سے دو لومڑ آئے، بت خانے کے اندر گھسے اور آتے ہی ٹانگیں اٹھا کر سواع کی مورتی پر دونوں نے پیشاب کیا۔ یہ منظر دیکھ کر بت کے پجاری اور مجاور غاوی کی زندگی بدل گئی۔ اس نے سوچا جو بت لومڑیوں سے اپنی حفاظت نہیں کرسکتے وہ بھلا کسی کی کیا حاجت پوری کرسکیں گے۔ اس موقع پر بے ساختہ انھوں نے یہ شعر پڑھا:

اربٌّ یبول الثعلبان برأسه!
لقد ذل من بالت علیه الثعالبُ

کیا وہ بت ربوبیت کا مالک ہوسکتا ہے جس کے سر پر دو لومڑیاں آکر پیشاب کردیں اور وہ اپنا دفاع نہ کرسکے۔ بلاشبہ اس کی ذلت میں کوئی شک نہیں جس پر لومڑیاں پیشاب کریں۔

یہ شخص مسلمان تو ہوگیا مگر اس کا نام جاہلیت کے مطابق ہی رہا۔ جب یہ فتح مکہ کے بعد

Marfat.com

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے قبیلے کے وفد کے ساتھ آیا تو قیس بن نسیبہ کی طرح یہ بھی مسلمان تھا۔ فتح مکہ کے بعد جب یہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان کی تعداد نو سو کے لگ بھگ تھی۔ ان میں مشہور سردار عباس بن مرداس، انس بن عیاض بن رعل اور راشد بن عبدربہ شامل تھے۔ اب سارے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام پوچھے تو غاوی بن عبدالعزیٰ نے اپنا نام بتایا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں تم غاوی بن عبدالعزیٰ نہیں ہو بلکہ راشد بن عبدربہ ہو۔ غاوی کا معنی شریر اور گمراہ ہے، جبکہ راشد کا معنی ہدایت یافتہ ہے۔ (طبقات ابن سعد، ج۱، ص ۳۰۷-۳۰۸)۔ ابن الاثیرؒ نے ان کے نام کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے اپنا نام غاوی بن ظالم بتایا تھا۔ جس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر کے راشد بن عبداللہ رکھ دیا۔ (أسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج۱، ص ۶۷۸-۶۷۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت راشد کے بارے میں فرمایا: خیر قری عربیة خَیْبَرُ، وَخَیْرُ بَنِیْ سُلَیْمٍ راشِدٌ. یعنی عرب کی بستیوں میں سے بہترین بستی خیبر ہے اور بنوسلیم کے لوگوں میں سے سب سے بہتر راشد ہے۔

حضرت راشد رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن سعد کی یہ رائے بھی ہے کہ وہ چونکہ پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے اس لیے فتح مکہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ بنوہوازن سے ہوا۔ اس میں بنوسلیم آپ کے نہ صرف ہم رکاب تھے بلکہ انھوں نے آپ سے یہ درخواست کی کہ ان کو جیش کا ہراول دستہ بنایا جائے اور ان کا جھنڈا سرخ رنگ کا تیار کیا جائے۔ آپؐ نے ان کی بات کو تسلیم فرمایا۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۹۵۸)

اس قبیلے کا ایک اور اہم رکن قدر بن عمار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں آئے، اسلام قبول کیا اور انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ کیا کہ اپنی قوم کے ایک ہزار گھوڑ

Marfat.com

سوار جنگجو لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ اس موقع پر انھوں نے یہ شعر بھی کہا:

شددت یمینی اذ أتیت محمدا

بخیر ید شدّت بحجزة منزره

جب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو مصافحہ کے لیے میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے اس ہستیؐ کے (مبارک) ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑا، جس کی پاک دامنی اور عفت بے مثال و بے داغ ہے۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد بتوں کو توڑا تو بنی سلیم کے مردِ مجاہد حضرت راشد بن عبد ربہ نے یہ اشعار کہے:

قَالَتْ هَلُمَّ اِلَی الْحَدِیْثِ فَقُلْتُ لَا

یَأبٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ وَالْإِسْلَامُ

یَوْمًا شَهِدْتِ مُحَمَّدًا اَوْقَبِیْلَهٗ

بِالْفَتْحِ حِیْنَ تُکَسَّرُ الْاَصْنَامُ

لَرَأَیْتِ نُوْرَ اللّٰهِ اَضْحٰی سَاطِعًا

وَالشِّرْکَ یَغْشٰی وَجْهَهٗ الْاَظْلَامُ

محبوبہ نے کہا آؤ مل کر باتیں کریں۔ میں نے کہا، نہیں اب تو اللہ اور اسلام تمھارے پاس آنے سے روکتے ہیں۔

اگر تو فتح مکہ کے موقع پر، جب بتوں کو توڑا جا رہا تھا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے قبیلے (اہل اسلام) کا مشاہدہ کرتی۔

تو دیکھتی کہ اللہ کا نور تاباں و درخشاں ہے اور شرک کے چہرے پر سیاہی چھا رہی ہے۔

Marfat.com

وفد بنو اشجع

اسم با مسمٰی قبیلہ

قبیلہ اشجع مدینہ سے زیادہ دور نہیں رہتا تھا۔ اس قبیلے کے لوگ صلح جو اور امن پسند تھے لیکن اس کے ساتھ اسم با مسمٰی بھی تھے، یعنی بہادری اور شجاعت بھی ان کا خاصا تھا۔ غزوہ خندق کے بعد یہ لوگ مدینہ منورہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی تعداد ایک سو تھی اور مسعود بن رخیلہ وفد کے سردار تھے۔ انھوں نے سلع کی مشہور گھاٹی کے پاس قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور نہایت اخلاق کریمانہ کے ساتھ ان کا حال احوال اور خیر خیریت دریافت کی۔ وہ آپ کے رویے سے بہت متاثر ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اپنے مہمانوں کی کھجوروں کے ساتھ خاطر تواضع کرو۔

صلح کی تلاش

مدینہ کی بہترین کھجوریں مہمانوں کی خدمت میں پیش کی گئیں اور جب وہ کھا چکے تو آپ نے انھیں اسلام کی دعوت دی۔ جواب میں انھوں نے کہا: یا محمد لَا نعلم احداً من قومنا أقرب داراً منک منّا، ولَا أقل عدداً، وقد ضقنا بحربک وبحرب قومک، فجئنا نوادعک۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ اور آپؐ کے ساتھی ہم سے بالکل قریب رہتے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ہم تعداد کے لحاظ سے کچھ کم نہیں، لیکن ہم جنگوں سے تنگ آچکے ہیں۔ آپ اور آپ کی قوم کے لوگ آئے دن ہم سے جو جنگ کرتے ہیں ہم اس سے بچنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

لہٰذا ہم آپ کے ساتھ صلح کرنے کے لیے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بہت اچھی بات ہے، میں آپ کے ساتھ صلح کا معاہدہ کر دیتا ہوں۔ چنانچہ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔

تجدید معاہدہ اور قبولِ اسلام

بنوقریظہ کی جنگ کے بعد پھر ان کا ایک وفد آیا جس میں سات سو لوگ شامل تھے۔ اب بھی انھوں نے صلح کی تجدید کی بات کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں آپ کی ساتھ صلح کے معاہدے پر قائم ہوں، آپ بے فکر رہیں۔ یہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ سے پہلے ہی بہت متاثر ہو چکے تھے۔ اب مزید آپؐ کے جواب نے ان کے دل جیتنے کا کام کیا۔ چنانچہ یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد، ج۱،ص۳۰۶، البدایۃ والنھایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ،ص۹۵۸)

Marfat.com

وفد بنی باہلہ

صابی نہیں مسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صحابی ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہیں۔ ان سے بہت سی احادیث بھی محدثین نے روایت کی ہیں۔ ان کا نام صدی بن عجلان تھا اور ابوامامہ کنیت تھی۔ یہ صلح حدیبیہ کے قرب کے زمانے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ جب یہ اپنے قبیلے کے پاس دعوت وتبلیغ کے لیے پہنچے تو قبیلے کے لوگ اونٹنیوں کو پانی پلا کر باڑے کی طرف لا رہے تھے۔ پھر انھوں نے اونٹنیوں کا دودھ نکالا اور پینے لگے۔ عین اس وقت جب ابوامامہ رضی اللہ عنہ ان کے قریب پہنچے تو سب نے ان کو خوش آمدید کہا، مگر ساتھ ہی یہ سوال کیا کہ ہم نے سنا ہے تم باپ دادا کا دین چھوڑ کر صابی ہو گئے ہو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی اختیار کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں صابی نہیں ہوا بلکہ میں نے اسلام قبول کیا ہے اور میں مسلمان ہوں۔

حرام سے اجتناب

ان لوگوں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کو خون کا ایک پیالہ پیش کیا اور یہ خود بھی دودھ پینے کے بعد اب بڑے مزے سے خون پی رہے تھے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے یہ پیالہ لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اللہ نے اسے حرام کر دیا ہے۔ اس موقع پر انھوں نے قرآن مجید کی سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۷۳ ان لوگوں کے سامنے پڑھی: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اللہ کی طرف سے اگر کوئی پابندی تم پر ہے تو وہ یہ ہے کہ مُردار نہ کھاؤ، خون سے اور سور کے گوشت سے

Marfat.com

پرہیز کرو اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھا لے، بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو، اور ضرورت کی حد سے تجاوز بھی نہ کرے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت اپنے قبیلے کے سامنے پیش کی مگر لوگوں نے قبول نہ کی اور ان کی مہمان نوازی سے بھی انکار کر دیا۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بھوکے پیاسے سو گئے مگر اللہ نے انھیں خواب میں سیراب فرما دیا۔ کافی عرصہ کوشش کرنے کے بعد اس قبیلے کے لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے۔

انکار کے بعد اقرار

ایک دوسرے صحابی کا بھی تذکرہ آیا ہے جن کا نام نہشل بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ قبیلہ باہلہ کی شاخ بنو وائل میں سے تھے۔ یہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن و سنت کے احکام لکھوا کر دیے۔ انھوں نے عرض کیا کہ میری قوم کے کئی لوگ مسلمان ہو چکے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ احکام ان سب تک پہنچا دو۔ یہ وثیقہ جو لکھا گیا تھا یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا۔ اس سے قبل حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے لیے بھی آپ نے ایک وثیقہ تحریر کروایا تھا جس میں زکوٰۃ و صدقات کے معاملات و مسائل کی تفصیل لکھی گئی تھی۔ جس قبیلے نے پہلے اسلام کا انکار کیا تھا۔ آہستہ آہستہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت نہشل بن مالک رضی اللہ عنہ کی دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں پورے کا پورا اسلام میں داخل ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۰۷، البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۹۵۸)

Marfat.com

وفد بنو ثعلبہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کرلیا اور آپ الجعرانہ میں مقیم تھے تو آپ کے پاس بنو ثعلبہ کے چار آدمی حاضر ہوئے۔ انھوں نے آکر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگ بنو ثعلبہ کے نمایندوں کی حیثیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہمارا پورا قبیلہ اسلام میں داخل ہو چکا ہے اور ہمیں وفاداری کے اظہار کے لیے انھوں نے بھیجا ہے۔ آپ نے انھیں خوش آمدید کہا۔ اور صحابہ کو حکم دیا کہ ان کی مہمان نوازی کی جائے۔

چاندی کا ہدیہ

یہ لوگ کچھ دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ بعض روایات کے مطابق اس کے بعد وہاں سے رخصت ہو گئے جبکہ بعض روایات کے مطابق مدینہ میں بھی آپ کے ساتھ رہے۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ واپس اپنے علاقے میں چلے گئے ہوں اور کچھ مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہو گئے ہوں۔ وادی جعرانہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: اجز هم كما تجيز الوفود۔ ان کی خدمت کرو جس طرح وفود کی خدمت کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ چاندی لے کر آئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہر ایک فرد کو پانچ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ آپ نے فرمایا: ليس عندنا دراهم۔ یعنی ہمارے پاس درہم و دینار نہیں ہیں۔

ان لوگوں نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور پھر اپنی قوم اور علاقے کی طرف واپس پلٹ گئے۔

(طبقات ابن سعد، ج۱، ص۲۹۸، البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص۹۵۶)

......❀......❀......❀......

Marfat.com

وفد بنی کنانہ

شائستگی کا کمال

بنو کنانہ بھی عرب کے قدیم اور مشہور قبیلوں میں سے ایک قبیلہ تھا۔ ان کا وفد واثلہ بن اسقع کی قیادت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپؐ غزوہ تبوک کی تیاری کر رہے تھے۔ اس وفد کو وفد واثلہ بن اسقع بھی کہا جاتا ہے۔ جب یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپؐ نے واثلہ سے پوچھا: ماانت وما جاء بک وما حاجتک؟ یعنی تم کون ہو کس مقصد کے لیے آئے ہو اور تمھاری حاجات و ضروریات کیا ہیں۔ واثلہ نے اپنا نام و نسب بتایا اور کہا کہ میں تو حاضر ہوا ہوں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کے لیے۔ پس مجھے آپ بیعت کر لیجیے۔ میں اطاعت کروں گا اپنی پسندیدہ چیزوں کے بارے میں بھی اور جن چیزوں سے طبیعت کراہت محسوس کرے ان کے بارے میں بھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شائستہ اور انتہائی عاقلانہ جواب بہت پسند آیا۔ چنانچہ نے ان سے بیعت لی اور واپس اپنے قبیلے کی طرف بھیج دیا۔

جب یہ اپنے قبیلے میں واپس آئے اور اپنے گھر پہنچے اور قبولِ اسلام کی خبر گھر والوں کو دی تو ان کا والد یہ سن کر بہت ناراض ہوا اور اس نے غصے سے کہا: واللہ لاأکلمک کلمۃً ابداً یعنی اللہ کی قسم میں تجھ سے کبھی کوئی بات نہیں کروں گا۔ ان کی بہن نے بھی یہ گفتگو سنی تو اس نے اسلام قبول کر لیا۔ دونوں بہن بھائی نے یہ طے کیا کہ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ تبوک میں شرکت کے لیے چلے جائیں۔ چنانچہ وہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، جب مدینہ پہنچے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جا چکے تھے۔ اب حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کے پاس سواری نہیں تھی

Marfat.com

اس لیے انھوں نے کہا کہ مجھے کون اپنے ساتھ لے جائے گا۔ ایک اور نوجوان صحابی کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے جو تبوک کی طرف ہی جا رہے تھے، کہا کہ میں آپ کو اپنی سواری پر اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔

اللہ والے

یہ تھا اخوت اسلامی کا عظیم جذبہ جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ناقابل شکست بنادیا تھا۔ چنانچہ دونوں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے۔ واپسی پر جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اُکیدر کے مقابلے کے لیے بھیجا (جس کا تذکرہ ہماری کتاب کی چوتھی جلد میں آچکا ہے) تو حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ روانہ کیا۔ کامیابی کے بعد یہ مال غنیمت لے کر واپس آئے تو حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو اس مالِ غنیمت میں سے حصہ پیش کیا۔ انھوں نے اس میں سے کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا اور کہا: انما حملتک لله۔ میں نے تجھے اللہ کی خاطر اپنی سواری پر سوار کیا تھا، کسی اجرت اور معاوضے کے لیے نہیں۔ سبحان اللہ عباد الرحمٰن کتنے عظیم ہوتے ہیں! اللہ کی خاطر محبت اور اسی کی خاطر عداوت، اسی سے اجر کی امید اور اسی کی رضا مطلوب! بعد میں بنوکنانہ کے لوگ مسلمان ہوگئے۔ (طبقات ابن سعد، ج ا، ص ۳۰۵-۳۰۶، البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۹۵۷-۹۵۸)

Marfat.com

وفد بنو بکر بن وائل

حنفاء

فتح مکہ کے بعد قبیلہ بکر بن وائل کا ایک وفد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں حسان بن خوط، عبداللہ بن اسود، عبداللہ بن مرثد، بشیر بن الخصاصیۃ اور حسان بن خوط کا ایک بیٹا شامل تھے۔ ان لوگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اسلام قبول کرنے کے لیے آئے ہیں۔ آپ نے انھیں خوش آمدید کہا۔ ان لوگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سوال کیا کہ آپ قس بن ساعدہ کو جانتے ہیں؟ آپ نے فوراً جواب دیا: **لیس ھومنکم بل ھو رجل من بنی ایاد تحنف فی الجاھلیة فوافی عکاظ والناس مجتمعون فیکلمھم بکلامه الذی حُفِظ عنه۔**

آپ نے فرمایا: میں اس شخص کو جانتا ہوں یہ تمھارے قبیلے کا فرد نہیں تھا۔ بلکہ بنو ایاد میں سے تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں اس نے توحید اختیار کرلی تھی۔ وہ حنفاء میں سے تھا۔ بہت عظیم اور حکیم انسان تھا، عکاظ کے میلے میں آتا تو لوگ اس کے گرد جمع ہوجاتے۔ وہ ان کے سامنے اپنا (حکیمانہ اور توحید پر مبنی) کلام پیش کرتا۔ لوگ اس کا کلام سن کر یاد کرلیتے تھے۔

قس بن ساعدہ عربوں کے درمیان بہت مشہور شخصیت تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل عرب کے مشرک معاشرے میں جو توحید پرست (حنفاء) پائے جاتے تھے ان میں ان کا نمایاں مقام ہے۔

دربارِ رسالت میں حاضری ایک شرف

اس وفد نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ عرصہ قیام کیا۔ پھر ارکانِ وفد واپس

Marfat.com

یمامہ چلے گئے۔ وفد کے قائد حسان بن خوط تھے۔ ان کے ایک بیٹے نے اپنے شعر میں اس کا یوں تذکرہ کیا:

میں حسان بن خوط کا بیٹا ہوں اور میرے والد کا یہ اعزاز ہے کہ وہ سارے قبیلہ بکر بن وائل کی طرف سے نمایندہ بن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔

ہدیہ اور دعا

یمامہ میں جب سب لوگ مقیم ہوگئے تو وفد کے رکن عبداللہؓ بن اسود بن شہاب نے اپنا سارا مال و جایداد فروخت کردیا اور ہجرت کرکے مدینہ آ گئے۔ اس موقع پر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمامہ کی بہترین کھجوروں کا ایک توڑا پیش کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہدیہ قبول کیا اور ان کو خیر و برکت کی دعا دی۔ یہ صحابی باقی ماندہ زندگی مدینہ ہی میں مقیم رہے اور لوگ آپ کی زندگی میں آنحضور کی دعا کی برکات دیکھا کرتے تھے۔

حسان بن خوط کا نام ابن کثیر نے 'خ' اور ضمہ کے ساتھ ''خُوط'' لکھا ہے جب کہ ابن سعد نے طبقات میں 'ح' اور فتحہ کے ساتھ ''حَوط'' لکھا ہے۔ (طبقات ابن سعد، ج۱، ص۳۱۵، البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص۹۵۸-۹۵۹، اُسد الغابۃ، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج۱، ص۵۱۳)

......❀......❀......❀......

Marfat.com

وفد بنی البکّاء

سو سالہ بزرگ

۹ ھ میں قبیلہ بنو البکّاء کا ایک وفد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس میں تین یا چار آدمیوں کی نام ملتے ہیں۔ ابن سعد نے یہ تین نام لکھے ہیں: معاویہ بن ثور بن عبادہ البکّاء، فجیع بن عبداللہ بن جندح بن البکّاء اور عبد عمر البکّائی۔ یہ تین نام لکھنے کے ساتھ ابن سعد یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ معاویہ بن ثور رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے وقت سو سال کے تھے۔ اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے بشر بن معاویہ بھی تھے۔ یوں یہ نام تو چار ہیں، مگر ابن سعد وفد کو تین ارکان پر مشتمل شمار کرتے ہیں۔ بشر کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ وہ تو اپنے والد کی خدمت کے لیے ساتھ آئے تھے۔ یہ کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے۔ سیرت ابن ھشام میں بھی چاروں کے نام وفد میں لکھے گئے ہیں۔ ابن کثیر نے البدایة والنھایة میں اس وفد کی تعداد واقدی کے حوالے سے تیس ارکان بھی لکھی ہے۔

سر پہ ہاتھ پھیرا

بزرگ رکن وفد حضرت معاویہ بن ثور نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا یہ بیٹا بشر بڑا وفادار اور خدمت گزار ہے۔ میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اس بڑھاپے میں یہ میری خدمت کا حق ادا کرتا ہے۔ میری درخواست ہے کہ آپ اس کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیریں تاکہ یہ آپؐ کے لمس سے برکت پائے۔ فمسح رسول اللہ وجھه پس آپ نے بشر بن معاویہ کے چہرے پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔ پھر ان کو کچھ بکریاں بھی

Marfat.com

عطا فرمائیں۔ اللہ نے ان بکریوں میں بہت برکت عطا فرمائی۔ بنوالبکّاء کے علاقے میں جب خشک سالی ہوتی تو لوگ بہت تکلیف میں مبتلا ہوجاتے، مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر تھا کہ حضرت بشر اور ان کے دوست واحباب اس تکلیف سے محفوظ رہتے تھے۔

گونگے بہرے صحابی کا اکرام

ارکان وفد میں عبد عمر البکّائی گونگے بہرے تھے۔ نبی اکرم نے ان کا نام عبدالرحمان رکھ دیا تھا اور ان کے علاقے میں ایک پانی کا چشمہ جو ذوالقصہ کے نام سے معروف تھا ان کو ہدیۃً دے دیا۔ وفد کے دوسرے رکن حضرت فجیع بن عبداللہ کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریر لکھوائی تھی۔ جس میں لکھا تھا:

احکام اسلام

یہ اللہ کے رسول کی طرف سے الفجیع کو پروانہ دیا جارہا ہے۔ اس کی قوم کے تمام لوگوں کے نام یہ پیغام ہے جو بھی دین حق قبول کرے اس کے لیے فرض ہے کہ وہ نماز قائم کرے، صاحبِ نصاب ہو تو زکوٰۃ ادا کرے، مالِ غنیمت میں سے اللہ اور اس کے رسولؐ کا خمس نکال کر بھیجے اور اللہ کے رسولؐ اور ان کے اصحاب کی مدد کرے۔ میں فجیع کے اسلام کی گواہی دیتا ہوں وہ اللہ اور اس کے رسول کی امان پر یقین کرنے والا ہے۔

یہ لوگ کچھ دن مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ آنحضور نے ان کی بہت خدمت مدارت کی۔ جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جود وسخا کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو عطیات دے کر رخصت کیا۔

در مدحِ احمد مجتبیٰ

حضرت بشر کے بیٹے محمد بن بشر بہت اچھے شاعر تھے۔ انھوں نے اس تاریخی واقعہ کو اپنے اشعار میں منظوم کردیا ہے:

Marfat.com

اللہ اس ریوڑ میں بھی برکت ع

میری طرف سے درود وسلام ہ

(طبقات ابن سعد، ج۱،ص

الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، ال

ج۱،ص ۲۶۳-۲۶۴)

3......

Marfat.com

وفد دوس

شعراو حکما

دوس ایک مشہور قبیلہ تھا جو پہاڑی علاقے میں رہایش پذیر تھا۔ اس قبیلے میں شعروشاعری اور حکمت ودانائی کی صفات بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ ان کے اس جوہر کے تمام عرب قبائل معترف تھے۔ اس قبیلے کے ایک مردِ دانا حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ مکہ میں اس زمانے میں آئے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قریش مکہ نے مخالفانہ پراپیگنڈے کا طوفان برپا کر رکھا تھا۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ مکہ میں عمرے کے لیے آئے تھے۔ جوں ہی مکہ میں داخل ہوئے تو ان کے اپنے بیان کے مطابق قریش کے سرداروں نے ان کا استقبال کرنے کے بعد کہا: اے طفیل! تم ہمارے شہر میں آئے ہو، ہم تمھیں خوش آمدید کہتے ہیں اور تمھاری خیر خواہی کے لیے مشورہ دیتے ہیں کہ ہمارے ایک نوجوان سے بہت محتاط ہو کر رہنا۔ اس کا معاملہ اب خاصا خطرناک ہو گیا ہے۔ اس نے ہماری قوم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں اور ہمارا شیرازہ منتشر کر دیا ہے۔ اس کا کلام جادو کی مانند ہے، جس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی اور میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ جو مصیبت ہمارے اوپر نازل ہو چکی ہے، کہیں تم اور تمھاری قوم کے دیگر لوگ بھی اس کا شکار نہ ہو جائیں۔ پس تم نہ تو اس سے کلام کرنا اور نہ ہی اس کی بات سننا۔

دانش مندانہ فیصلہ

[طفیل بن عمرو کہتے ہیں]: بخدا قریش کے شیوخ نے مجھے اس قدر تاکید کی کہ میں نے ان کی بات کو سچ سمجھ لیا اور فیصلہ کر لیا کہ "صاحب قریش" (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی نہ تو بات سنوں

Marfat.com

اسلام کی دعوت دوں گا۔ آپؐ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی نشانی عطا فرمادے جو دعوتِ حق کے کام میں میری معاون ثابت ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَّہٗ اٰیَۃً. یعنی اے اللہ اسے کوئی نشانی (کرامت) عطا فرما۔

میں اپنی قوم کی جانب لوٹا۔ ایک پہاڑی کی چوٹی پر پہنچا، جہاں سے قبیلے کے گھر اور آبادی نظر آتی تھی۔ اچانک میری پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان مشعل کی طرح روشنی چمکنے لگی۔ میں نے دعا کی: اے اللہ! یہ روشنی میرے چہرے کے علاوہ کسی اور چیز میں پیدا کردی جائے کیوں کہ میری قوم کے جاہل اسے مرض قرار دے کر کہیں گے کہ باپ دادا کے دین کو چھوڑ دینے کی وجہ سے یہ لاحق ہو گیا ہے۔ پس روشنی میرے چہرے سے میری چابک (چھڑی) کے سرے پر آ گئی۔ قوم نے دور سے دیکھا، جیسے قندیل روشن ہو۔ میں بلندی سے ان کی جانب اترتا آ رہا تھا اور سب لوگ دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ اندھیری رات میں، میں نے سفر طے کیا اور قبیلے کے درمیان اپنے گھر پہنچ گیا۔ (معجزات سرور عالمؐ ص ۲۷-۲۹، بحوالہ سیرت ابن ھشام: قسم اول، ص ۳۸۲، الاصابة: جلد دوم، ص ۲۱۷، اسدالغابة: جلد سوم، ص ۵۴، البداية والنهاية: جلد سوم، ص ۹۹ و جلد ششم، ص ۱۵۳ اور ۲۷۸، طبقات ابن سعد: جلد ۱۴، قسم اول، ص ۱۷۵)۔

داعیٔ حق کی کامیاب کاوش

ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ طفیل بن عمرو کی کاوشوں سے قبیلہ دوس کے کئی گھرانے اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلسل نامہ و پیام اور رابطہ رکھتے تھے۔ غزوہ خیبر سے قبل وہ ستر یا اسی گھرانوں کے ساتھ اپنے علاقے سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انھیں پتا چلا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی جنگ میں مصروف ہیں تو یہ سب لوگ خیبر پہنچ گئے۔ ان ہی لوگوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن ازیہر الدوسی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کی فتح کے بعد بڑی مقدار میں مالِ غنیمت ملا تو آپ نے قبیلہ دوس کے سارے وفد کے درمیان بھی مال غنیمت میں سے حصہ تقسیم کیا۔ پھر یہ لوگ

Marfat.com

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی خیبر سے مدینہ آئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو حرۃ الدجاج میں قیام کا حکم دیا جو مدینہ کے بالکل ساتھ ملحق ہے۔

دو جلیل القدر صحابہؓ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب اس وفد میں اپنے گھر سے چلے تو انھوں نے یہ شعر کہا:

یاطولها من لیلة وعنائها

علی انها من بلدة الکفر نجت

اس رات کی طوالت اور طنابوں کا کیا کہنا جس نے کفر کے گڑھ سے نجات دے کر (اسلام کے گہوارے) میں پہنچا دیا۔

عبداللہ بن ازیہر بنو دوس لے مقتدر سرداروں میں سے تھے، انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری قوم اور قبیلے کے درمیان میرا مقام و منزلت معروف و معلوم ہے پس آپ مجھے ان کی نگرانی ذمہ داری سونپ دیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلمنے ان کو کوئی منصب تو نہیں عطا فرمایا بلکہ ایک بہت جامع اور بلیغ نصیحت فرمائی:

یا اخا دوس ان الإسلام بدأغریباً وَسَیَعُوْدُ غرِیْباً فَمَنْ صَدَّقَ اللّٰهَ نَجا وَمَنْ آلَ اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ هَلَکَ، اِنَّ اَعْظَمَ قَوْمِکَ ثَواباً اعْظَمُهُمْ صِدقاً وَیُوْشِکُ الْحَقّ اَنْ یَغْلِبَ الْبَاطِلَ۔

اے قبیلہ دوس کے بھائی اسلام اس حال میں دنیا میں متعارف ہوا تھا کہ یہ اجنبی اور غریب الدیار تھا۔ ایک دور آئے گا یہ پھر اسی کیفیت سے دوچار ہو جائے گا۔ پس جس نے اللہ کی تصدیق کی وہ ہر دور میں نجات پائے گا اور جو اس کے علاوہ کسی اور جانب لڑھک گیا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ تمھاری قوم میں سے سب سے زیادہ ثواب کا مستحق وہی ہوگا جو سب سے زیادہ صدق ایمانی سے مالا مال ہوگا اور (ان شاء اللہ) عنقریب حق باطل پر مکمل غلبہ

Marfat.com

حاصل کرلے گا۔(طبقات ابن سعد،ج ا،ص ۳۵۳)

ام ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

قبیلہ دوس کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ میں مقیم رہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو اپنی والدہ کے لیے حرۃ الدجاج میں ایک جھونپڑا بنا کر خود صفہ پر مقیم ہو گئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ مسلمان نہیں ہوئی تھیں، مگر اپنے بیٹے کی محبت میں ہجرت کر کے آ گئی تھیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کی خدمت کا حق ادا کر کے واپس صفہ پر آ جاتے۔ آخر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کی والدہ کے لیے ہدایت کی دعا کریں۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی اور ان کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کی ہدایت دے دی۔ (تفصیل کے لیے ہماری کتاب روشن قندیلیں،عنوان امِ ابی ہریرہؓ)

Marfat.com

وفد بنی عبس

عشرةٌ کاملةٌ

قبیلہ عبس کے نو آدمی فتح مکہ سے قبل مدینہ منورہ آئے۔ ان کا اصل علاقہ نجد تھا۔ اس قبیلے میں سے کچھ لوگ تو بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ اس وفد میں میسرہ بن مسوق اور حارث بن ربیع المعروف بالکامل جیسے مشہور و معروف سرداران شامل تھے۔ دیگر لوگوں میں قنان بن دارم، بشر بن الحارث بن عبادہ، ہدم بن مسعدہ، سباع ابن زید، ابوالحصن بن لقمان، عبداللہ بن مالک اور فردہ بن الحصین ابن فضالہ شامل تھے۔ یوں یہ کل نو افراد بنتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات پر ان لوگوں نے آپ کو سلام کہا اور اپنے قبولِ اسلام کا اعتراف کیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے خیر کی۔

پھر آپ نے فرمایا: ایک اور آدمی تلاش کرو جس کے ساتھ تمھاری تعداد ۱۰ ہو جائے تاکہ میں تمھارے لیے ایک جھنڈا بھی بناؤں اور جنگی شعار (کوڈ ورڈ) بھی تمھیں عطا کروں۔ آپ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ مجلس میں تشریف لے آئے۔ پس آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ شامل فرما دیا اور جھنڈا حضرت طلحہ کو عطا کیا اور ان کا شعار یا عشرة یعنی اے دس ارکان کی جماعت مقرر فرمایا۔

عظیم شرف

ابن سعد نے اس واقعے کے ساتھ یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ قریش کا ایک قافلہ شام کی طرف سے واپس آرہا ہے تو آپ نے بنو عبس کے صحابہ کو ایک جھنڈا دے کر اس سریہ کے لیے روانہ فرمایا اور آپ نے فرمایا کہ تم نو ہو اور یہ سمجھو کہ میں تمھارے

Marfat.com

ساتھ تمھارا دسواں ساتھی ہوں۔ یہ واقعہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم کامیاب ہوگئے اور ہم نو افراد ہیں تو مالِ غنیمت ملنے کی صورت میں اسے تقسیم کیسے کریں گے؟ آپ نے فرمایا دس حصے کرنا اور ایک حصہ لا کر مجھے دینا باقی آپس میں تقسیم کر دینا۔ ابن سعد نے وفد کی آمد کا زمانہ ۱۰ ہجری بیان کیا ہے اور ۸ ھ میں تو مکہ فتح ہو چکا تھا۔ ابن کثیر نے بھی اس وفد کی آمد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ فتح مکہ سے قبل آئے تھے اور ابن کثیر کے مطابق حضرت طلحہ کو جھنڈا تیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا اَنا عاشر کم یعنی میں تمھارا دسواں ساتھی ہوں۔ (طبقات ابن سعد، ج ا،ص ۲۹۵-۲۹۶، البدایۃ و النھایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۹۵۶)

ہجرت کا ثواب

ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی مدد سے مزید لکھا ہے کہ بنو عبس کے تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آکر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قاری ہمارے پاس آئے اور ہمیں بتایا کہ جس نے ہجرت نہ کی اس کا اسلام معتبر نہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہماری معاش کا سارا دارومدار اپنے مال مویشیوں پر ہے۔ اگر ہجرت کے بغیر اسلام نہیں ہے تو پھر ہم بڑے خسارے میں ہیں۔ اس صورت میں ہم اپنے مال مویشی (جس قیمت پر بھی بکے) فروخت کر دیں گے اور ہجرت کر کے یہاں آجائیں گے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: اِتَّقُو اللّٰہَ حَیۡثُ کُنۡتُمۡ فَلَنۡ یَلِتَکُمۡ مِنۡ اَعۡمَالِکُمۡ شَیۡئًا وَلَو کُنۡتُم بِصَمۡدِ وَجَازَانَ۔ تم جہاں بھی رہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو ایسی صورت میں وہ تمھارے اعمال میں سے کسی چیز کی کمی نہیں کرے گا۔ اگر چہ تم صمد اور جازان کی گھاٹیوں میں کیوں نہ ہو (وہ ہر جگہ تمھارے ساتھ ہے)۔ پھر آپ نے ان سے خالد بن سنان کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ اس کا کوئی اتا پتا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی قوم نے اسے ضائع کر دیا۔ وہ ایک قابل اور قیمتی انسان تھا۔ (طبقات ابن سعد، ج ا،ص ۲۹۶)

......❀......❀......❀......

Marfat.com

وفد بنی جرم

نماز با جماعت

قبیلہ جرم کے ایک فرد سعد بن مُرہ الجرمی اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ہمارے قبیلے کے دو افراد فتح مکہ کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ تھے اصقع بن شریح بن صریم بن عمرو اور ہوذہ بن عمرو بن یزید بن عمرو۔ عمرو بن ریاح ان دونوں کے پردادا تھے۔ انھوں نے اسلام قبول کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک پروانہ عطا فرمایا۔

یہ لوگ کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ اسلام کے بنیادی اصولوں سے واقفیت اور قرآن کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔ پھر یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے قبیلے میں جا کر انفرادی کے بجائے باجماعت نماز ادا کرنی ہے تو ہماری رہنمائی کیجیے کہ ہماری امامت کون کرائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس کو قرآن سب سے زیادہ یاد اور جو اچھی تلاوت کرے وہ امامت کرائے اور جس کی آواز زیادہ بلند ہو وہ اذان پڑھے۔

امام کا معیار

جب یہ اپنے قبیلے میں واپس پہنچے تو انھوں نے تلاش کیا کہ سب سے زیادہ قرآن کس کو یاد ہے۔ چونکہ قبیلے کے کچھ لوگ پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے۔ معلوم ہوا کہ ایک چھ سالہ بچہ سب سے زیادہ قرآن یاد کر چکا ہے۔ یہ بچہ بہت غریب خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اسے امامت کے لیے آگے بڑھایا گیا تو اس کے جسم پر ایک ہی چادر تھی۔ جب وہ سجدے میں گیا تو اس کا ستر قائم رہنا مشکل ہو گیا۔ ابن سعد نے خود اس بچے کے بقول یہ واقعہ نقل کیا ہے اور اس بچے کا نام عمرو بن سلمہ بن قیس الجرمی بیان کیا ہے۔ قوم کے ایک فرد نے جو مقتدیوں میں شامل تھا، نماز کے بعد اس بچے کو

Marfat.com

بحرین کا بنا ہوا ایک بہت قیمتی حلّہ پہنا دیا۔ یہ بچہ زندگی بھر امامت کے فرائض سرانجام دیتا رہا اور یہی اپنے قبیلے میں نماز جنازہ کی امامت بھی کیا کرتا تھا۔

امامِ قبیلہ حضرت عمرو بن سلمہ جرمی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق اس قبیلے کے احوال ابن سعد نے یوں بیان کیے، وہ کہتے ہیں:

سعید روح

ہمارا قبیلہ ایک چشمے کے قریب رہائش پذیر تھا جو شاہراہِ عام پر واقع تھا۔ قافلے یہاں سے گزرا کرتے تھے اور ہم ان سے شہروں اور دیگر علاقوں کی خبریں حاصل کیا کرتے تھے۔ ایک قافلے کے لوگوں نے ہمیں بتایا کہ مکہ میں ایک شخص فرماتے ہیں کہ اللہ نے انھیں رسول بنا کر بھیجا ہے اور ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ گزرنے والے بعض قافلے ہمیں وہ کلام بھی سناتے تھے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا تھا۔ میں یہ کلام سن کر یاد کر لیتا تھا۔ اس طرح مجھ کو قرآن پاک کا بہت سا حصہ یاد ہو گیا۔ یہ صحابی بہت ہی سلیم القلب اور سعید روح تھے۔

مکہ فتح ہوا تو سب قبیلے اسلام کی طرف راغب ہونے لگے۔ میرے والد بھی بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ مدینہ میں قیام کے بعد واپس آئے تو انھوں نے کہا: خدا کی قسم میں اللہ کے سچے رسولؐ کے پاس سے آیا ہوں۔ انھوں نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے اور حکم دیا ہے کہ تم میں سے جس آدمی کو زیادہ قرآن یاد ہو وہ تمھیں نماز پڑھایا کرے۔ ان کی بات سن کر قبیلے کے لوگوں نے جستجو کی تو مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہ تھا چنانچہ انھوں نے مجھے امام بنا لیا۔ اس وقت میری عمر چھ سال کی تھی اور میرے پاس اتنی چھوٹی سی چادر تھی کہ میں اپنا ستر مشکل سے ڈھانک سکتا تھا۔ پس میری قوم نے مجھے ایک قمیص لے دی۔ مجھے اس قمیص کے ملنے سے بڑھ کر کبھی کسی چیز کے ملنے کی خوشی نہیں ہوئی۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۳۵-۳۳۷، أسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۲، ص ۶۴۵-۶۴۶)

......❀......❀......❀......

Marfat.com

وفد رواس بن کلاب

انتقام کی آگ

ابن سعد نے طارق بن علقمہ الرواسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہمارے قبیلے کا ایک شخص عمرو بن مالک بن قیس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اس نے اسلام قبول کیا۔ پھر اپنی قوم کے پاس آیا اور ان کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ قوم کے لوگوں نے کہا کہ ہم اسلام تو قبول کر لیں گے مگر تم جانتے ہو کہ بنی عُقیل بن کعب نے ہم پر حملہ کر کے جو نقصان ہمیں پہنچایا، پہلے اس کا بدلہ لینا ضروری ہے۔ پس ان سے بدلہ لیں گے اور اس کے بعد مسلمان ہوں گے۔ انتقام کی آگ تو ہر چیز کو بھسم کر دیتی ہے۔ عربوں کے اندر یہ آگ غضب کی تھی۔ عمرو بن مالک نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ ابھی اسلام کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں۔ اپنے قبیلے کے ساتھ مل کر وہ بھی بنو عُقیل پر حملہ آور ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں بنو عقیل کا ایک شاہسوار ربیعہ بن المنتفق بن عامر قتل ہو گیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی

بنو عُقیل کا مقتول ربیعہ بن المنتفق بھی مسلمان ہو چکا تھا۔ اب حضرت عمرو بن مالک رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا کہ میں نے مسلمان ہوتے ہوئے بلاوجہ ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے اور یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اس عمل پر وہ اتنے آزردہ اور نادم ہوئے کہ خود بیان کرتے ہیں:

میں نے اپنا ہاتھ ایک طوق میں باندھ کر وہ طوق اپنی گردن میں ڈال لیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے پہلے ہی احساس تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کو اس کا علم ہو چکا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس جرم سے باخبر تھے۔ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا مگر آپؐ نے اپنا چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔ پھر میں دائیں جانب سے آیا اور سلام عرض کیا مگر آپؐ نے اب بھی مجھ سے اعراض برتا۔ میں بائیں جانب سے آیا اور نہایت عاجزی کے ساتھ سلام عرض کیا، مگر آپؐ کے رویے میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ میں پریشان تھا کہ اب کیا کروں؟ آخر میں نے سامنے سے آکر سلام کہا اور عرض کیا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! اِنَّ الرَّبَّ لَيُسْتَرْضٰى فَيَرْضِىْ فَارْضِ عَنِّىْ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْكَ۔ اللہ سے جب خطاکار اپنی خطاؤں کی معافی مانگتے ہیں تو وہ راضی ہو جاتا ہے۔ میری در[خو]است ہے کہ آپؐ بھی مجھ سے راضی ہو جائیں، اللہ آپؐ سے ہمیشہ راضی رہے۔ اس پر آ[نحض]ور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قَدْ رَضِيْتُ عَنْكَ ہاں میں بھی تجھ سے راضی ہو گیا ہ[و]ں۔ (طبقات ابن سعد، ج۱، ص ۳۰۰-۳۰۱، اُسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، [ج]ـ[۴] ص ۶۶۷)

......❀......❀......❀......

Marfat.com

وفد عُقَیل بن کعب

جاہلی رسومات

وفد عُقَیل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ کے بعد حاضر ہوا۔ اس وفد میں ربیع بن معاویہ بن خفاجہ بن عمرو بن عُقَیل، مطرف بن عبداللہ بن الاعلم بن عمرو بن ربیعہ بن عُقَیل، انس بن قیس بن المنتفق بن عامر بن عُقَیل شامل تھے۔ ان لوگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بار بار دعوت اسلام کے جواب میں اپنے جاہلی عقیدے کے مطابق پانسے اور فال گیری کے ذریعے معلوم کرنا چاہا کہ آیا قبولِ اسلام ان کے حق میں مفید ہے یا مضر۔ کافی ٹھوکریں کھانے کے بعد آخر اللہ نے ان کو ہدایت کا راستہ دکھا دیا۔ جب ان کے سردار نے اسلام قبول کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تو پانسہ ہی پلٹ گیا۔ وفد کے تمام لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور اس قبیلے کی خوبی یہ تھی کہ ان کی بیعت کے بعد پورے قبیلے نے اسلام قبول کر لیا۔

دستاویزِ نبویؐ

آپؐ نے ان لوگوں کو ایک مقام جو عقیق بن عُقَیل کے نام سے مشہور تھا عطا فرمایا اور اس کے لیے پروانہ بھی لکھ کر دیا۔ یہ مقام بہت سرسبز و شاداب تھا۔ یہاں پانی کے قدرتی چشمے رواں تھے، کھجور انار اور دیگر پھل دار درختوں کے باغات بھی تھے۔ یہ دستاویز ابن کثیر کے مطابق سرخ چمڑے کے ٹکڑے پر لکھی گئی تھی اور تمام قبیلے کے نمائندے کی حیثیت سے حضرت مطرف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو عطا کی گئی تھی۔ اس دستاویز میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا تھا کہ یہ دستاویز

Marfat.com

ان لوگوں کو عطا کی جارہی ہے جو لوگ نماز پڑھیں، زکوٰۃ ادا کریں اور سمع وطاعت اختیار کریں۔
(طبقات ابن سعد، ج۱، ص۳۰۱-۳۰۲، البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص۹۵۷)

Marfat.com

وفد بنی کلاب

تربیت یافتہ وفد

وفد بنی کلاب کی آمد ۹ھ میں مذکور ہوئی ہے۔ یہ لوگ پہلے سے مسلمان تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش رکھتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب سب قبائل نے مدینہ کا رخ کیا تو اس مسلمان قبیلے کا ایک وفد بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابن کثیرؒ کے مطابق یہ وفد ۱۳ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ جن میں مشہور شاعر لبید بن ربیعہ اور جبار بن سلمٰی بھی شامل تھے۔ ان لوگوں کو حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کی دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں قبول اسلام کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی تربیت بھی کی اور اسلامی احکام پر عمل درآمد کا نظام بھی مرتب کر لیا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے دوست

اس وفد کی آمد پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ آپؐ نے ان کو حضرت رملہ بنت الحارث انصاریہ رضی اللہ عنہا کی حویلی میں ٹھہرایا۔ جبار بن سلمٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شاعر رسولؐ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی پرانی دوستی تھی۔ جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو ان کی آمد کا پتا چلا تو انھوں نے ان لوگوں کا استقبال کیا اور اپنے دوست جبار کو ہدیے بھی دیے اور ان کی اور ان کے ساتھیوں کی بڑی ضیافت و تکریم بھی کی۔ جب یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے اسلامی طریقے کے مطابق آپؐ کو سلام کیا اس وقت حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سلام سے خوش بھی ہوئے لیکن وفد کے لوگوں نے یہ

Marfat.com

محسوس کیا کہ شاید آپؐ تک ان کے قبول اسلام کی خبر پہلے نہیں پہنچی تھی۔

سرکاری مہمان

اس معاملے کی وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے اپنے مربّی و معلّم حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وہ ہمارے درمیان آئے تو ہم نے ان کی دعوت قبول کی۔ پھر انھوں نے تمام احکام ہم تک پہنچائے جو اللہ کی کتاب اور آپؐ کی سنت سے انھوں نے حاصل کیے تھے۔ ہم نے ان کی ہر بات کا مثبت جواب دیا۔ جب وہ پہلی مرتبہ ہمارے پاس آئے تو دَعَانا الى الله فاستجبنا لله ولرسوله وانه اخذ الصدقة من اغنيائنا فردها على فقرائنا۔ یعنی وہ جب ہمارے پاس آئے تو انھوں نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی، ہم نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا، وہ ہمارے مال دار لوگوں سے صدقے وصول کیا کرتے تھے اور ہمارے فقرا و مفلسین کی طرف یہ ساری رقم لوٹا دیتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۰۰، البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۹۵۶، اُسد الغابۃ، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۲، ص ۸۱۵-۸۱۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تکریم کی اور جتنے دن وہ مدینہ میں ٹھہرے، سرکاری مہمانوں کی حیثیت سے ان کی تواضع کی گئی۔ پھر یہ لوگ واپس اپنے قبیلے میں چلے گئے۔ لبید بن ربیعہ صاحبِ دیوان شاعر ہیں۔ یہ ان سات شعرا میں بھی شامل ہیں جن کے قصیدے خانہ کعبہ میں لکھ کر لٹکائے جاتے تھے۔ ان کو سبعہ معلقات کہا جاتا تھا۔ امرأ القیس کے بعد دوسرے نمبر پر لبید ہی کا نام آتا ہے۔ انھوں نے اپنے بعض اشعار میں قبول اسلام کا تذکرہ بہت خوب صورت انداز میں کیا ہے۔ ایک شعر میں وہ کہتے ہیں:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ اِذْ لَمْ يَاْتِنِىْ اَجَلِىْ

حتى اِكْتَسَيْتُ مِنَ الْاِسْلَامِ سربَالا

Marfat.com

اللہ کا شکر ہے کہ (حالتِ کفر) میں موت آنے سے قبل اللہ تعالیٰ نے مجھے سعادت بخشی کہ نے اسلام کا خوب صورت لباس پہن لیا۔

ایک اور شعر میں وہ یوم حساب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وکل امرء یوما سیعلم سعیه

اذا کشفت عند الاله المحاصد

ہر شخص اس دن اپنے اعمال اور بھاگ دوڑ کا نتیجہ اپنے سامنے پائے گا، جب انسان کی تمام (اعمال) کمائی اللہ کے دربار میں کھول کر رکھ دی جائے گی۔

ابن الاثیر کے مطابق قبول اسلام کے بعد لبید نے چند اشعار ہی کہے اور عمومی طور پر شعر و شاعری ترک کر دی۔ ان کی بیٹی بھی بہت اچھی شاعرہ تھی۔ جب بھی کبھی کسی شاعر کا جواب دینا ہوتا تو اپنی بیٹی سے کہتے اور وہ جواب دے دیتی۔ (أسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۲، ص ۸۱۵-۸۱۶)

Marfat.com

وفد ہلال بن عامر

عبدعوف سے عبداللہ

بنی ہلال بن عامر کا ایک وفد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں عبدعوف ابن اصرم بھی شامل تھے۔ آپؐ نے ان سے نام پوچھا تو انھوں نے کہا عبدعوف۔ آپؐ نے فرمایا: تم عبداللہ ہو۔ پس وہ مسلمان ہوگئے۔ یہ بنوہوازن کے تمام قبائل کا مشترکہ وفد تھا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا تو یہ بہت خوش ہوئے۔ ان کی اولاد میں سے ایک شخص نے اپنے ایک شعر میں اپنے جدامجد کی وفد میں شمولیت اور قیادت کا تذکرہ کیا ہے:

جدی الذی اختارت ہوازن کلھا

الی النبی عبد عوف وافدا

میرے جدامجد عبدعوف تھے جنھیں ہوازن کے تمام قبائل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا نمایندہ بنا کر بھیجا تھا (اور جب وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عبدعوف سے عبداللہ ہوگئے)۔

مقروض کی مدد

اس وفد میں قبیصہ بن مخارق بھی شامل تھے۔ انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کیا: میں نے اپنی قوم سے ایک قرض لیا ہوا ہے، اس کی ادائیگی میں میری مدد فرمایئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ھی لک فی الصدقات اذا جاء ت۔ یعنی اطمینان رکھو، جب صدقات کا مال آئے گا تو اس میں سے ضرور تمھاری مدد کی جائے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم ہمیشہ مقروض لوگوں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے نتیجے میں کوئی مقروض قرض سے نجات پالے۔ (أسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۲، ص ۳۷۷)

ام المومنین کا بھانجا

مورخ ابن ہشام کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ زیاد بن عبداللہ بن مالک بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے تھے۔ جب مدینہ پہنچے تو ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے گھر چلے گئے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے تو ایک چھوٹی عمر کے نوجوان کو گھر میں موجود پایا۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری بہن غرہ بنت الحارث کا بیٹا ہے۔ یعنی ام المومنین کا بھانجا تھا۔

نوجوان کا اکرام

اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ دور ہوگیا۔ آپؐ گھر کے اندر گئے اور زیاد بن عبداللہ سے شفقت ومحبت کا اظہار فرمایا۔ پھر ان کو اپنے ساتھ لے کر مسجد میں آئے۔ انھوں نے آپؐ کے ساتھ مسجد میں نماز ظہر ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد زیادہ کو اپنے قریب کیا، اس کے لیے دعا کی، پھر اپنا دست مبارک اس کے سر پہ رکھا۔ اس کے بعد اس کے رخساروں اور ناک پر ہاتھ رکھ کر تھپتھپایا۔

بنو ہلال بن عامر کے لوگ اس تکریم پر بہت خوش ہوئے اور وہ کہا کرتے تھے: مَا زِلْنَا نَتَعَرَّفُ الْبَرَکَةَ فِیْ وَجْهِ الزِّیَادِ یعنی ہم اب تک زیاد کے چہرے پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لمس کی برکات دیکھتے ہیں۔ حضرت زیاد کے ایک بیٹے کا نام علی بن زیادہ تھا۔ ایک شاعر اسے ملا تو فرطِ عقیدت سے اس نے اس کی خدمت میں یہ اشعار پیش کیے۔

Marfat.com

یَا ابْنَ الَّذِی مَسَحَ النَّبِیُّ بِرَأْسِہٖ
ودعا له بالخیر عندالمسجد
اعنی زیاداً لا ارید سواءَہٗ
من غائر او مستھم او منجد
ما زال ذاک النور فی عرنینه
حتی تبوأ بیته فی الملحد

اے اس خوش نصیب انسان کے بیٹے! جس کے سر پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیرا اور جس کو اپنی مسجد کے اندر خیر و برکت کی دعا دی۔ میری مراد زیادہ سے ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں۔ میں کسی پستی کی طرف گرنے والے یا تہمتیں باندھنے والے یا مصنوعی خوبصورتی اختیار کرنے والے کا ذکر نہیں کر رہا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لمس کا وہ نور اس کے چہرے اور ناک پر ہمیشہ موجود رہا یہاں تک کہ وہ اپنی قبر میں اتر گیا۔

(البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۹۵۸، طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۱۰)

Marfat.com

وفد ربیعہ: عبدالقیس

یا مرحبا

اس وفد کے یہ دونوں نام ابن سعد نے لکھے ہیں جب کہ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں عنوان باندھتے ہوئے صرف عبدالقیس کے نام سے ان کو موسوم کرتے ہیں البتہ متن میں وہ ان کے حوالے سے ربیعہ کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ یہ وفد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: مرحبا بالقوم غیر خزایا ولا الندامیٰ. یعنی ایسی قوم کو خوش آمدید جو نہ رسوا ہونے والی ہے اور نہ ہی ندامت سے دوچار ہونے والی ہے۔

جنت میں داخلے کا ذریعہ

ان لوگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ مضر کے مشرکین کے ساتھ ہماری دشمنی ہے اس لیے ہم آپ کے پاس حرام مہینے میں سفر کر کے آئے ہیں تاکہ وہ ہم پر حملہ نہ کر دیں۔ ہماری درخواست ہے کہ آپ ہمیں مختصر طور پر وہ اعمال بتائیں کہ جن پر عمل درآمد کر کے ہم جنت میں داخل ہو سکیں اور ہم یہ تعلیمات اپنے ان لوگوں تک بھی پہنچائیں گے جو پیچھے ہمارے قبیلے میں رہ گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمھیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے روکتا ہوں۔ (۱) تم ایمان لے آؤ اور تم جانتے ہو کہ ایمان لانے کا طریقہ کیا ہے؟ شهادة ان لااله الا الله ان محمداً رسول اللّٰہ. یعنی تم نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا ہے، (۲) نماز قائم کرو، (۳) زکوٰۃ ادا کرو اور (۴) رمضان کے روزے رکھو۔ (اور اگر تمھیں مال غنیمت حاصل ہو تو اس

Marfat.com

میں سے خمس بیت المال کے لیے بھیجا کرو)۔ میں تمھیں جن چار باتوں سے منع کرتا ہوں وہ ہیں: شراب کی چار قسمیں جو تمھارے ہاں کشید کی جاتی ہیں اور پی جاتی ہیں۔ یعنی کدو کے برتن میں یا خاص مصالحہ لگے ہوئے برتن میں یا سیاہ ہنڈیا میں یا لکڑی کے تراشے ہوئے برتن میں کشید کی جانے والی شراب اور نبیذ کی تمام قسمیں ممنوع اور حرام ہیں۔

اہلِ مشرق کا جوہر

اس وفد میں پہلی مرتبہ تیرہ آدمی اور دوسری مرتبہ بیس آدمی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بعض مورخین کے نزدیک ان کی تعداد اس سے زیادہ تھی۔ ان کی آمد سے پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ابھی ابھی تمھارے پاس وہ لوگ آرہے ہیں جن کی صفت ہے :ھم خیر من اھل المشرق. یعنی وہ اہلِ مشرق میں سب سے بہتر ہیں۔ یہ سن کر کئی صحابہ کو شوق پیدا ہوا کہ دیکھیں وہ کون لوگ ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ ربیعہ بن عبدالقیس کے لوگ ہیں۔ پھر مورخ ابن سعد کے الفاظ میں آپؐ نے فرمایا: اللھم اغفر لعبدالقیس، أتونی لَا یسئلونی مالًا. اے اللہ عبدالقیس کی مغفرت فرمادے۔ وہ میرے پاس آرہے ہیں اور مجھ سے مال طلب کرنے کے لیے نہیں (بلکہ اعلیٰ تر مقصد یعنی ایمان کے لیے آرہے ہیں) ان کے سردار عبداللہ الاشجؓ تھے۔ باقی لوگ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے لیکن قائد وفد پیچھے رہ گئے۔ انھوں نے سب لوگوں کے اونٹوں کو باندھا۔ پھر اپنی گٹھری میں سے صاف ستھرے کپڑے نکالے، لباس تبدیل کیا، پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اس موقع پر آپؐ نے وفد سے پوچھا تم میں سے عبداللہ بن عوف الاشجؓ کون ہے۔ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں۔ ابن سعد، ابن کثیر اور دیگر مورخین بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ شکل وصورت کے لحاظ سے بالکل معمولی انسان تھے۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بڑی تعریف کی اور فرمایا: انسان کی قدر و قیمت اس کے ڈیل ڈول اور ظاہری شکل وصورت سے نہیں ہوتی، بلکہ اس کے جسم کے دو چھوٹے حصے اس کی قدر و قیمت کا فیصلہ کرتے

Marfat.com

ہیں یعنی زبان اور دل۔

حلم اور ذہانت

پھر آپ نے عبداللہ الاشج سے فرمایا: **فیک خصلتان یحبھما اللہ قال وما ھما یارسول اللہ؟ قال الحلم والاناۃ**۔ یعنی تمھارے اندر دو ایسی صفات ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں۔ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ کون سی صفات ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: حلم و بردباری اور ذہانت و عقل مندی۔ اس پر انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں نے یہ کوشش سے حاصل کی ہیں یا اللہ نے میری جبلت میں پیدا فرمائی ہیں، تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ پیدائشی طور پر تمھیں عطا فرمائی ہیں۔ اس پر انھوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

نجات کی ضمانت

اس وفد میں جارود بن بشر المعلیٰ اور منقذ بن حیان بھی تھے۔ آخر الذکر سردارِ قبیلہ اشجؓ کا بھانجا تھا۔ اول الذکر، جارود عیسائی مذہب اختیار کر چکا تھا جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پہلے ہی بتوں کو چھوڑ چکا ہوں۔ کیا آپ مجھے میرے اس آسمانی مذہب کے اوپر رہنے کی اجازت دیں گے، اگر میں اسے چھوڑ کر آپ کے دین میں آ جاؤں تو کیا آپ اللہ کے ہاں میرے ضامن بنیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں تمھیں جس دین کی طرف بلا رہا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس پر تم ہو اور میں اللہ کے ہاں تمھارا ضامن ہوں گا۔ یہ سن کر اس نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

حضرت جارود رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد ایک قصیدہ لکھا، جس میں یہ اشعار خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

شَهِدْتُ بِاَنَّ اللّٰهَ حَقٌّ وَ سَامَحَتْ
نَبَاتَ فُؤَادِیْ بِالشَّهَادَةِ وَالنَّهْضِ
فَاَبْلِغْ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنِّی رِسَالَتِی

Marfat.com

بِأَنِّي حَنِيفٌ حَيْثُ كُنْتُ مِنَ الْأَرْضِ

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کا وجود برحق ہے اور میرے دل کے تمام خیالات اس گواہی کے عین مطابق ہیں۔

پس اے میرے اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ میں ہمیشہ توحید پر قائم اور شرک سے مجتنب رہوں گا، خواہ مجھے کسی بھی سرزمین پر زندگی گزارنا پڑے۔

(أسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۱، ص ۳۴۳)

بیماری سے نجات

عبداللہ بن الاشج نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات عرض کی اور آپ کی مدد چاہی۔ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے وفد کے ساتھ میرا ماموں بھی ہے، مگر میں اسے آپ کی خدمت میں نہیں لایا۔ وہ کسی بیماری میں مبتلا ہے، میری درخواست ہے کہ آپؐ اس کی صحت کے لیے دعا فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: این ھو؟ ائتنی بہ یعنی وہ کہاں ہے؟ اسے میرے پاس لے کر آ ؤ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے ماموں کے پاس گئے، اسے نیا لباس پہنایا اور ساتھ لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر آپؐ نے اس کے لیے دعا بھی کی اور اس کی پیٹھ پر ہاتھ سے ایک ضرب لگائی اور فرمایا: اخرج عدوا اللہ، اے دشمن خدا اس کے جسم سے نکل جا۔ حافظ البیہقی اور دیگر محدثین کے حوالے سے ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص بالکل تندرست اور ٹھیک ہو گیا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

ان لوگوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اسی بڑے گھر میں ٹھہرایا تھا جہاں دیگر وفود کو ٹھہرایا جاتا تھا یعنی حضرت رملہ بنت الحارث انصاریہ رضی اللہ عنہا کی حویلی میں۔ ان کے قیام کے دوران انھیں اسلام کی تعلیمات دی جاتی رہیں جو انھوں نے بہت شوق سے سیکھیں۔ ایک موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جانتے

Marfat.com

ہیں کہ نقیر کسے کہتے ہیں؟ تو آپ نے مسکرا کر فرمایا: ہاں جانتا ہوں۔ کھجور کی ایک موٹی لکڑی، جس کو تم لوگ اندر سے کھوکھلا کرتے ہو، پھر اس میں کھجوریں بھر دیتے ہو، پھر کھجور کا رس بھی ڈالتے اور پانی بھی چھڑکتے ہو۔ شدت کی گرمی میں رس اور پانی ابلتا ہے تو کھجوریں بھی اس کے ساتھ گرم ہوتی ہیں اور ان سے ایک مشروب بن جاتا ہے جو نشہ آور ہے۔ پھر تم اسے پیتے ہو تو نشے میں بدمست ہو کر اپنے ہی بھائی بندوں پر تلوار چلا دیتے ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر تمام ارکان وفد ہنس پڑے۔ آپ نے پوچھا کیوں ہنس رہے ہو تو عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے بالکل ٹھیک فرمایا۔ ہمارے ہاں کچھ عرصہ پہلے یہی حادثہ ہوا تھا اور ایک رکن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہمارے اس بھائی نے ایسی کیفیت میں اپنے بھائی کو زخمی کر دیا تھا۔ آپ نے ان لوگوں کو شراب کے لیے استعمال ہونے والے برتنوں سے منع کیا تو ساتھ ہی فرمایا کہ چمڑے کے ڈول اور مشکیزے اور چمڑے کے کپے استعمال کیا کرو۔ انھوں نے عرض کیا چمڑے کے برتنوں کو چوہے کتر جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم چوہوں پر نظر رکھو گے تو وہ بھاگ جائیں گے۔"

انعام واکرام

ایک موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمھارے انصاری بھائیوں نے تمھاری مہمان نوازی کیسی کی؟ تو انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان لوگوں کا کیا کہنا۔ انھوں نے مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔ یہ بہترین انسان اور ہمارے بہترین بھائی ہیں۔ بہت بہترین کھانے کھلاتے رہے اور اس کے ساتھ سب سے بہترین بات یہ ہے کہ صبح شام ہمیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تعلیم سے بھی روشناس کراتے رہے۔ یہ لوگ مدینہ میں دس دن رہے۔ حضرت عبداللہ بن الاشج رضی اللہ عنہ نے اس عرصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی قرآن وسنت اور فقہ کے بارے میں بہت کچھ پوچھا۔ آپ نے ان کے قیام کے دوران ایک رکن مُنقذ بن حیان کے چہرے پر ہاتھ بھی پھیرا۔ آپ نے ان لوگوں کو رخصت کیا تو انعامات سے نوازا۔

Marfat.com

باقی لوگوں کو دس دس اوقیہ چاندی دی اور حضرت عبداللہ بن الاشج رضی اللہ عنہ کو بارہ اوقیہ۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۹۳۰-۹۳۱، طبقات ابن سعد، ج۱، ص ۳۱۴-۳۱۵)

وفود کی دو مرتبہ حاضری

امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس وفد نے جو بنو مضر سے خطرے کا تذکرہ کیا اور حرام مہینے میں اپنے سفر کی بات کی تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وفد کی آمد فتح مکہ سے قبل کی ہے، کیونکہ فتح مکہ کے بعد ایسی کیفیت نہیں تھی کہ کوئی قبیلہ کسی دوسرے قبیلے پر حملہ کرے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ اس قبیلے کے وفود دو مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ایک بار فتح مکہ سے قبل اور دوسری مرتبہ فتح مکہ کے بعد۔ واللہ اعلم بالصواب۔

Marfat.com

وفد بنی النخع

دو وفود

نخع یمن کے قبیلہ مذحج کی ایک شاخ تھی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب بھیجا، تو ان کے ہاتھ پر یمن کے بہت سارے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ابن سعد کے مطابق یہ وفد سب سے آخر میں آنے والے وفود میں سے ہے۔ ان کی آمد ۱۱ھ کے آغاز میں ہوئی۔ ہماری رائے میں یہاں سے پہلا وفد فتح مکہ سے قبل آیا تھا اور اس کی دلیل خود طبقات ابن سعد کے اندر موجود ہے، جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔ البتہ دوسرا وفد محرم ۱۱ھ میں حاضر خدمت ہوا تھا، جس میں سوار کان شریک تھے۔ سب سے پہلے ان میں سے دو افراد مدینہ پہنچے۔ ایک رکن ارطاۃ بن شرحبیل بن کعب تھے، (بنو حارثہ بن سعد بن مالک بن نخع میں سے) اور دوسرے رکن جہیش تھے، جن کا اصلی نام ارقم تھا (بنو بکر بن عوف بن نخع میں سے)۔

خوب صورت شورائی نظام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہ لوگ آئے تو خوب صورت کپڑوں میں ملبوس تھے اور انھوں نے آکر اپنے قبول اسلام کی تجدید کی اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنی قوم کی طرف سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ آپ نے ان کی شکل وصورت اور لباس وزیبائش کی بھی تعریف فرمائی۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تمھارے پیچھے تمھاری قوم میں اور بھی تم جیسے لوگ ہیں؟ دونوں نے یک زبان جواب دیا جو اتنا خوب صورت اور دل نشین ہے کہ اس جواب ہی سے ان لوگوں کی عظمت وذہانت واضح

Marfat.com

ہو جاتی ہے۔ انھوں نے کہا: یارسول اللہ قد خلفنا من قومنا سبعین رجلا کلھم افضل منا، وکلھم یقطع الامر وینفصل الاشیاء ویشارکوننا فی الامر اذا کان یعنی یارسول اللہ ہم نے اپنے پیچھے اپنی قوم کے وہ ستر آدمی چھوڑے ہیں جن میں سے ہر ایک ہم سے افضل ہے۔ اور جب بھی کوئی معاملہ آئے تو سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں، ہم سب لوگوں کو مشاورت میں شریک کرتے ہیں اور پھر جو فیصلہ ہو جائے اس کی تنفیذ کرتے ہیں۔ گویا ان کے باہمی معاملات مشاورت سے طے پاتے تھے جو قرآن کا حکم اور اسلام کا منشا ہے۔

دو شہید بھائی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اور ان کی قوم کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ اللھم بارک فی النخع اے اللہ! قبیلہ نخع کے لوگوں کو برکت عطا فرما۔ اس کے بعد آپؐ نے اس قبیلے کے لیے ایک جھنڈا بنوایا اور یہ حضرت ارطاۃ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ ابن سعد کے مطابق فتح مکہ کے موقع پر یہ جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت ارطاۃ رضی اللہ عنہ نے بعد میں جنگ قادسیہ تک تمام معرکوں میں حصہ لیا۔ جنگ قادسیہ میں بھی یہ جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ اس عظیم جنگ میں وہ شہید ہوئے۔ ان کی شہادت پر ان کے بھائی حضرت دُرید بن شرحبیل رضی اللہ عنہ نے یہ جھنڈا اٹھا لیا اور وہ بھی شہید ہو کر جنت میں چلے گئے تو بنی جذیمہ سے تعلق رکھنے والے صحابی حضرت سیف بن الحارث رضی اللہ عنہ نے وہ جھنڈا تھام لیا اور فتح پا کر اس جھنڈے کے ساتھ حضرت سیف بن الحارث رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے۔

دو سعید بھائی

ابن سعد دوسرے وفد کے بارے میں بیان کرتے کہ یہ نصف محرم ۱۱ھ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس میں سو افراد شامل تھے۔ ان کو بھی حضرت رملہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی حویلی میں ٹھہرایا گیا تھا۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے عرض کیا کہ ہم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے بیعت کر چکے

Marfat.com

ہیں۔اس وفد کی قیادت حضرت زرارہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کی۔ان کے ساتھ ان کے بھائی بھی تھے، جن کا نام بھی زرارہ بیان کیا گیا ہے۔غالباً یہ ان کے ماں جائے بھائی ہوں گے کیونکہ ان کا نسب یوں بیان ہوا ہے۔زرارہ بن قیس بن حارث۔قبول اسلام سے پہلے یہ عیسائی مذہب اختیار کر چکے تھے۔(طبقات ابن سعد، ج ا ص ۳۴۶)

خواب اور تعبیر

حضرت زرارہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کئی خواب بھی بیان کیے جو بعض مورخین نے نقل کیے ہیں۔انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے راستے میں کچھ خواب دیکھے ہیں جو مجھے عجیب لگے ہیں۔آپ نے فرمایا: بیان کرو تو انھوں نے اپنے چار خواب بیان کیے۔انھوں نے عرض کیا: میں نے دیکھا ہے کہ ایک بکری نے بچہ دیا ہے جو سفید اور سیاہ رنگ کا ابلق ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تمھاری بیوی کے بچہ ہونے والا تھا؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے جو تیرا فرزند ہے۔

زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابلق ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب آؤ۔پھر آہستہ سے پوچھا: کیا تمھارے جسم پر برص کے داغ ہیں جنھیں تم نے لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہے؟ زرارہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ کو رسولؐ بنا کر بھیجا ہے میرے ان داغوں کا آج تک کسی کو علم نہ تھا۔ارشاد ہوا، بچے پر یہ اسی کا اثر ہے۔

خوش حالی اور دنیا و آخرت

زرارہ رضی اللہ عنہ نے دوسرا خواب سنایا کہ میں نے نعمان بن منذر (عرب کا ایک مشہور بادشاہ) کو دیکھا کہ بہت قیمتی اور آرام دہ لباس اور خوب صورت زیورات پہنے ہوئے ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی تاویل ملکِ عرب ہے جو طویل بدحالی اور معاشی بحرانوں کے بعد اب

Marfat.com

آسایش و آرام اور خوش حالی حاصل کر رہا ہے۔

زرارہ رضی اللہ عنہ نے تیسرا خواب بیان کیا کہ ایک بڑھیا زمین سے باہر نکلی ہے جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دنیا ہے جس قدر باقی رہ گئی ہے وہ سیاہی سے ظاہر ہوتی ہے اور جو بیت چکی ہے وہ سفیدی میں دکھائی گئی ہے۔

خواب کی تعبیر اور آج کا منظر

زرارہ رضی اللہ عنہ نے چوتھا خواب سنایا کہ میں نے ایک آگ زمین سے نمودار ہوتے دیکھی جو میرے اور میرے بیٹے عمرو کے درمیان حائل ہوگئی اور وہ آگ کہہ رہی ہے جلا ڈالو، جلا ڈالو خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، آنکھوں والا ہو یا اندھا۔ لوگو! اپنا آپ، اہل وعیال اور سب مال ومتاع اور غذا وخوراک مجھے کھانے کے لیے دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک فساد ہے جو آخر زمانے میں ظاہر ہوگا اور سب لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اے اللہ! ہر عذاب اور فتنے سے ہمیں اپنی پناہ اور حفاظت عطا فرما۔

زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسا فتنہ ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اپنے حکمران کو قتل کر دیں گے۔ پھر ان کے درمیان آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ لوگ ایک دوسرے سے اس طرح گتھم گتھا ہو جائیں گے جیسے ہاتھوں کی انگلیاں پنجہ ڈالنے سے آپس میں گتھ جاتی ہیں۔ بدکار اس زمانے میں اپنے آپ کو نیکوکار سمجھے گا۔ مومن کا خون پانی سے بڑھ کر خوشگوار سمجھا جائے گا۔ جس کی اولاد مر گئی وہ اس فتنے کو دیکھ لے گا اور جو خود مارا گیا تو اس کی اولاد اس کا نظارہ کرے گی۔ امت کی بدقسمتی دیکھیے آج پورا عالم اسلام اس فتنے کی زد میں ہے۔ اللہ ہم پر رحم فرمائے۔

وقتِ دعا ہے

زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دعا کیجیے میں اس فتنے کو نہ دیکھوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: الٰہی زرارہؓ یہ فتنہ نہ دیکھے اس کو اس سے محفوظ فرما۔ اس واقعہ

Marfat.com

کے چند سال بعد حضرت زرارہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور ان کا بیٹا بچا رہا۔ اس نے امیر المومنین حضرت عثمان ذولنورین رضی اللہ عنہ کی بیعت کو توڑ ڈالا اور اس فتنۂ عظیم کا شکار ہو گیا۔ حضرت زرارہ رضی اللہ عنہ اس فتنے سے ڈرتے تھے اسی لیے انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی۔ اللہ نے ان کو کسی فتنے میں مبتلا کیے بغیر اپنے پاس حالتِ ایمان میں بلا لیا۔ رضی اللہ عنہ! اے اللہ ہم بھی ہر فتنے اور اعمالِ بد سے ڈرتے ہیں اور تجھ سے پناہ مانگتے ہیں۔ تو رحمٰن ورحیم ہے، اس امت پر رحم فرما، ان کو ہدایت بخش دے اور شیطان کے چنگل سے ان کو نکلنے کی توفیق ارزانی فرما۔ (أسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۱، ص ۷۴۱-۷۴۲)

Marfat.com

وفد قبیلہ اسلم

خوبی اور خامی

قبیلہ اسلم عرب کے مشہور قبائل میں سے ہے جن کا علاقہ ساحل سمندر کے قریب، ہموار میدانوں میں تھا۔ تاریخ میں اس قبیلے کی بڑی خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ یہ بہادر، جنگجو اور اس کے ساتھ بڑے فیاض لوگ تھے۔ عام طور پر عرب قبائل میں ان کو معزز جانا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک روایتی خرابی بھی ان میں پائی جاتی تھی۔ عرب کی پرانی جاہلی عصبیت و نخوت کے زیر اثر اس قبیلے کے لوگ اپنے آپ کو سب سے ممتاز شمار کرتے تھے۔ اس قبیلے میں فتح مکہ سے قبل بھی کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ فتح مکہ کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج میں کل دس ہزار صحابہ شامل تھے، جبکہ بنو اسلم سے شامل ہونے والے صحابہ کی تعداد چار سو بیان کی گئی ہے۔
(سیرت ابن هشام، القسم الثانی، ص ۴۲۱)

یہ لوگ جو ابتدائی مسلمان تھے وہ اپنے قبیلے کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر آئے تھے۔ یوں قبیلے کا باقاعدہ وفد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ کے بعد حاضر ہوا۔ اس وفد کی قیادت عمیر بن افصی رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ ابن سعد نے ان کا نام عمیرہ لکھا ہے۔ جب یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے خود اعتراف کیا کہ وہ پہلے ہی سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم اور اسلام کے تمام مناسک پر عمل پیرا ہیں۔

دعا کی درخواست

سردارِ وفد نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول الله! اجعلنا عندک منزلة تعرف العرب فضیلتها فانا اخوة الانصار۔ یعنی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

! ہمیں آپ اپنی جانب سے ایسا مقام عطا فرمائیں کہ دوسرے قبیلے ہماری قدر و منزلت کے معترف ہوں۔ ہماری انصار کے ساتھ پرانی دوستی اور اخوت ہے۔ اس کے ساتھ وفد کے لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سختی اور آسانی ہر حال میں آپ کے ساتھ پوری طرح وفا کریں گے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو اسلم اور بنو غفار دونوں قبائل کے لیے دعا کی۔ فرمایا: اسلم سالمها الله وغفار غفر الله لها۔ اللہ قبیلہ اسلم کو خیر و سلامتی کے ساتھ رکھے اور اللہ تعالیٰ قبیلہ غفار کی مغفرت فرمائے۔

اُسُدُ الغابة میں حضرت عمیر بن افصی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان بھی نقل کیا گیا ہے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم عرب کے معزز سرداروں میں سے ہیں۔ جب کبھی ہمارا کسی دشمن سے مقابلہ ہوا تو ہم نے اس کے چھکے چھڑا دیے اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ہمارے پاس بہترین تیر، نہایت تیز نیزے اور دفاع کے لیے مضبوط زرہیں ہوتی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ بات سن کر مسکرائے۔ وفد کے تمام لوگوں نے انصار کی بہت تعریف کی جس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔

باسعادت آمد باعزت رخصتی

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کی آمد کو خیر و برکت سے تعبیر فرمایا اور اس کو رخصت کرتے وقت انعام و اکرام کے علاوہ ایک وثیقہ بھی تحریر کروا کے دیا، جس میں مویشیوں کے نصاب اور زکوٰۃ و صدقات کی تفصیل لکھی گئی تھی اور ساتھ ہی آپ نے فرمایا: جس میدانی اور ساحلی علاقے میں یہ لوگ رہتے ہیں اس میں ان کا اور دیگر مسلمان ہونے والے عرب قبائل کا جو وہاں مقیم ہیں حقِ ملکیت ہے۔ یہ دستاویز حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے لکھی تھی اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس پر بطور گواہ دستخط کیے تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۵۴، اُسدالغابة فی معرفة الصحابة اردو ترجمہ، ج ۲، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۶۷۸-۶۷۹)

Marfat.com

وفد بنی غامد

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ایک غامدی صحابیہ کا تذکرہ تاریخ وحدیث میں ملتا ہے۔ ان سے گناہ کبیرہ سرزد ہوگیا۔ تقاضائے بشری اور لغزش وخطا سے کسی بھی شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوسکتا ہے۔ اس عظیم خاتون نے اپنے جرم پر ازحد ندامت کا اظہار کیا، سچے دل سے توبہ کی اور خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ اسے پاک کردیا جائے۔ یعنی اس پر اسلامی حد جاری کردی جائے۔ اس کے بار بار اصرار کے باوجود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے مہلت دیتے رہے اور آخر اس پر حد جاری ہوئی۔ اس کی مغفرت کی گواہی آپؐ نے خود دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبیلہ غامد میں اسلام کی تعلیمات پہنچ چکی تھیں اور اس قبیلے کے کچھ لوگ داخلِ اسلام بھی ہوچکے تھے۔

یہ وفد غامد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ کے بعد اگلے سال حاضر ہوا۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ وفد میں دس ارکان شامل تھے۔ ہماری نظر سے اس وفد کے ارکان میں سے کسی کا نام تاریخ وسیرت کی کسی کتاب میں نہیں گزرا۔ البتہ اس وفد کا ذکر ہے۔ مورخ ابن سعد ان لوگوں کی تہذیب ونظافت کا خصوصی طور پر ذکر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جب یہ لوگ مدینہ میں آئے تو بقیع الغرقد کے مقام پر مقیم ہوئے۔ سفر کا لباس اتارا، غسل کیا اور صاف ستھرے اور اچھے لباس پہن کر مسجد نبویؐ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر انھوں نے اسلامی طریقے کے مطابق سلام کہا اور اپنے قبول اسلام کی اطلاع دی۔

Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ذوق وشوق کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور آپ نے قرآن کی تعلیم کے لیے انھیں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے انھیں قرآن کی تعلیم دی۔ پھر انھوں نے رخصت چاہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ارکان وفد کو اپنے معمول کے مطابق انعامات سے نوازا۔ ساتھ ہی انھیں ایک تحریر بھی لکھوا کر دی، جس میں شریعت کے بنیادی احکام لکھے گئے تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج۱، ۳۴۵)

Marfat.com

وفد سلامان

بارگاہِ رسالت میں حاضری

مورخ ابن سعد نے حبیب بن عمرو السلامانی کی زبانی بیان کیا ہے کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سات افراد پر مشتمل وفد کے ساتھ حاضر ہوئے۔ مورخین کے مطابق یہ ماہِ شوال ۱۰ھ کا واقعہ ہے۔ حبیب کہتے ہیں کہ جب ہم پہنچے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر کے مسجد سے باہر نکل رہے تھے۔ مسجد کے باہر ہی آپؐ سے ہماری ملاقات ہوئی۔ آپ کسی مرحوم کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے جا رہے تھے۔ ہم نے کہا: السلام علیک یارسول اللہ! فقال: وعلیکم، من انتم؟ یعنی تم پر بھی سلامتی ہو تم کون لوگ ہو؟ ہم نے عرض کیا ہم بنی سلامان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنی قوم کے نمایندے بن کر آئے ہیں۔ آمد کا مقصد آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور قبولِ اسلام کا اعلان کرنا ہے۔ ہماری قوم کے سب لوگ ہمارے ساتھ اس مقصد میں متفق ہیں۔

مہمان نوازی

وفد کے اس جواب سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور ارکان وفد کو خوش آمدید کہا۔ لیکن چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پڑھانے کے لیے جا رہے تھے اس لیے اس وقت آپ کا رکنا ممکن نہیں تھا۔ جاتے ہوئے آپؐ نے اپنے غلام ثعبان رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تم رک جاؤ اور ان لوگوں کو اسی حویلی میں ٹھہراؤ جہاں وفود آکر ٹھہرا کرتے ہیں۔ آپ کے حکم کے مطابق ثعبان رضی اللہ عنہ نے اس وفد کو سیدہ رملہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی حویلی میں ٹھہرایا اور ان کی خدمت مدارت کی۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور اس کا بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اس کے مقابلے میں اللہ کے

Marfat.com

راستے میں نکلے ہوئے مہمانوں کی خدمت فرض عین ہے اور اس کا ثواب و اجر کہیں زیادہ ہے۔

حصولِ تعلیم کا شوق

حبیب بن عمرو رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا کی تو آپؐ اپنے منبر اور اپنے حجرے کے درمیان تشریف فرما ہوئے۔ ہم آپ کی طرف گئے اور آپ سے کچھ سوال پوچھے۔ ہم نے احکامِ نماز اور شریعت اسلامیہ کے دیگر اصولوں کے بارے میں آپ سے رہنمائی حاصل کی۔ آپ نے تمام مسائل ہمارے سامنے بیان فرمائے۔ پھر وفد نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے علاقے میں بڑی خشک سالی ہے، آپ ہمارے لیے اللہ سے بارانِ رحمت کی دعا فرمائیں۔

انعامات وعطا

آپؐ نے بنوسلامان کی درخواست پر بارش کے لیے ان الفاظ میں دعا مانگی: اللّٰھم اسقھم غیثا فی دارھم۔ اے اللہ! بنوسلامان کو ان کے علاقے میں بارانِ رحمت سے نواز دے۔ اس دعا کے بعد اللہ کی قدرت سے اسی دن ان کے علاقے میں بارش ہوگئی۔ یہ اللہ کی طرف سے ان لوگوں کے لیے انعام تھا۔ قحط سالی میں بارانِ رحمت سے بڑی نعمت کوئی نہیں ہوتی۔ اللہ کے انعام کے ساتھ اللہ کے محبوبؐ کے انعامات بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ملا کرتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فیاض پوری تاریخ میں کوئی نہیں ملتا۔

حضرت حبیب بن عمرو رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رخصت ہونے لگے تو آپ نے ہم میں سے ہر ایک کو پانچ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ حضرت حبیب کے والد کا نام دراصل فدیک تھا اور دادا کا نام عمرو، مگر ان کو عموماً دادا کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ اس وفد میں حضرت حبیب اور ان کے والد حضرت فدیک دونوں شامل تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج۱، ص ۳۳۲-۳۳۳، اُسد الغابۃ، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج۱، ص ۷۱۴، ج۲، ص ۷۱۸)

......❀......❀......❀......

Marfat.com

وفد بنی محارب

جان پہچان

بنی محارب کا وفد ۱۰ ھ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ اس میں دس آدمی تھے جن میں سواء ابن الحارث اور اس کا بیٹا خزیمہ بن سواء شامل تھے۔ ان لوگوں کو بھی حضرت رملہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی حویلی میں ٹھہرایا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری لگی کہ وہ صبح و شام ان کو کھانا پہنچایا کریں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کی خوب خاطر تواضع کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر اور مغرب کے درمیان ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے تبادلۂ خیال کیا۔ دوران مجلس آپ نے ایک شخص کو غور سے دیکھا اور فرمایا: مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے تمھیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔ تو اس نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی عرصہ پہلے میں عکاظ کے میلے میں شریک تھا وہاں آپ تشریف لائے۔ آپ لوگوں تک اپنی دعوت پہنچا رہے تھے، مگر بدقسمتی سے میں نے آپ کو گستاخانہ جواب دیے تھے۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے مجھے بھی واقعہ یاد آ گیا۔

معافی و تلافی

اس موقع پر اس شخص نے کہا: یارسول اللہ اس دن مجھ سے جو گستاخی ہوئی اس سے بڑھ کر بدبختی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ میرے دیگر ساتھیوں نے بھی آپ کی مخالفت تو کی تھی لیکن میں نے سب سے زیادہ کی تھی۔ میرے وہ سب ساتھی اپنے بت پرستی کے مذہب پر موت سے ہم کنار ہوچکے ہیں۔ پھر اس نے اظہار تشکر کرتے ہوئے کہا: اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَبْقَانِیْ حَتّٰی صَدَّقْتُ بِکَ۔ یعنی اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے اب تک زندہ رکھا اور آپ کی تصدیق کرنے اور اسلام

Marfat.com

قبول کرنے کی توفیق بخشی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سعادت مند شخص کو زندگی بھی دی اور پھر یہ توفیق بھی بخشی کہ وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر صحابہؓ کی خوش بخت جماعت میں شامل ہو گئے۔

ان کی گفتگو سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ان هذه القلوب بيدالله عزَّ وجلَّ یعنی انسانوں کے دل اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہیں۔ پھر انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ میرے سابقہ گناہوں کی معافی کی دعا کیجیے۔ آپ نے فرمایا: قبول اسلام سب سابقہ گناہوں کو معاف کروا دیتا ہے۔

تحائف کا تبادلہ

پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نوعمر رکنِ وفد خزیمہ بن سواء رضی اللہ عنہ کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا تو ان کا چہرہ نور سے چمکنے لگا۔ پھر آپ نے ان سب کو اسی طرح انعامات سے نواز جو آپ کی سنت تھی۔ مورخین نے ایک اور واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ اس وفد کے ایک رکن عظیم بن حارث رضی اللہ عنہ نے اپنا مرتجز نامی قیمتی گھوڑا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیۃً پیش کیا۔ آپ نے اپنے صحابی کا ہدیہ قبول فرمایا۔ ساتھ ہی ان کو اپنی ایک اونٹنی عطا فرمائی جو تاریخ وحدیث میں فرعاء کے نام سے معروف تھی۔ اس کے علاوہ انھیں ایک جاگیر بھی دے دی۔ (البداية و النهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۹۵۶، طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۹۵۶)

خوش نصیب خزیمہؓ

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے نام سے ایک اور واقعہ بھی یاد آیا جس کا تعلق ایک دوسرے صحابی حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ہے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ اس وفد کے رکن سواء بن حارث قبول اسلام سے پہلے ایک بار مدینہ منورہ آئے تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک گھوڑے کا سودا کیا۔ پھر سودے سے پھر گئے۔ جب توجہ دلائی گئی کہ سودا کر کے پھر جانے کا کوئی جواز نہیں تو اس نے کہا کہ اس سودے کا کوئی گواہ بھی ہے تو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

Marfat.com

ہاں میں گواہ ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ وہ کیسے؟ تم تو موقع پر موجود نہ تھے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تو اس سودے سے بھی بہت بڑی بات آپ کی زبان پر یقین کرتے ہوئے بن دیکھے قبول کی اور گواہی دی۔ یہ تو معمولی چیز ہے۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ خزیمہؓ جب بھی گواہی دے اس کی گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے برابر ہوگی۔ اس لیے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ذوالشہادتین کہا جاتا ہے۔ دونوں خزیمہ خوش نصیب تھے۔ دونوں کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ درجات عطا فرمائے۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم، ج ۳، ص ۴۴۸، حدیث ۵۶۹۴-۵۶۹۶)

Marfat.com

وفد جُعفی

حلال وحرام

قبیلہ جعفی یمن کے علاقے میں رہائش پذیر تھا۔ اس قبیلے سے دو وفود کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا تذکرہ ملتا ہے۔ پہلا وفد دو آدمیوں پر مشتمل تھا، جن کے نام ابن سعد نے قیس بن سلمہ بن شراحیل اور سلمہ بن یزید بن مشجعہ بن المجمع لکھے ہیں۔ یہ دونوں ماں جائے بھائی تھے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تعارف ہوا تو ان لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ آپ نے ان سے پوچھا مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم جاہلیہ عقائد کے مطابق دل کا گوشت نہیں کھاتے۔ انھوں نے کہا: ہاں یہ ٹھیک ہے۔ آپ نے فرمایا: کسی حلال چیز کو حرام سمجھنا اسلام اور اس کے عقائد کے منافی ہے۔

پھر آپ نے ان دونوں کے لیے دل کا گوشت منگوایا اور حکم دیا کہ اسے بھونا جائے۔ پھر آپ نے ان کے سامنے پیش کیا۔ انھوں نے جب گوشت اپنے ہاتھ میں لیا تو ان کے ہاتھ کانپنے لگے، مگر آپ نے فرمایا کھا لیجیے۔ سلمہ بن یزید نے یہ گوشت کھانے میں زیادہ مشکل محسوس کی۔ بہر حال آپ کے حکم پر کھا لیا۔ اس موقع پر اس نے یہ شعر بھی کہا:

عَلٰی اَنِّیْ اَکَلْتُ الْقَلْبَ کُرْھًا
وَتُرْعَدُ حِیْنَ مَسَّتْہُ بَنَانِیْ

جب میں نے کراہت کے ساتھ دل کی بوٹی کھائی تو میرا ہاتھ کانپنے لگا جب میری انگلیوں نے اس ٹکڑے کو چھوا۔

Marfat.com

منزل پر پہنچ کر پھر محرومی

ان لوگوں کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت اچھا وثیقہ بھی لکھوایا اور انھیں اپنے علاقے کی سیادت سونپی۔ قیس بن سلمہ بن شراحیل کو آپ نے اپنا عامل مقرر کیا۔ اسی دوران انھوں نے اپنی ماں کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ یارسول اللہ ہماری والدہ مُلَیکہ بنت الحلو قیدیوں کو اپنے پیسے سے چھڑاتی تھی، فقرا کو کھانا کھلاتی تھی اور مسکینوں پر بہت احسان کرتی تھی۔ وہ فوت ہو چکی ہے اور اس نے اپنی ایک بچی کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا تھا۔ اب اس کا کیا انجام ہے؟ آپ نے فرمایا: نوزائیدہ بچی کو زندہ درگور کرنے والی دوزخ میں ہے۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں سخت غصے میں آ گئے۔ پھر حمیت جاہلیہ کے تحت ناراض ہو کر چل دیے۔

ملعونین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس آنے کے لیے بلایا، مگر انھوں نے آنے سے انکار کر دیا اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے: خدا کی قسم اس شخص نے ہمیں دل کا گوشت کھلایا تو ہم نے نہ چاہتے ہوئے بھی کھا لیا، مگر خدا کی قسم! ہماری ماں کو دوزخ میں جلنے کی خبر دے کر ہمارے دل زخمی کر دیے۔ ہم اب اس کا اتباع نہیں کریں گے۔ سچی بات یہ ہے کہ انسان منزل کے قریب پہنچ کر بھی کبھی کبھار بدقسمتی سے اس سے محروم رہ جاتا ہے۔ وہ دونوں مرتد ہو کر جب چلے گئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا افسوس ہوا۔ یہ واپس جا رہے تھے کہ راستے میں ان کو ایک صحابی ملے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقے کے اونٹ لے کر آ رہے تھے۔ ان دونوں نے اس صحابیِ رسول کو پکڑ کر ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے اور صدقے کے اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ آنحضور کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے ان دونوں پر لعنت بھیجی۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۲۴-۳۲۵)

خوش بخت وفد

اسی قبیلے کا ایک دوسرا وفد ولید بن عبداللہ الجعفی کی روایت کے مطابق بعد میں آنحضور صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ چند افراد پر مشتمل تھا، جن کے قائد ابو سبرۃ یزید بن مالک بن عبداللہ تھے ان کے دو بیٹے بھی ان کے ساتھ تھے۔ سبرۃ اور عزیز۔ سبرۃ ہی کی وجہ سے ان کی کنیت ابو سبرۃ تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزیز سے اس کا نام پوچھا تو اس نے جواب دیا: ''عزیز'' آپ نے فرمایا: ''لا عَزِیْزَ اِلا اللہ، انت عبدالرحمٰن۔'' یعنی عزیز (ہر ایک پر غالب) تو اللہ کی ذات کے سوا کوئی نہیں، تم عبدالرحمٰن ہو۔

حضرت ابو سبرۃ رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی ایک مشکل پیش کی۔ عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ہاتھ کی پشت پر ایک پھوڑا ہے جو ٹھیک نہیں ہو رہا۔ اس کی وجہ سے میں اونٹ کی مہار بھی نہیں پکڑ سکتا۔'' آپ نے ان کی شفا کے لیے دعا مانگی۔ پھر ایک پیالہ منگوایا اور پھوڑے کی جگہ پر اسے پھیرا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ وہ پھوڑا یوں ٹھیک ہو گیا جیسے تھا ہی نہیں۔ پھر آپ نے وفد کے لیے بالخصوص حضرت ابو سبرۃ رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں بیٹوں کے لیے اللہ سے دعائے خیر مانگی۔

وثیقۂ نبویؐ

رخصت ہونے کے وقت حضرت ابو سبرۃ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حردان کی وادی میں میری قوم بستی ہے۔ آپ اس وادی کے حقوق ملکیت ہمیں دے دیں۔ چنانچہ آپؐ نے یہ وادی ان کو عطا فرما دی اور وثیقہ بھی لکھ دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جن کا نام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا عظیم صحابی ثابت ہوئے۔ یہ بہت مشہور ہوئے اور ابو خیثمہ بن عبدالرحمٰن کے نام سے تاریخ میں معروف ہیں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۲۵-۳۲۶، البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۹۵۶، طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۹۵۹)

......❀......❀......❀......

Marfat.com

وفد بنی طے

زید الخیل سے زید الخیر تک

وفد بنو طے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فتح مکہ کے بعد ۹ ھ میں حاضر ہوا۔ اس سے قبل عدی بن حاتم طائی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ چکے تھے۔ ان کا واقعہ ہم اس سے پہلے کے حصوں میں نقل کر چکے ہیں۔ یہ وفد پندرہ افراد پر مشتمل تھا جس کی سربراہی زید بن الخیل کر رہے تھے۔ ان کے پاس پانچ مشہور گھوڑے تھے جو عرب میں تمام گھوڑوں میں سب سے زیادہ قیمتی شمار ہوتے تھے۔ خیل کا معنی گھوڑا بھی ہے اور گھوڑوں والا بھی۔ ان کا نام زید بن مہلہل تھا اور یہ بنو طے کی شاخ بنہان میں سے تھے۔ دیگر ارکان وفد میں وزر بن جابر بن سدوس، قبیصہ بن الاسود بن عامر، مالک بن عبداللہ بن خیبری، قُعَین بن خُلَیف بن جدیلہ وغیرہ کے نام ابن سعد نے نقل کیے ہیں۔ جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو مسجد نبوی کے باہر اپنی سواریوں کو باندھ دیا۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے سردارِ وفد سے ان کا نام پوچھا۔ انھوں نے عرض کیا: زید الخیل۔ آپ نے فرمایا: نہیں زید الخیر۔ پھر آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا تو یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے۔

صاحب مناقب

علامہ ابن کثیر نے اس وفد کا حال لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرب کے جس شخص کا بھی میرے سامنے ذکر ہوا اور لوگوں نے اس کی خوبیاں بیان کی تو ملاقات پر میں نے ہر شخص کو ان صفات سے کم تر پایا جن کا تذکرہ میرے سامنے ہوا سوائے زید

Marfat.com

الخیل کے۔ مجھے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا تھا وہ کم تر نہیں کچھ زیادہ ہی تھا۔ اس سے زیادہ کسی شخص کا کیا مقام اور وقار ہوسکتا ہے کہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اتنی تعریف فرمائیں۔ جب یہ لوگ روانہ ہونے لگے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تحائف دیے۔ جس میں ہر شخص کو پانچ اوقیہ چاندی دی گئی اور زید الخیل کو بارہ اوقیہ چاندی دی گئی۔ انھیں زعفران کی عمدہ خوشبو اور جاگیر بھی عطا کی گئی۔

خوب صورت سوال

أسد الغابة میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکالمہ نقل کیا گیا ہے۔ جب وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے نو دن کی طویل مسافت طے کی ہے، سفر دشوار گزار تھا اور میری سواری تھک گئی تھی۔ رات کو نیند نہیں آتی تھی اور دن کو پیاس کی وجہ سے چین نہیں ملتا تھا۔ لیکن میں نے شوق کے ساتھ ساری مشقت برداشت کی، کیونکہ میں آپؐ سے دو باتیں دریافت کرنا چاہتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: پوچھو کون سی باتیں پوچھنا چاہتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ جو شخص اللہ سے محبت کرتا ہے اس کی کیا نشانی ہے اور جو اللہ سے محبت نہیں کرتا اس کی کیا علامت ہے؟ دوسرے یہ کہ جسے اللہ چاہتا ہے اس کی علامت کیا ہے جسے اللہ ناپسند کرتا ہے اس کی علامت کیا ہے؟

جامع ترین جواب

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے یہ سوالات سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔ آپ نے پوچھا: تم زندگی کے شب و روز کیسے گزارتے تھے؟ انھوں نے عرض کیا: نیک عمل اور اس کے عامل کو پسند کرتا تھا اور خود بھی اس پر چلنے کی کوشش کرتا تھا۔ جب میں یہ عمل کرتا تو دل مطمئن ہوتا اور جب کبھی یہ عمل چھوٹ جاتا تو دل غمگین اور اداس ہو جاتا۔ آپؐ نے فرمایا: تمھارے دونوں سوالوں کا جواب اس میں آگیا ہے، کہ جو اللہ کو چاہتا ہے اس کی یہی علامت ہے اور جو اللہ کو نہیں چاہتا اس کا

Marfat.com

عمل اس کے متضاد ہوتا ہے۔ اسی طرح جسے نیکی کی توفیق مل جائے گویا اللہ اسے پسند کرتا ہے اور جسے یہ توفیق نہ ملے اللہ اس کو پسند نہیں کرتا۔

اجل مسمّٰی

جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زید الخیر اگر مدینے کے بخار سے بچ گیا تو لمبی عمر پائے گا اور بہت خوب باتیں کرے گا، مگر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ راستے میں نجد کے علاقے میں فردا کے چشمے پر پہنچے تو بخار میں مبتلا ہو گئے اور اسی سے ان کی موت واقع ہوئی۔ انھیں اپنی موت کا احساس ہو گیا تھا اس لیے انھوں نے موت سے کچھ قبل یہ اشعار کہے:

امرتحل قومی المشارق غدوة
وَاُترکُ فی بیتٍ بفردة منجد
الارب یوم لو مرضت لعادنی
عوائد من لم یبر منهن یَجْهَدِ

کیا میری قوم کے لوگ کل مشارق کی طرف کوچ کرنے والے ہیں دراں حالیکہ مجھے مقام فردہ کے ایک بلند گھر میں چھوڑ جائیں گے۔ جان لو کہ اگر میں بیمار پڑ جاتا تو تیماردار بڑی تعداد میں میری تیمارداری کرنے کے لیے موجود ہوتے، مگر (وقت مقررہ آ جائے تو) کوشش کرنے والوں کی کوشش ناکام ہو جاتی ہے اور شفا نہیں ملتی۔

دونوں جہاں کی سعادت

اسی مقام پر ان کی وفات ہوگئی۔ گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آخری ملاقات کر کے اللہ سے ملاقات کے لیے دارِ بقا کو سدھار گئے۔ پاکیزہ مقاصد کے لیے مقدس سفر کی حالت میں موت کا آ جانا کتنی بڑی سعادت تھی! زندگی بھی خیر و سعادت سے عبارت تھی اور موت بھی

Marfat.com

فوز وفلاح کی علامت! ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے صحیحین میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے ایک بڑی چادر جس پر سونے کا کام کیا گیا تھا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی۔ آپ نے اس کے چار حصے کیے جو حضرت زید الخیر، حضرت علقمہ بن علاثہ، حضرت اقرع بن حابس اور حضرت عقبہ بن بدر رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان تقسیم کر دیا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۲۱-۳۲۳، البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۹۴۰-۹۴۳، اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ اردو ترجمہ، ج ۲، مکتبہ خلیل، طبع ۲۰۱۱ء ص ۷۸۶-۷۸۷)

......❀......❀......❀......

Marfat.com

وفد خولان

بت پرستی سے توحید تک

خولان قبیلہ دیگر بت پرست قبائل کی طرح شرک و بت پرستی میں مبتلا تھا۔ انھوں نے جو بت بنا رکھا تھا اس کا نام ''عم انس'' (چچا انس یا انس کا چچا) رکھا ہوا تھا۔ جب اسلام کی روشنی جزیرہ نمائے عرب میں پھیلی اور مکہ بھی فتح ہو گیا تو شعبان ۱۰ھ میں اس قبیلے کا ایک وفد جو دس ارکان پر مشتمل تھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر یہ کہا: یارسول الله نحن مؤمنون بالله ومصدقون برسوله، ونحن على من ورائنا من قومنا وقد ضربنا اليك آباط الابل۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہماری قوم کے جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں وہ بھی ہمارے اسی طریقے پر ہیں۔ ہم نے اپنی سواریوں کو اس سفر میں آپ کی زیارت کے لیے تھکایا ہے۔ (طبقات ابن سعد، ج۱، ص ۳۲۴)

بت کے بارے میں سوال

آپؐ نے ان سے پوچھا: تمھارے بت ''عم انس'' کا کیا ہوا؟ تو انھوں نے عرض کیا: ہم نے اس کی پرستش ترک کر دی ہے اور اس کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں رہا۔ البتہ کچھ پرانی فکر کے لوگ ابھی تک اس کے پجاری ہیں۔ جب ہم واپس جائیں گے تو ان شاء اللہ اسے ختم کر کے چھوڑیں گے۔ اس وفد کو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رملہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر میں ٹھہرایا۔ جتنے دن یہ یہاں مقیم رہے ان کی خوب ضیافت کی جاتی رہی اور قرآن و سنت کی تعلیم کا

Marfat.com

بھی اہتمام کیا جاتا رہا۔ بڑے شوق کے ساتھ انھوں نے اسلام کی تعلیم حاصل کی۔

بت شکنی

پھر ایک دن انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ہمیں اجازت دیں کہ ہم واپس اپنے علاقے میں جائیں۔ آپؐ نے ان کو اجازت دی اور ساتھ ہر ایک کو بارہ اوقیہ چاندی بھی عطا کی۔ یہ لوگ جب واپس اپنے علاقے میں آئے تو کوئی وقت ضائع کیے بغیر اپنے قبیلے کے بت ''عم انس'' کو منہدم کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چیزیں ان کے لیے حرام قرار دی تھیں انھوں نے ان سب کو اپنے اوپر حرام کر دیا اور جن چیزوں کو حلال کیا انھیں بخوشی استعمال کرنے لگے۔ یہ لوگ بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ (البداية و النهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۹۵۹)

جامع تعلیمات

مورخین نے بیان کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو ہدایات وتعلیمات دیں ان میں سے رخصتی کے وقت ان چیزوں کی پھر تاکید کی: اوفوا بالعهد، لا تخونوا اَمَانَتِکُم، اَحْسِنُوْا جَارَکُم۔ یعنی وعدہ پورا کرو، امانت میں خیانت نہ کرو اور پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرو۔ اس کے بعد ان کو الوداع کہتے ہوئے آخری بات یہ فرمائی: اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَومَ الْقِیَامَۃِ۔ کسی بھی شخص پر ظلم کرنے سے بچو کیوں کہ ظلم قیامت کے دن ظالم کے لیے اندھیری رات ثابت ہوگا۔ (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم، ح ۴۶۷۵)۔

Marfat.com

وفد بنو تغلب

قبولِ اسلام

بنو تغلب نسبتاً ایک چھوٹا قبیلہ تھا۔ ان کا وفد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ کے بعد حاضر ہوا۔ اس قبیلے میں کچھ لوگ بت پرست تھے اور کچھ لوگوں نے عیسائیت اختیار کر لی تھی۔ جب یہ وفد مدینہ آیا تو اس میں ہر طرح کے لوگ شامل تھے۔ وفد کی تعداد سولہ بیان کی گئی ہے۔ جو لوگ عیسائی نہیں ہوئے تھے انھوں نے تو بلا تردد اسلام قبول کر لیا۔ شرک اور بت پرستی کو چھوڑ دیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے احکام معلوم کیے۔

عیسائیت کے ساتھ اسلامی ریاست کی اطاعت

ان لوگوں کے برعکس جو نصرانی تھے انھوں نے کہا کہ ہم آپ کا دین تو قبول نہیں کریں گے لیکن آپ کے ساتھ صلح کر لیں گے اور آپ کی وفاداری کا حق ادا کریں گے۔ ان لوگوں نے اپنے گلوں میں صلیبیں بھی لٹکا رکھی تھیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیش کش کو قبول کر لیا۔ ان کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ البتہ ایک بات آپ نے فرمائی اور وہ یہ تھی کہ تم اپنے بچوں کو جو ابھی بلوغ کی عمر کو نہیں پہنچے بپتسمہ دے کر زبردستی عیسائی نہیں بناؤ گے۔ انھوں نے یہ شرط بھی قبول کر لی۔ اس تعامل نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم اپنے مذہب اور طریقے پر رہ کر اسلامی ریاست کی بالادستی قبول کر لیں تو وہ مامون ہوتے ہیں اور ان پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاتی۔ اسلام میں جبراً نہ کسی کو داخل کیا گیا ہے، نہ اس کا جواز ہے۔ البتہ چھوٹے بچوں کو مجبور کر کے ان کے والدین اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم طریقے پر چلانے کے مجاز نہیں۔

Marfat.com

مبارک حویلی

یہ وفد بھی حضرت رملہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی حویلی میں ٹھہرا تھا۔ جب یہ وفد جانے لگا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد کے مسلمان ارکان کو اسی طرح انعام واکرام سے نوازا، جس طرح ہر مسلمان وفد کے ارکان کو نوازتے رہے تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج۱، ص۳۱۶، البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص۹۵۹)

Marfat.com

وفد بنی شیبان

غم کے پہاڑ اور روشنی کے مینار

۹ھ میں بنو شیبان کے ایک شخص حُریث بن حسّان الشیبانی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کے قبیلے کی ایک خاتون قیلہ بنت مخرمہ بھی اس سفر میں شریک ہوگئی۔ یہ خاتون قیلہ حبیب بن ازہر کے نکاح میں تھیں۔ ان کے خاوند آغاز اسلام میں فوت ہوگئے۔ قیلہ کے ہاں ان سے بیٹیاں ہی پیدا ہوئیں، کوئی بیٹا نہیں تھا۔ اپنے بھائی کی وفات کے بعد قیلہ کے دیور اثوب بن ازہر نے اپنی بھابی سے اس کی بیٹیاں یعنی اپنی بھتیجیاں چھین لیں۔ قیلہ نہایت ہی غم زدہ تھی کہ باقی ماندہ زندگی کیسے کٹے گی۔ پس قیلہ کے دل میں اللہ نے اسلام کی محبت ڈال دی اور وہ مدینہ جانے کے ارادے سے کسی قافلے کا انتظار کرنے لگی۔ غم کے پہاڑوں کا سامنا کرتے ہوئے کبھی کبھی اللہ رب العالمین کی طرف سے بندوں کے لیے روشنی کے مینار بھی نمودار ہوجاتے ہیں۔ یہ بھی ایک ایسا ہی واقعہ ہے۔

مردِ صالح

قیلہ خود بیان کرتی ہیں کہ حریث بن حسان رضی اللہ عنہ کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ مدینہ جارہا ہے۔ اپنے قبیلے میں اس کی شہرت بہت اچھی تھی۔ وہ بہت نیک اور پاکباز انسان تھا۔ مجھے راستے میں اس سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اسی لیے میں اس کے ساتھ بلاخوف اس سفر پر روانہ ہوگئی۔ جب ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو یہ صبح صادق کا وقت تھا۔ مسجد نبویؐ کے باہر اپنی سواریاں باندھ کر ہم نے دیکھا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ آسمان

Marfat.com

پر ابھی ستارے جگمگا رہے تھے اور فضا میں ابھی اتنا اندھیرا تھا کہ ایک دوسرے کو ذرا فاصلے سے پہچاننا مشکل تھا۔

عورتوں کی نماز

میں نے اسلام تو قبول کرلیا تھا اور نماز کے بارے میں بھی مجھے علم تھا۔ لیکن نہ تو میری ابھی پوری طرح تربیت ہوئی تھی اور نہ ہی میں مسائل کے بارے میں کچھ زیادہ جانتی تھی۔ میں بھی نماز پڑھنے کے لیے صف میں کھڑی ہوگئی۔ میں جس شخص کے ساتھ کھڑی ہوئی اس نے مجھ سے کہا: ''اِمْرَأَةٌ اَنْتِ اَمْ رَجُلٌ؟ فَقُلْتُ لَا بَلْ اِمْرَأَةٌ فَقَالَ: اِنَّکِ قَدْ کِدْتِ تَفْتِنِیْنِی، فَصَلِّی مَعَ النِّسَاءِ وَرَائَکِ یعنی کیا تو مرد ہے یا عورت؟ میں نے کہا نہیں میں عورت ہوں تو اس نے کہا: تُو تو مجھے فتنے میں ڈال دے گی پس پیچھے چلی جا عورتوں کی صف میں جا کر نماز ادا کر۔

خدمت نبویؐ میں حاضری

میں جب پیچھے گئی تو میں نے دیکھا کہ حجراتِ نبویؐ کے ساتھ عورتوں کی صفیں بنی ہوئیں تھیں۔ دراصل مسجد میں داخل ہوتے ہوئے ان پر میری نظر ہی نہیں پڑی تھی۔ میں اب عورتوں کی صف میں شامل ہوگئی۔ نماز کے بعد میں وہیں بیٹھی رہی، جب سورج طلوع ہونے کے قریب ہوا تو میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گئی۔ آپ نے دو چادریں زیب تن کر رکھی تھیں جو پرانی تھیں البتہ ان سے زعفران کی خوشبو آ رہی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اکڑوں بیٹھے تھے اور آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک پتلی سی چھڑی تھی جس کے سرے پر صرف دو پتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوں بیٹھنا انکسار کی علامت تھی۔ اس کے باوجود میں نے آپ کو دیکھا تو میرے اوپر عجیب رعب طاری ہوگیا اور میں کانپنے لگی۔

دعائے رسولؐ اور نزولِ سکینت

آپ کے ایک صحابی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اُرْعِدَتِ الْمِسْکِیْنَۃُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. وَلَمْ یَنْظُرْ اِلَیَّ وَاَنَا عِنْدَ ظَہْرِہٖ:

Marfat.com

یَامِسْکِیْنَۃُ عَلَیْکِ السَّکِیْنَۃَ۔ یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسکین عورت (شان رسالت مآبؐ کے) خوف سے کانپ رہی ہے۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی جانب کھڑی تھی۔ آپ نے بغیر میری طرف دیکھے فرمایا: اے مسکین عورت ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، پرسکون ہوجا (اللہ کی سکینت تجھ پر نازل ہو)۔ یہ سننا تھا کہ میرے دل سے خوف اور رعب نکل گیا۔

بنوتمیم کی شکایت

حضرت حریث بن حسان رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اسی موقع پر وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی۔ میں نے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا اعلان کیا۔ پھر حضرت حریث رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنوتمیم بڑا اور طاقت ور قبیلہ ہے۔ یہ لوگ وقتاً فوقتاً ہمارے علاقے اور زمینوں پر یلغار کرتے رہتے ہیں۔ آپ انھیں چمڑے کے کسی ٹکڑے پر اپنا فرمان لکھ دیں کہ وہ ہمارے ساتھ زیادتی نہ کیا کریں۔ ہاں کوئی مسافر یا ہمارے قبیلے کے کسی فرد کا کوئی دوست رشتہ دار ہمارے علاقے میں آنا چاہے ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ آپ نے فرمایا: یَاغُلَامُ! اُکْتُبْ لَہٗ بِالدَّھْنَاءِ۔ اے غلام! سرخ چمڑے پر ان کو دستاویز لکھ دو۔ چنانچہ وہ دستاویز لکھ دی گئی۔

خواتین کا اکرام

حضرت قیلہ نے بھی اس موقع پر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرے اور میری بیٹیوں کے لیے بھی ایک تحریر لکھوا دیں۔ چنانچہ آپ نے یہ تحریر لکھوا کر دی۔ آپ نے جو تحریر لکھوائی وہ اس طرح تھی: لِقَیْلَۃَ وَلِلنِّسْوَۃِ وَبَنَاتِ قَیْلَۃَ وَجَمِیْعِ النِّسْوَۃِ اَنْ لَّا یُظْلَمْنَ حَقًّا، وَلَا یُکْرَھْنَ عَلٰی مَنْکَحٍ، وَکُلُّ مُؤْمِنٍ مُسْلِمٍ لَھُنَّ نَصِیْرٌ، اَحْسِنَّ وَلَا تُسِئْنَ۔ قیلہ، اس کی بیٹیوں اور دیگر خواتین کا یہ حق ہے کہ ان پر کوئی ظلم نہ ڈھایا جائے نہ ان کی کوئی حق تلفی کی جائے، نہ ہی زبردستی ان سے کوئی نکاح کرے۔ ہر مومن مسلمان بندہ ان کا مددگار ہے۔ (اے خواتین!) تم

Marfat.com

نیک کام کرو اور برے کاموں سے مکمل پرہیز کرو۔

حضرت حرملہؓ

اسی قبیلے کے ایک اور شخص کا تذکرہ بھی ابن سعد نے اسی وفد کے ضمن میں کیا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حرملہؓ بن عبداللہ بن ایاس شیبانی بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر کے واپس چلے گئے۔ ان کی پوتیاں یا نواسیاں صفیہ بنت علیبہ اور دُحیبہ بنت علیبہ ان کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ وہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس آئے تو انھوں نے اپنے آپ کو ملامت کی کہ میں اسلام کی مکمل تعلیم حاصل کیے بغیر واپس آ گیا۔ چنانچہ پھر رختِ سفر باندھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے ان کو پہچان لیا اور ان کے اس جذبۂ حصول تعلیم کی تحسین فرمائی۔

مقامِ ملامت سے بچنا

حضرت حرملہ رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا: اے حرملہ معروف اور نیکی کا کام کرو اور منکر اور برائی کے ہر کام سے بچو اور سوچا کرو کہ تمھاری کیا خواہش ہے کہ لوگ تمھیں کن الفاظ میں یاد کیا کریں کہ تم اسے پسند کرو۔ اور کون سے کام ہیں کہ لوگ تمھاری طرف ان کو منسوب کریں تو تمھیں ناگوار گزرے۔ پس اچھی شہرت والے کام کرو اور بری نسبت والے کاموں سے اجتناب کرو۔ گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کی روشنی میں ہر بندۂ مومن کو مقام ملامت سے خود کو بچانے کی فکر کرنی چاہیے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۱۷-۳۲۱)

Marfat.com

باب دوم

حجۃ الوداع

Marfat.com

حجۃ الوداع

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے اور حج

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ ھ میں حدیبیہ کے مقام پر قریش مکہ کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا وہ ہماری کتاب کی جلد سوم میں گزر چکا ہے۔ اس معاہدے کے مطابق اس سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ اسی مقام پر اپنی قربانیاں دینے اور اپنے بال کٹوانے کے بعد واپس مدینہ چلے گئے۔ معاہدے کے مطابق اگلے سال انھیں عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ آنا تھا۔ جب ذوالقعدہ ۷ ھ کا چاند طلوع ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو لوگ میرے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر موجود تھے وہ سب عمرے کی تیاری کریں۔ چنانچہ ان سب لوگوں نے [سوائے ان کے جو یہودیوں کے مقابلے پر جہاد کے دوران شہید ہو چکے تھے یا اس عرصے میں طبعی موت سے ہم کنار ہو چکے تھے] آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر یہ عمرہ ادا کیا تھا۔ اس کے بعد فتح مکہ کے وقت بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے کیے مگر اس سال کے حج میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لے گئے، نہ کوئی امیر الحجاج مقرر فرمایا۔ اگلے سال ۹ ھ کے حج میں تمام اہلِ ایمان نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امارت میں حج ادا کیا۔ اس کا تذکرہ بھی پہلے ہو چکا ہے۔

اکلوتا حج

اس باب میں ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا ذکر کر رہے ہیں جسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ وداع اس لیے کہ اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جلد ہی رفیق اعلیٰ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس چلے گئے۔ نیز اس حج کے دوران میں آپ نے ایسے اشارات دیے جن سے صحابہؓ کو یہ

Marfat.com

احساس ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اب داغِ مفارقت دینے والے ہیں۔ واضح رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے تو کئی ادا فرمائے، مگر زندگی بھر اسلامی طریقے کے مطابق ایک ہی حج کیا، جو ۱۰ھ میں ادا کیا گیا۔ مدینہ منورہ میں ان دس سالوں کے قیام کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کے میدانوں سے ہی فرصت نہ ملی۔ آپؐ اس عرصے میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر ہمیشہ قربانی دیتے تھے۔ آپؐ کی دلی خواہش بھی ہوتی تھی کہ حج کریں، مگر آپؐ کو اس کا موقع نہیں ملا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲،ص ۱۷۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول

آپؐ نے جب ذوالقعدہ ۱۰ھ میں حج کا اعلان فرمایا تو لوگوں میں منادی کی گئی۔ گرد و نواح کے علاقوں سے بھی صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد مدینہ منورہ میں جمع ہوگئی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حج میں شریک تھے۔ جب کوئی شخص اس حج کو حجۃ الوداع کہتا تو وہ ناگواری کا اظہار کرتے اور فرماتے: حجۃ الوداع کے بجائے حجۃ الاسلام کہو۔ کیونکہ یہ پہلا موقع تھا جب حج میں کوئی کافر اور مشرک شریک نہیں تھا، بلکہ سارے کے سارے حجاج کرام اہل ایمان اور اہلِ توحید تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲،ص ۱۷۳)

مَا اَجْمَلَکَ وَمَا اَحْسَنَکَ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے ایک عظیم شانِ عبودیت کے ساتھ نکلے، اللہ کے سامنے سراپا عجز و انکسار اور لوگوں کے ساتھ مجسمۂ محبت و وفا! ذوالحلیفہ کے مقام پر آپ کو احرام میں دیکھ کر سب لوگ آپ کے حسن و جمال کی تعریف کر رہے تھے۔ گھر سے نکلنے سے قبل آپؐ نے غسل فرمایا، پھر اپنے سر مبارک میں تیل لگایا، اپنی سنتِ مطہرہ کے مطابق بالوں کو کنگھی کی، اپنے جسم پر آپؐ نے خود اور بعض روایات کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عطر لگایا۔ آپ نے نمازِ فجر ادا کی۔ گھر سے عام لباس میں نکلے اور مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے پر ذوالحلیفہ کے مقام پر مقیم ہوئے۔ آپؐ مدینہ منورہ سے جس روز روانہ ہوئے یہ ہفتے کا دن اور چاشت کا وقت تھا۔ ذوالقعدہ

Marfat.com

کی پچیس تاریخ تھی۔

تلبیہ

مدینہ سے روانے ہونے کے بعد آپؐ ذوالحلیفہ پہنچے تو آپؐ مسافر ہوگئے تھے، اس لیے یہاں آپؐ نے دو رکعت نماز ظہر ادا کی۔ پھر رات بھی یہیں قیام کیا اور نمازیں قصر ہی ادا کیں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپؐ کی امامت میں نماز پڑھی۔ اس سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ ہدی کے اونٹ بھی لیے اور تمام ازواج مطہرات کو بھی عمرے اور حج کی سعادت میں اپنے ساتھ شریک کیا۔ ذوالحلیفہ ہی کے مقام سے آپؐ دو سفید چادروں میں ملبوس ہوگئے۔ ایک تہبند اور ایک چادر۔ یہی آج کے دن تک احرام کا لباس ہے اور اس کا ان سِلا ہونا ضروری اور سفید ہونا مسنون ہے۔ ازواج مطہرات اپنی اپنی سواریوں پہ احرام باندھے ہودوں میں تشریف فرما تھیں۔ آپؐ بھی اپنی اونٹنی پر سوار ہوگئے اور تلبیہ پڑھنے لگے: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ. ترجمہ: میں حاضر ہوں، میرے مالک میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ تو ہی حمد و تعریف کا مستحق ہے، ہر نعمت تیری ہی عطا ہے۔ حکمرانی تجھی کو زیبا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔

خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت اور یاد

تلبیہ کے ان کلمات سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یادیں تازہ ہوگئیں، جنھوں نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ صدیوں پہلے اللہ کے حکم کے مطابق سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے مکمل اطاعت و وفاشعاری کا اعلان کیا۔ اپنی بندگی اور اللہ کی ربوبیت، اپنی عاجزی اور اس کی حکومت کے ساتھ اس کی نعمتوں پر اس کی حمد پڑھی اور اس کا شکر ادا کیا۔ انھی کلمات کی گونج میں اہلِ ایمان کا یہ سفر مدینہ سے مکہ کی جانب جاری ہوگیا۔ آپؐ کے ساتھ جو قربانی کے جانور تھے ان کو قربانی کی مخصوص علامت پہنا دی گئی تھی، جسے قلادہ کہا جاتا ہے۔ اپنے جانثار صحابی ناجیہ بن جندب الاسلمی رضی اللہ عنہ کو قربانی کے جانوروں کا نگران مقرر کیا۔ بنو اسلم اونٹوں اور بکریوں کو پالتے تھے اور

Marfat.com

ان کے جملہ امور و معاملات سے واقف اور ان کی خوراک و ضروریات سے بخوبی آگاہ تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے ساتھ یہ حج اس انداز میں کیا کہ سارے سفر میں کوشش کی کہ آپؐ کے قریب رہیں اور آپ کا ہر عمل اور مناسکِ حج بغور دیکھیں۔ امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حجۃ الوداع کے باب میں کافی تفصیل لکھی ہے۔ خلاصہ پیشِ خدمت ہے: حضرت امام باقر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جب وہ نابینا ہو گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا حال پوچھا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آلِ رسولؐ کی محبت سے امام باقر رحمہ اللہ کے گریبان کے تکمے کھولے اور ان کے سینے پر محبت سے ہاتھ رکھ کر کہا بھتیجے پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ پھر نہایت ہی تفصیل سے حجِ نبویؐ کے تمام حالات بیان کیے۔ (کتاب الحج باب حجۃ النبیؐ، ج ۱، ص ۴۶۷ بحوالہ سیرت النبیؐ، ج ۲، ص ۱۱۷، مسلم/ابوداؤد)۔

راستے میں قیام وصلوٰۃ

آپؐ نے جن منازل پہ نمازوں کی ادائیگی کے لیے قیام فرمایا وہاں باجماعت اور قصر نماز ادا کی۔ مکہ کے قریب مرالظہر ان میں آپؐ اتوار کے دن پہنچے، یعنی ہفتہ بھر سفر کے بعد۔ یہیں پر آپؐ نے آفتاب غروب کے قریب سرف کے مقام پر قیام فرمایا۔ صبح کے وقت آپؐ نے دوبارہ غسل کیا اور پھر مطلع اچھی طرح روشن ہو جانے پر سورج چڑھ آنے سے قبل نماز فجر ادا کی۔ سورج طلوع ہونے کے بعد آپ اپنی مشہور اور تیز رفتار اونٹنی قصویٰ پر سوار ہوئے۔ راستے میں جہاں جہاں آپؐ نے نمازیں پڑھی تھیں وہاں لوگوں نے مساجد تعمیر کر دیں یا چبوترے بنا دیے۔ اب آپؐ کی منزل مکہ تھا۔ بعد میں چلنے والے حجاج وزائرین کے قافلوں کے لیے ان مقامات و مساجد کا وجود بہت بڑی نعمت تھی۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوشِ پا پہ سفر کرنے میں بہت آسانی اور سہولت کا ذریعہ بنا۔ اہلِ ایمان کے دل کی تمنا ہوتی تھی کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل اور نقشِ پا کی پیروی کرنے کی سعادت پالیں۔ ظاہر ہے بعد کے ادوار میں حالات بدل جانے اور

Marfat.com

سواریوں کی نوعیت یکسر تبدیل ہو جانے کی وجہ سے راستوں کا نیا تعین ہوا۔ نئی شاہراہیں بنائی گئیں اور پرانے آثار و علامات معدوم ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا علم و تقویٰ اور جود و سخا بے مثال تھا۔ میدانِ جہاد و قتال میں بھی ان کے کارہائے نمایاں تاریخ میں منقول ہیں۔ اتباعِ سنت کا اتنا شوق تھا کہ صحابہ بھی ان پر رشک کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات مورخین نے تفصیلاً لکھے ہیں۔ احادیث میں بھی ان کے مناقب بیان کیے گئے ہیں۔ اُسدالغابہ میں ابن اثیر اور الاستیعاب میں ابن عبدالبر نے ان کے بہت ایمان افروز واقعات نقل کیے ہیں۔ اتباعِ سنت کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا سفر کیا تھا۔ اس لیے جب بھی وہ حج اور عمرے کے لیے جاتے تو اسی راستے کو اختیار کرتے جس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ جہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا، یا جہاں نماز پڑھی وہیں قیام کرتے اور وہیں نماز پڑھتے۔ فرطِ عقیدت اور اتباعِ سنت کا شوق اس حد تک تھا کہ جہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے جنگل کی طرف گئے وہیں وہ بھی قضائے حاجت کے لیے جاتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحا میں استراحت فرمائی تھی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی وہاں تھوڑی دیر کے لیے لیٹ جاتے یا سو جاتے۔

ایک مرتبہ تو آنجنابؓ اپنی اونٹنی کو بٹھا کر ایک جانب جھاڑیوں میں گئے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس آ گئے۔ قضائے حاجت کی ضرورت نہیں تھی، مگر اتباعِ رسولؐ میں انھوں نے یہ عمل کیا۔ اس وقت تک وہ آثار موجود تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یاد بھی تھے اس لیے وہ اپنا شوق پورا کر لیا کرتے تھے۔ بعد کے ادوار میں یہ معدوم ہو گئے۔ اے کاش! وہ راستہ محفوظ کیا جاتا اور ان آثار کو آثارِ قدیمہ نہیں، آثارِ مقدسہ کی روح کے ساتھ باقی رکھا جاتا۔

Marfat.com

مکہ میں داخلہ اور مناسک

بیت اللہ میں ورود مسعود

مکہ میں داخل ہونے کے کئی راستے تھے۔ بالائی حصے کی طرف سے کداء پہاڑی سے ہوتے ہوئے آپ حرم مکی کی طرف بڑھے اور باب بنی شیبہ کی طرف سے بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ اسی کے باہر آپؐ نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا۔ جب آپؐ کی نظر بیت اللہ پر پڑی تو آپؐ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا مانگی:

اللّٰهُمَّ زِد هذَالبيت تشريفًا وتعظيمًا وَتكرِيمًا ومهابة، وزد من عظّمه ممن حجّه واعتَمَرَهُ تشريفًا وتكريمًا ومهابة وَتعظِيمًا وبرّاً! اے اللہ اس گھر (بیت اللہ شریف) کے شرف وعزت، عظمت و بزرگی اور ہیبت وجلال میں اضافہ فرما اور جو کوئی حج اور عمرے کے لیے آئے اور تیرے اس گھر کی عزت وتکریم کرے تو اسے بھی عزت وتکریم، نیکی اور رعب وجلال سے نواز دے۔ (سعيد بن سالم عن ابى جريج، السنن الكبرى للبيهقى ۵ / ۷۳)۔

قبولیتِ دعا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے مسنون دعا کا درجہ حاصل ہے اور جونہی کوئی زائر خانہ کعبہ یعنی مسجد حرام کی عمارت اور میناروں کو دیکھے تو اولین نظر کے بعد یہ دعا مانگے۔ اس کے ساتھ وہ اپنی جائز اور نیک حاجات میں سے جس حاجت کو بھی اللہ سے طلب کرے، اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرماتا ہے، کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کے حق

Marfat.com

میں اللہ سے دعا کی تھی۔[1]

طواف کی کیفیت

اب بیت اللہ میں داخلے کا لمحہ آن پہنچا۔ جونہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے دروازے سے اندر داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے پہلا کام یہ کیا کہ خانہ کعبہ کے اس کونے میں پہنچے جہاں حجرِ اسود نصب ہے، یعنی بیت اللہ کے دروازے کی طرف منہ کریں تو بائیں ہاتھ پر۔ وہاں سے آپؐ نے حجرِ اسود کا بوسہ لے کر اور طواف کی نیت فرما کر طواف شروع کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آپ کے ساتھ اس عمل میں شریک تھے۔ تمام اہلِ ایمان خود کو سعادت مند اور خوش نصیب شمار کر رہے تھے اور بلاشبہ ان کے خوش نصیب ہونے میں کوئی شک وشبہ بھی نہیں۔ ایک بندۂ مومن جب بھی اپنے دل کی آنکھ سے تصور کرتے ہوئے وہ منظر دل میں تازہ کرے تو جھوم اٹھتا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے خود خانہ کعبہ بھی اس روز اپنی قسمت پہ نازاں تھا۔ یہ قدسی صفت طائفین اللہ کی دھرتی پر اس کے محبوب ترین بندے تھے۔ ان کے امیر الحجاجؐ جیسا کوئی امیر اس سے قبل کسی قافلے کو ملا تھا نہ اس کے بعد کسی کارواں کو نصیب ہو سکتا ہے۔ اس جماعت جیسی پاکیزہ صفت جماعت چشمِ فلک نے نہ اس سے قبل دیکھی تھی نہ دھرتی کا سینہ اس کے بعد اس سے آشنا ہو سکتا ہے۔

اضطباع اور رمل

آپؐ نے طواف شروع کرنے سے قبل اپنی چادر دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اس کا سرا

۱۔ دولت کی فراوانی اور پٹرول کی دریافت سے قبل حرم کی باوجود مکہ کے نشیبی مقام پر واقع ہونے کے دور ہی سے زائرین کو نظر آ جایا کرتا تھا۔ اب فلک شگاف عمارتوں اور پلازوں نے چاروں اطراف سے اسے گھیر رکھا ہے۔ بہت قریب جا کر حرم شریف کے مینار نظر آتے ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں پہلی مرتبہ میں نے عمرہ ادا کیا تو دور سے حرمین شریفین نظر نواز ہو گئے تھے۔ سعودی حکمران بلاشبہ حرمین کی تعمیر وتوسیع اور نفاست ونظافت کا بے پناہ اہتمام کرتے ہیں، مگر آج سے نصف صدی قبل بلدین حرمین میں کوئی عمارت ایسی نہ بنائی جا سکتی تھی جو مسجد حرام اور مسجد نبوی کو چھپا لے۔ اب بھی شاید توسیع کے بعد کوئی ایسا فیصلہ ہو جائے، مگر خاصا مشکل نظر آتا ہے۔

Marfat.com

بائیں کندھے پر ڈال لیا۔ یعنی دایاں کندھا ننگا کردیا۔ چادر کو یوں پہننا اصطلاح میں اضطباع کہلاتا ہے۔ پہلے تین چکروں میں آپؐ نے رمل کیا یعنی اپنے بازو اور شانے ہلاتے ہوئے تیز رفتاری سے یہ چکر مکمل کیے۔ اس طرح چلنے کو رمل کہتے ہیں اور طواف میں پہلے تین چکروں میں یہ مسنون ہے۔ آپؐ نے سات چکر مکمل کیے، حجرِ اسود سے طواف شروع ہوا تھا اور اسی پر مکمل ہوا۔ طواف مکمل ہوتے ہی مقام ابراہیم پر تشریف لائے یہاں آپؐ نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۲۵ کا یہ حصہ پڑھا: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ۔ ابراہیمؑ جہاں عبادت کے لیے کھڑا ہوا، اس مقام کو مستقل جائے نماز بنالو۔ پھر آپ نے مقامِ ابراہیمؑ کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان میں رکھتے ہوئے قبلہ رخ ہو کر دو رکعت نوافل ادا کیے۔

زم زم اور صفا و مروہ

زم زم اور صفا و مروہ کی ایک عظیم الشان اور ایمان افروز تاریخ ہے۔ یہ آپؐ کی دادی سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے دادا سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی عظیم یادگاریں ہیں، جو صدیوں سے قائم ہیں اور تا قیامت ان کی برکات جاری رہیں گی۔ مقام ابراہیمؑ پر دوگانہ ادا کرنے کے بعد آپؐ آبِ زمزم پر آئے اور خوب پیاس بجھائی۔ یہاں سے آپؐ صفا و مروہ کی طرف بڑھے اور سیدھے صفا کے اوپر چڑھے اور یہ آیت پڑھی: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ○ (البقرۃ ۲:۱۵۸) یقیناً صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے، اس کے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کرلے اور جو برضا و رغبت کوئی بھلائی کا کام کرے گا، اللہ کو اس کا علم ہے اور وہ اس کی قدر کرنے والا ہے۔

صفا پر دعا

صفا پہ کھڑے ہو کر آپؐ نے خانہ کعبہ پر نظر ڈالی اور یہ الفاظ ادا کیے جو فتح مکہ کے وقت بھی آپؐ کی زبان پر جاری تھے: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ

Marfat.com

يُحْيِ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے سلطنت اور ملک اور حمد و تعریف ہے، وہ مارتا ہے اور جلاتا ہے اور وہ تمام چیزوں پر قادر ہے، کوئی خدا نہیں، مگر وہ اکیلا خدا، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے نے تمام قبائل کی افواج کو شکست دی۔ (ابو داؤد، كتاب المناسک باب صفة حجة النبی ﷺ، ج ۱ ص ۱۹۰ و سنن ابن ماجه، ابواب المناسک باب حجة رسول الله ﷺ، ص ۲۲۸)

سعی

صفا سے آپؐ نے سعی شروع کی اور مروہ کی طرف گئے۔ جو مقام نسبتاً ہموار تھا وہاں پر آپؐ نے سعی کے دوران دوڑ لگائی اور پھر جب چڑھائی آئی تو آپؐ معمول کی چال چلنے لگے۔ یہ سعی بین الصفا والمروہ آپؐ کی دادی سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی سنت ہے۔ جب وہ اپنے شیر خوار بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ اللہ کے حکم سے یہاں چھوڑ دی گئی تھیں۔ جب ابراہیم علیہ السلام اپنی جوان بیوی اور اس دودھ پیتے بچے کو اللہ کے حکم کی اطاعت میں اس مقام پر چھوڑ کر جا رہے تھے تو وہی جانتے تھے کہ ان کے دل پر کیا گزری اور پھر ماں اور بچے پر جو گزرنے والی تھی اس کا تو تصور بھی رونگٹے کھڑے کر دیتا اور دل کو تڑپا دیتا ہے۔ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کی تلاش میں اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو اس مقام پر لٹا کر صفا کے اوپر چڑھی تھیں کہ شاید کہیں سے کوئی مدد ملنے کا راستہ نکل آئے۔ جب کچھ نظر نہیں آیا تو پھر مروہ کی طرف گئیں۔

زم زم کا چشمہ

معصوم بچہ ایڑیاں رگڑ رہا تھا اور بھوک پیاس کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔ جب ماں ہموار جگہ پر پہنچتی تو ایک نظر اپنے بیٹے پر ڈالتی اور تیز تیز قدموں کے ساتھ آگے بڑھتی۔ ڈھلوان اور چڑھائی پر وہ آہستہ آہستہ چلتیں۔ اس طرح انھوں نے صفا سے مروہ کی طرف چار اور مروہ سے صفا کی طرف تین چکر لگائے۔ دونوں پہاڑیوں کی چوٹی سے آس پاس دیکھا تو مدد کی کوئی امید بر نہ

Marfat.com

آئی۔ آخر واپس اپنے بیٹے کی طرف آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ خشک اور چٹیل زمین پر اسماعیلؑ کے پاؤں رگڑنے کی وجہ سے پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا ہے۔ ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انھوں نے پانی کے گرد کنکریوں اور مٹی کی اوٹ کھڑی کی اور بے ساختہ زبان سے نکلا 'زمزم' (رک جا، رک جا)۔ یہ زمزم بھی اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ اس کا پانی بھوک اور پیاس کے لیے بھی کارگر ہے اور ہر بیماری سے شفا کے لیے بھی نسخۂ کیمیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میری دادی کی دعا قبول فرما کر اس پانی کو اس کے مقام پر روک دیا ورنہ یہ ایک چشمے کی صورت رواں دواں ہو جاتا اور دور دور تک پہنچتا۔ آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اس پانی کو انسان جس جائز مقصد کے لیے بھی استعمال کرے، یہ اس میں فائدہ پہنچاتا ہے۔ مشہور تابعی اور عظیم عالم ومجاہد حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جب پہلی بار حج اور عمرے کے لیے مکہ آئے تو زمزم پیتے وقت دعا کی: اے اللہ تیرے سچے نبی کا وعدہ ہے کہ زمزم ہر مقصد میں نفع پہنچاتا ہے، میں آج اسے پی رہا ہوں کہ یومِ حشر کی پیاس سے محفوظ ہو جاؤں۔

ایک اشکال کی وضاحت

سعی کی آیت میں الفاظ: فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ جو آئے ہیں، اس سے ذہن میں خیال گزرتا ہے کہ اس کے کرنے میں کوئی گناہ نہیں تو کیا اس کے ترک کر دینے کی بھی کوئی گنجایش ہے، تو اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے ہم سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تفسیر تفہیم القرآن سے ایک حاشیہ یہاں نقل کرتے ہیں، جس سے معاملے کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

صَفا اور مروہ مسجدِ حرام کے قریب دو پہاڑیاں ہیں، جن کے درمیان دوڑنا منجملہ ان مناسک کے تھا، جو اللہ تعالیٰ نے حج کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سکھائے تھے۔ بعد میں جب مکے اور آس پاس کے تمام علاقوں میں مشرکانہ جاہلیت پھیل گئی تو صفا پر ''اساف'' اور مروہ پر ''نائلہ'' کے استھان بنا لیے گئے اور ان کے گرد طواف ہونے لگا۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے اسلام کی روشنی اہلِ عرب تک پہنچی تو مسلمانوں کے دلوں میں یہ سوال کھٹکنے لگا کہ آیا صفا و مروہ کی سعی حج کے اصل مناسک میں سے ہے

Marfat.com

یا محض زمانۂ شرک کی ایجاد ہے اور یہ کہ اس سعی سے کہیں ہم ایک مشرکانہ فعل کے مرتکب تو نہیں ہو جائیں گے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ مدینہ کے دلوں میں پہلے ہی سے سعی بین الصّفا والمروہ کے بارے میں کراہت موجود تھی، کیونکہ وہ مناۃ کے معتقد تھے اور اساف و نائلہ کو نہیں مانتے تھے۔ انھی وجوہ سے ضروری ہوا کہ مسجد حرام کو قبلہ مقرر کرنے کے موقع پر ان غلط فہمیوں کو دور کر دیا جائے جو صفا اور مروہ کے بارے میں پائی جاتی تھیں، اور لوگوں کو بتا دیا جائے کہ ان دونوں مقامات کے درمیان سعی کرنا حج کے اصل مناسک میں سے ہے اور یہ کہ ان مقامات کا تقدس خدا کی جانب سے ہے نہ کہ اہلِ جاہلیت کی من گھڑت (رسم)۔ (تفہیم القرآن ج ۱، البقرۃ حاشیہ ۱۵۸، ص ۱۲۷-۱۲۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آبائی گھر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دادی اماں کی اتباع میں صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگائے۔ جاہلیت کے دور میں قریش اور دیگر عرب قبائل بہت سے مناسک کو بھول چکے تھے مگر صفا مروہ کے درمیان سعی کیا کرتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپؐ نے اپنی اونٹنی پر ہی سوار ہو کر یہ سعی کی تھی۔ جب سعی مکمل ہوئی تو آپؐ پھر زمزم کی طرف آئے اور پانی پیا۔ پھر آپؐ اپنی منزل پر تشریف لے گئے جہاں آپؐ کا خیمہ لگایا گیا تھا۔ اس مقام کا نام الابطح ہے۔ فتح مکہ کے وقت اور اس سے قبل عمرۃ القضا کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجون کے مقام پر خیمے میں مقیم رہے۔ آپؐ سے کہا گیا کہ آپؐ اپنے گھر میں کیوں تشریف فرما نہیں ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ عقیل بن ابی طالب نے ہمارا گھر کہاں چھوڑا ہے جس میں ہم مقیم ہوں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی آپ کسی گھر میں مقیم نہیں ہوئے، بلکہ ابطح کے مقام پر خیمے ہی میں قیام فرمایا۔ اس دوران آپؐ نمازیں حرم کے اندر آ کر ادا کرتے رہے اور قصر پڑھتے رہے۔ (المغازی للواقدی، ج ۲، ص ۸۲۹)

Marfat.com

قیامِ منیٰ اور وقوفِ عرفہ

۸ ذوالحجہ بروز جمعرات آپ کو منیٰ کی طرف روانہ ہونا تھا۔ اس دن کو یوم الترویہ کہا جاتا ہے۔ ۷ ذوالحجہ کو نماز ظہر کے بعد آپؐ نے حرم شریف میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اسلام کی بنیادی تعلیمات اور اخلاقیات کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ ۸ ذوالحجہ کو آپؐ منیٰ کی طرف روانہ ہوگئے وہیں رات قیام فرمایا اور ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں باجماعت ادا کیں۔

خطبہ

نماز فجر کے بعد ۹ ذوالحجہ کو آپ عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ (ابوداؤد، کتاب المناسک)۔ پھر آپؐ عرفات جاتے ہوئے ہضاب کے مقام پر تھوڑی دیر کے لیے رکے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا: عرفہ کا پورا علاقہ سوائے عرنہ کی وادی کے حاجیوں کے وقوف کے لیے متعین ہے۔ قریش کی جاہلی رسم کا آپ نے خاتمہ فرمایا اور کہا: **الا کل شیء من امر الجاهلية تحت قدمی موضوع**۔ سنو! جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔ (سیرت النبیؐ ج ۲، ص ۹۱۱، بحوالہ: صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبیؐ، ج ۱، ص ۳۶۹، و ابوداؤد، کتاب المناسک، باب صفۃ حج النبیؐ، ج ۱، ص ۲۶۳)

آپؐ عرفات کی پہاڑی پر بھی چڑھے اور اللہ رب العالمین سے رو رو کر دعائیں مانگیں۔ بعض روایات کے مطابق آپؐ نے اپنی اونٹنی پر بھی دعا مانگی اور بعض کے نزدیک اونٹنی سے اتر کر کھڑے ہوگئے۔ آپؐ نے اس روز عرفات کے میدان میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو خاموش کرائیں۔ پھر آپؐ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جو حجۃ الوداع کا معروف خطبہ ہے اور اسے خطبۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ دعائیں کرنے کے دوران میں آپؐ نے توقف فرما کر صحابہ کرامؓ کو

Marfat.com

خوش خبری دی کہ جبریل آپؐ کے پاس آئے تھے اور انھوں نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل عرفات کی مغفرت فرمادی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ وعدہ صرف انھی لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے آپؐ کے ساتھ عرفہ میں وقوف کیا یا یہ بعد میں آنے والوں کے لیے بھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: بعد میں آنے والوں کے لیے بھی اللہ کا یہی فیصلہ ہے۔

Marfat.com

خطبۂ حجۃ الوداع

عرفات میں ظہر کے وقت آپؐ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم فرمایا۔ پھر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ آپؐ نے ظہر کے وقت میں نماز ظہر اور عصر جمع کیں اور دونوں نمازیں قصر ادا کیں۔ اس دوران بھی آپؐ اللہ تعالیٰ سے مسلسل دعائیں کرتے رہے۔

حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا اعزاز

حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں ہمارے سامنے جو خطبہ ارشاد فرمایا میں نے وہ بڑے غور سے سنا۔ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی گردن کے نیچے تھا۔ آپؐ کی اونٹنی جگالی کر رہی تھی۔ جگالی کی وجہ سے اس کے منہ سے لعاب گر رہا تھا۔ جو میرے دونوں شانوں کے درمیان پڑ رہا تھا۔ میرے لیے یہ بھی اعزاز تھا کہ جس اونٹنی پر سوار ہو کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے ہیں اس کا لعاب میرے جسم کی زینت بن رہا تھا۔

ایک وضاحت

واضح رہے کہ مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منیٰ اور عرفات کے خطبات کو اپنے اپنے انداز اور ترتیب کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں ان تمام خطبوں کے جملہ نکات نقل ہوئے ہیں، مگر ان کو جمع کرنے کا کام بعد کے مورخین و مصنفین نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے کیا ہے۔ علامہ شبلی نعمانیؒ اپنی معرکہ آرا کتاب سیرۃ النبیؐ میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

علامہ شبلی کی تحقیق

(۱) سنن ابن ماجه میں ہے (المناسک باب حجۃ الرسول اللہ ﷺ ص ۲۲۹) ہجرت سے پہلے آپؐ نے دو حج فرمائے، بعض حدیثوں میں جو یہ ہے آپؐ نے ایک ہی حج کیا تھا، ترمذی ابواب الحج باب کم حج النبیؐ ص ۱۴۲ اور ابوداؤد کتاب المناسک باب وقت الاحرام، ج ۱ ص ۱۷۷، اس سے مقصود ہجرت ہے۔

(۲) ابو داؤد، ج ۱، ص ۱۸۹ اور صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبیؐ ج ۱، ص ۴۶۷ حجۃ الوداع کا واقعہ نہایت تفصیل سے مذکور ہے، جس کی شان نزول یہ ہے کہ حضرت امام باقرؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، جب وہ نابینا ہو گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا حال پوچھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آلِ رسولؐ کی محبت سے امام باقرؒ کے گریبان کے تکمے کھولے اور ان کے سینے پر محبت سے ہاتھ رکھ کر کہا بھتیجے پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ پھر نہایت تفصیل سے حج نبویؐ کے تمام حالات بیان کیے۔ (کتاب الحج، باب حجۃ النبیؐ، ج ۱، ص ۴۶۷) (اوقات کی تعیین بھی بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انس رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتوں میں ہے اور امام نسائی نے کتاب المناسک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت و تاریخ کے لیے خاص باب باندھا ہے۔

(۳) غسل کا ذکر طبقات ابن سعد ذکر حجۃ الوداع میں ہے۔ (جز ثانی قسم اول، ص ۱۲۴)

(۴) صحیح بخاری کتاب المناسک باب الطیب عند الاحرام، ج ۱، ص ۲۰۷ و صحیح مسلم کتاب الحج، باب الطیب للمحرم، ج ۱، ص ۴۴۷)۔ یہ اور اس کے بعد کے تمام عربی جملے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے کے ٹکڑے ہیں، (یہ جملے کسی حدیث میں یک جا نہیں ہوئے، اس لیے ان کو مختلف مآخذوں سے جمع کرنا پڑا ہے، صحیح بخاری و صحیح مسلم (باب حجۃ النبیؐ و باب الدیات) اور ابو داؤد (باب الاشہر الحرام و حجۃ النبیؐ) وغیرہ میں یہ خطبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما،

Marfat.com

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کی روایتوں سے مذکور ہے، ان کی روایتوں میں بعض باتیں مشترک ہیں، مثلاً: ان دمائکم واموالکم حرام علیکم کحرمة......الخ اور بعض باتیں الگ ہیں، مغازی وسیر کی کتابوں میں کچھ اور باتیں بھی مذکور ہیں، اصل یہ ہے کہ یہ ایک طویل خطبہ تھا، ہر ایک شخص کو جو فقرہ یاد رہ گیا، اسی کی اس نے روایت کردی، اس بنا پر مختلف ماخذوں سے ان ٹکڑوں کو جمع کرلیا گیا ہے اور اس کے جابجا حوالے دیے گئے ہیں، خطبے کے بعض ضمنی الفاظ مصنف نے چھوڑ دیے ہیں، روایتوں میں ایک اور اختلاف ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنی روایت میں اور ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خطبے کا دن یوم عرفہ یعنی ۹ ذوالحجہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسری روایتوں میں یوم النحر یعنی ۱۰ ذوالحجہ بتاتے ہیں۔ بعض روایتیں ایام تشریق کے خطبے کی ہیں، ابن اسحاق نے اس کو مسلسل خطبے کے طور پر نقل کیا ہے، ابن ماجہ، ترمذی اور مسند احمد میں خطبہ حجۃ الوداع کے چند فقرے منقول ہیں، جن میں یہ تصریح نہیں کی کہ کس تاریخ کے خطبے میں آپؐ نے یہ فرمایا۔ بہرحال صحاحِ ستہ اور مسانید کی تمام روایات کو یکجا کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس حج میں تین دفعہ خطبہ دیا، ۹ ذی الحجہ یوم عرفہ کو اور ۱۰ ذوالحجہ یوم نحر کو اور تیسرا خطبہ ایام تشریق میں ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ کو۔ ان خطبوں میں اصولی طور پر بعض باتیں مشترک ہیں اور بعض مختص مقام ہیں۔ یہ بہت ممکن ہے جیسا کہ بعض محدثین نے تصریح کی ہے کہ چونکہ مجمع بہت بڑا تھا، اور آپ جو پیغام اپنی امت کو پہنچانا چاہتے تھے، وہ نہایت اہم تھا، اس لیے آپؐ نے اپنی تقریر کے بعض بعض فقرے مکرر فرمائے)، (۱) امام احمد نے مسند میں ابونضرہ تابعی کے واسطے سے اور تابعی مذکور نے ایک صحابی سے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے سنا تھا، یہ فقرہ نقل کیا۔

آپؐ نے اس خطاب میں فرمایا: اللہ نے ہر انسان کے لیے میراث میں حصہ مقرر فرما دیا

Marfat.com

ہے جو وارث وراثت کا حق دار ہو اس کے حق میں وصیت جائز نہیں۔خبردار رہو بچہ جس کے بستر پر پیدا ہو وہ اسی کا ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ منکوحہ بیوی سے جس خاوند کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہو وہ اسی کا شمار ہوگا اگرچہ وہ خفیہ طور پر جرم کے نتیجے میں کسی اور شخص کے صلب سے ہو، اور آپؐ نے فرمایا: بدکار کے لیے رجم کی سزا ہے۔جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور سے اپنا نسب جوڑے یا کوئی آزاد شدہ غلام اپنے آزاد کرنے والے آقا سے بے وفائی کر کے اپنی آزادی کو دوسروں کی طرف منسوب کرے تو ان لوگوں پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جامع روایت

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم نے ہم سے خطاب فرمایا اور پوچھا: یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کیا: جمعرات۔آپؐ نے فرمایا کہ یہ یوم العرفہ ہے۔پھر آپؐ نے سوال پوچھا: یہ کون سا شہر ہے؟ ہم لوگوں نے جواب دیا: بلد حرام (مکہ)۔پھر پوچھا: یہ مہینہ کون سا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: ذوالحجہ، جو حرام مہینوں میں سے ہے۔آپؐ نے فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے تمھارے خون، تمھارے اموال، تمھاری آبروئیں، اسی طرح ہمیشہ کے لیے تم پر حرام ہیں، جس طرح اس دن، اس مہینے اور اس شہر کی حرمت کی پابندی ہے۔فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے مجھے بتاؤ کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا۔سب لوگ یک زبان پکار اٹھے:

خالق و مخلوق سے گواہی

ہاں یا رسول اللہ آپ نے پیغام پہنچا دیا حق خیر خواہی ادا کر دیا اور اپنا فرض پوری طرح نبھایا۔اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں کہیں۔ایک یہ کہ لوگو! میں نے جو بات تم کو پہنچائی اسے ان لوگوں تک پہنچا دو جو یہاں موجود نہیں ہیں۔پھر آسمان کی طرف شہادت کی انگلی اٹھائی اور تین مرتبہ کہا: اَللّٰھُمَّ اشھد یعنی اے اللہ تو بھی گواہ رہ۔(یہ تین مرتبہ فرمایا)۔

Marfat.com

دین پر ثابت قدمی کی تلقین

ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ کا خطبہ سرخ اونٹ پر سوار ہو کر ارشاد فرمایا تھا۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ خبردار! میرے بعد کفر کی طرف نہ پلٹ جانا کہ تم میں سے کچھ لوگ دوسرے اہل ایمان کی گردنیں مارنے لگیں۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا: اے لوگو! سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر کوئی کم حیثیت حبشی غلام ہی کیوں نہ امیر مقرر کیا جائے۔ جب تک وہ کتاب اللہ کو قائم کرے اس کی اطاعت کرو۔

حرام مہینے

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ نے اپنے خطبۂ حج کے دوران فرمایا: خبردار زمانہ اپنی گردش کے دوران اسی ہیت پر پہنچ گیا ہے جس دن اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ اللہ نے سال کے بارہ مہینے مقرر فرمائے، ان میں سے چار مہینے حرام ہیں۔ تین مسلسل، یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ایک ان کے بعد ہے یعنی رجب۔ (تین زمانۂ حج کے لیے حرام قرار دیے گئے تھے کہ ان کے اندر جنگ اور خونریزی نہ ہو اور ایک عمرے کے لیے حرام ٹھہرایا گیا)۔

غلاموں کے حقوق

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس کے مختلف حصے مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیان ہوئے۔ حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اس موقع پر آپؐ نے غلاموں کے بارے میں بڑی تاکید فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے غلاموں کا خاص خیال رکھو، اپنے غلاموں کا خاص خیال رکھو۔ جو خود کھاؤ اسی میں سے ان کو بھی کھلاؤ، جو خود پہنو ویسا ہی لباس انھیں بھی پہناؤ۔ اگر وہ کوئی ایسا قصور کر بیٹھیں جسے تم معاف نہ کر سکو تو اللہ کے بندو انھیں ایذائیں نہ پہنچانا اور نہ سخت سزا دینا۔ ایسی صورت میں انھیں بیچ ڈالنا۔

سود کا خاتمہ اور خون کی حرمت

دیکھو، ہر قسم کا سود (جو کسی کا کسی پر نکلتا ہو) ساقط کر دیا گیا، البتہ تمھارے راس المال (یعنی

Marfat.com

اصل) تمھارے لیے ہیں، (ان میں) نہ تم زیادہ کرو گے (اگر تم نے کسی کو رقم دی ہو) اور نہ تمھارے ساتھ زیادتی کی جائے گی۔ (اگر تم نے کسی سے رقم لی ہو) اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اب کوئی سود (ربا) نہیں اور عباس بن عبدالمطلب کا کل سود ساقط کر دیا گیا ہے۔ جاہلیت میں (اسلام لانے سے پہلے) جو بھی خون تھا، وہ بھی ختم کر دیا گیا (اب اس کا انتقام نہ لیا جائے گا) اور سب سے پہلے خون جو میں ختم کرتا ہوں، وہ ابن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے اور ابن ربیعہ قبیلہ بنولیث میں دودھ پینے کے لیے مقیم تھا۔ اس شیر خوار ہاشمی بچے کو قبیلہ ہذیل نے قتل کر دیا تھا، پس یہ خون جاہلیت کے خونوں میں سے پہلا خون ہے، جس سے میں معافی کی ابتدا کر رہا ہوں۔ کتنی عظیم مثال ہے کہ سود کو کلی طور پر حرام قرار دیا تو سب سے پہلے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سودی مطالبات ساقط فرمائے۔ اس طرح جاہلیت کی خونریزی اور انتقامی کارروائیوں کے خاتمے کا حکم صادر فرمایا تو اس کا آغاز بھی اپنے خاندان سے کیا۔ حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ آپ کے چچا زاد بھائی تھے، جن کا بچہ بنولیث میں رضاعت کے لیے بھیجا گیا تھا اور قبیلہ ہذیل نے یہ ظلم ڈھایا کہ اسے قتل کر دیا۔ آپؐ نے جاہلیت کے خونوں میں سے سب سے پہلے اسی کو معاف فرمایا۔

نسئ کی جاہلی رسم کا خاتمہ

لوگو! اس کے بعد یہ سنو، شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اب تمھاری اس سرزمین میں کبھی اس کی پرستش کی جائے گی، لیکن اگر اس کی اطاعت کی جائے گی تو وہ تمھارے ان اعمال سے جنھیں تم حقیر سمجھتے ہو، راضی ہو جائے گا۔ اس لیے تم دین کے معاملے میں شیطان سے بچتے اور ڈرتے رہو۔ لوگو! نسئ (یعنی حرمت والے مہینوں کو آگے پیچھے کرنا) کفر میں اضافہ کرتا ہے۔ اس لیے وہ لوگ اور بھی گمراہ ہوتے ہیں جو کافر ہیں اور جو ایک سال اسے حرام رکھتے ہیں، دوسرے سال حلال کر لیتے ہیں تاکہ یہ کافر لوگ اللہ کے مقرر کیے ہوئے مہینوں کی گنتی پوری کر لیں۔ اس طرح یہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دے لیتے ہیں اور یہ بھی سنو کہ زمانہ ہر پھر کر اس جگہ آ گیا، جہاں اس وقت تھا، جب اللہ تعالیٰ نے زمین

Marfat.com

وآسمان پیدا کیے تھے اور یہ کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے، جن میں چار مہینے حرمت کے ہیں، تین مسلسل ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم (حج کے ایام) اور ایک الگ برائے عمرہ وزیارت اور یہ ماہ رجب ہے یعنی جمادی الاخریٰ اور شعبان کے بیچ کا مہینہ۔ زمانہ جاہلیت میں بھی عرب انھی مہینوں کو محرم سمجھتے تھے، مگر جب اپنی جاہلیت کی تسکین اور دشمن سے انتقام لینے کا فیصلہ کر لیتے تو بدبخت اپنی مرضی سے کسی حلال مہینے کو حرام اور حرمت والے مہینے کو حلال قرار دیتے۔ اسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر جاہلی رسوم کی طرح مکمل طور پر ممنوع اور حرام قرار دیا۔

عورتوں کے حقوق

آپؐ نے اپنے خطبے میں مزید ارشاد فرمایا: لوگو! اور سنو، تمھاری عورتوں پر تمھارا ایک حق ہے اور تم پر ان عورتوں کا ایک حق ہے۔ ان پر تمھارا حق یہ ہے کہ وہ تمھارا فرش کسی بھی ایسے شخص کے لیے نہ لگائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور وہ کھلا ہوا فحش اختیار نہ کریں۔ پھر اگر وہ ایسا کریں تو تمھارے لیے اجازت ہے کہ تم انھیں بستروں پر چھوڑ دو اور اس طرح مارو، جو ضرب شدید نہ ہو۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو وہ اپنے کھانے اور کپڑے کے سلسلے میں حسنِ سلوک کے ساتھ مستحق ہیں اور عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور بھلائی کی نصیحت کرتے رہو۔ کیونکہ وہ تمھارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں۔ وہ اپنی ذات کے لیے کسی چیز کی مالک نہیں ہوتیں اور تم نے انھیں اللہ کی امانت کے طور پر پکڑا ہے اور تم نے ان کے ستر کو اللہ کے کلمات کے ساتھ حلال کیا ہے، اس لیے لوگو، میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، میں نے تو (ہر حکم) پہنچا دیا اور تمھارے اندر وہ چیز چھوڑ دی ہے کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو، تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ کھلی ہوئی چیز ہے، یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اخوتِ اسلامی

یاایھا الناس! الا ان ربکم واحدو ان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا عمجی علی عربی ولا احمر علی اسود ولا اسود علی احمر الا بالتقویٰ۔ ان کل مسلم اخ المسلم وان المسلمین اخوۃ۔ ارقاء کم ارقاء کم

Marfat.com

اطعموهم مما تاكلون واكسوهم مما تلبسون۔

لوگو! بے شک تمھارا رب ایک ہے اور بے شک تمھارا باپ ایک ہے، ہاں عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے سبب سے۔ (ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے) اور مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔ تمھارے غلام، تمھارے غلام!! جو خود کھاؤ، وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو، وہی ان کو پہناؤ۔ (مسند احمد، ج ۵، ص ۴۱۱، مستدرک، ج ۱، ص ۹۳، ابن سعد، قسم اول، جز ثانی، ص ۱۳۳۔ بحوالہ سیرۃ النبیؐ، ج ۲، ۱۲۰-۱۲۱)

لوگو! میری بات سن کر اس پر غور کرو، خوب سمجھ لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، لہٰذا کسی بھی آدمی کے لیے اپنے بھائی کی کوئی چیز حلال نہیں، بجز اس کے کہ وہ بطیّب خاطر کوئی چیز خود دے دے، پس تم لوگ اپنے آپ پر کسی بھی حالت میں ظلم نہ کرنا۔ لوگو! بتاؤ میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا؟ لوگوں نے (جواب میں) کہا: اَللّٰھُمَّ نَعَمْ یعنی یقیناً یقیناً۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ یعنی اے اللہ تو بھی گواہ رہنا۔ (یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی اور اپنی شہادت کی انگلی بھی آسمان کی طرف بلند کی۔

دوسرا خطبہ

ابن اسحاق نے کہا، مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ عباد کی روایت بیان کی جو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو عرفات میں لوگوں تک پہنچانے کے لیے آواز لگا رہا تھا، ربیعہؓ بن امیہ بن خلف تھا، عباد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربیعہ بن امیہ سے کہہ رہے تھے کہ (بآواز بلند) کہو: لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کرتے ہیں کہ تمھیں معلوم ہے کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ پھر ربیعہ بن امیہ لوگوں سے پکار کر یہی الفاظ کہنے لگے۔ لوگوں نے جواب دیا، یہ شہر حرام ہے۔ بعد میں آپؐ نے ربیعہ سے کہا: ان لوگوں سے کہو، اللہ تعالیٰ نے تمھارے خونوں اور تمھارے اموال کو ایک دوسرے پر اپنے رب سے ملنے تک اسی طرح قابل احترام قرار دیا ہے، جس طرح تمھارے لیے یہ مہینہ قابل احترام قرار دیا

Marfat.com

ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: کہو، لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کرتے ہیں، یہ کون سا مقام ہے؟ ربیعہ نے ان الفاظ کو پکار کر کہا اور لوگوں نے جواب دیا: یہ بلد حرام (قابل احترام شہر) ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سے کہو، اللہ تعالیٰ نے تمھارے خونوں اور اموال کو ایک دوسرے پر اپنے رب سے ملنے تک اسی طرح قابل احترام قرار دیا ہے، جس طرح تمھارے لیے تمھارا یہ شہر قابل احترام قرار دیا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے ہیں، کیا تمھیں معلوم ہے کہ یہ کون سا دن ہے؟ ربیعہ نے یہ الفاظ پکار کر کہے اور لوگوں نے جواب دیا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمھارے خونوں اور تمھارے اموال کو ایک دوسرے پر اپنے رب سے ملنے تک اسی طرح قابل احترام قرار دیا ہے جس طرح تمھارے لیے تمھارا یہ دن قابل احترام ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مزید تعلیمات

ابن اسحاق نے کہا اور مجھ سے عبداللہ بن نجیح نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے تو آپ جس پہاڑ پر موجود تھے۔ اس کے متعلق فرمایا: یہ وقوف کی جگہ ہے اور سارا عرفہ وقوف کی جگہ ہے۔ جس وقت مزدلفہ کے پہاڑ قُزَح پر صبح کو کھڑے ہوئے تھے تو فرمایا: یہ وقوف کی جگہ ہے اور تمام مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔ پھر آپ نے منیٰ میں جانوروں کو ذبح کیا تو فرمایا: یہ جانوروں کو ذبح کرنے کی جگہ (منحر) ہے، اور تمام منیٰ منحر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چیزیں فرض کی تھیں یعنی موقف (عرفہ اور مزدلفہ میں ٹھہرنے کی جگہ) اور رمی جمار (عقبات ثلثہ پر کنکریاں پھینک کر مارنا) اور طواف بیت اللہ اور جو چیزیں حلال اور حرام کی گئی تھیں، ان کی تعلیم لوگوں کو دی۔ اس لیے یہ حج البلاغ (وہ حج جس سے احکام کی تبلیغ واشاعت ہوئی) بھی تھا اور حجۃ الوداع بھی تھا اور یہ چیز اس لیے تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد حج نہیں کیا۔

Marfat.com

مزدلفہ کو روانگی

عرفہ سے مزدلفہ

یوم عرفہ کو جب سورج غروب ہوگیا تو اس وقت تک آپؐ عرفات ہی میں مقیم رہے۔ شفق کی سرخی غائب ہونے لگی تو آپؐ عرفات کو چھوڑ کر مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ نے یہاں مغرب کی نماز ادا نہ کی حالانکہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ مزدلفہ پہنچ کر آپؐ نے جمرات شیطانی کو کنکریاں مارنے کے لیے کنکریاں بھی جمع کیں جن کا حجم مٹر اور چنے کے دانے کے لگ بھگ تھا اور یہیں پر عشاء کے وقت میں آپؐ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کیں۔ یعنی دن کے وقت عرفہ میں ظہر و عصر کو اول وقت میں جمع کر کے پڑھا اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو آخر وقت میں ادا فرمایا۔ پہلی صورت کو جمع تقدیم کہا جاتا ہے اور دوسری صورت کو جمع تاخیر۔ دونوں مقامات پر اذان ایک ہی دی گئی مگر اقامت دو مرتبہ پڑھی گئی۔

تہجد کے بغیر واحد شبِ حیات

پھر آپؐ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ سب لوگ کھلے آسمان کے نیچے رات گزاریں، کوئی خیمہ اور چھت استعمال نہیں کی جاسکتی۔ اس سارے عرصے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ پڑھتے رہے۔ مزدلفہ کی یہ رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سو کر گزاری۔ تہجد کی نماز کے لیے بھی نہیں اٹھے۔ حیات طیبہ میں یہی ایک شب ہے جس میں آپؐ نے تہجد چھوڑی، ورنہ آپؐ نے زندگی بھر اللہ کے حکم کے مطابق اس کا اہتمام فرمایا۔ ظاہر ہے یہ عمل اللہ کے حکم ہی کے مطابق تھا۔ آپؐ نے اللہ کے حکم پر چھوڑی نہ کہ غفلت اور سہل انگاری کے سبب۔ آپؐ اس سفر سے کہیں زیادہ

Marfat.com

مشکل تر سفر اور کٹھن مہمات سے گزرے، مگر کبھی بھی سفر و حضر میں تہجد ترک نہ کی تھی۔

ضعفا کو سہولت

شب کے پچھلے حصے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں، بچوں اور ضعفا کو اجازت دی کہ زحمت سے بچنے کے لیے وہ ہجوم سے پہلے منیٰ کی طرف اپنی قیام گاہوں میں چلے جائیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی اکرم اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورج نکلنے سے پہلے جمرہ عقبیٰ (شیطان کبیر) کو کنکریاں نہ ماری جائیں، جب کہ عورتوں اور بچوں کو سورج نکلنے سے پہلے یہ عمل مکمل کرنے کی اجازت دی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بالکل نوعمر تھے اور آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج میں شامل تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز سورج نکلنے سے کچھ دیر پہلے پڑھی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نہایت محبت و پیار سے تھپکیاں دینے لگے اور فرماتے رہے کہ اے میرے بچو! تم سورج نکلنے تک رمی نہ کرنا، یعنی جمرہ عقبیٰ کو کنکریاں نہ مارنا۔

یوم النحر

نماز فجر ادا کرنے کے بعد آپؐ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور قزح کے مقام پر وقوف کیا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: مزدلفہ سارے کا سارا وقوف کے لیے متعین ہے لیکن وادی محسّر اس میں شامل نہیں ہے۔ محسّر پہنچنے پر آپؐ نے اپنی اونٹنی کو تیز تیز چلایا۔ یہ وہ وادی ہے جہاں سے آپؐ نے لوگوں کو تیز قدموں کے ساتھ نکلنے کی تاکید فرمائی کیوں کہ اسی وادی میں اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے لشکر کو ابابیلوں کے ذریعے تباہ و برباد کیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبیٰ کو کنکریاں مارنے کے دوران مسلسل تلبیہ کے الفاظ بلند آواز سے دُہرائے۔ پھر آپؐ نے اپنی قربانی کے جانور ذبح کیے، سر منڈوایا اور مونچھوں اور رخساروں کے بال بھی ترشوائے۔ حلق کے ساتھ ہی آپؐ نے اپنے ناخن بھی کٹوائے۔ ناخن اور بال جمع کر کے وہیں دفن کروا دیے۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنے جسم کو خوشبو لگائی، احرام اتارا اور کرتہ پہن لیا۔

Marfat.com

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور قربانی کے جانور

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے بارے میں بھی حدیث میں تفصیل ملتی ہے۔ آپؐ نے سات اونٹ ذبح فرمائے تھے اور سینگوں والے دو چتکبرے مینڈھے بھی قربان کیے تھے۔ پھر آپؐ نے لوگوں سے فرمایا کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔ یعنی دس ذوالحجہ سے ایام تشریق (۱۳ ذوالحجہ تک) روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ اس حج میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حج اور عمرہ اکٹھے بھی کیا اور الگ الگ بھی۔ اکٹھے یعنی ایک ہی نیت کر کے پہلے عمرہ اور پھر حج کرنے کو تمتع کہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے۔ دیگر لوگوں نے پہلے عمرہ کیا اور اس کے مناسک ادا کرنے کے بعد احرام اتار دیے۔ حج کے لیے پھر دوبارہ احرام باندھے اور مکہ سے آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ ذبح کیے تھے۔

جامع دعا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی دعائیں حج کے دوران مانگیں مگر ایک دعا جو مسلسل طواف کے دوران آپ نے مانگی وہ تھی: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ دوسری یہ دعا بھی منقول ہوئی ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ۔ یہ آپ نے رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان مانگی۔ یہ دعا انتہائی جامع ہے۔ قرآنی اور مسنون دعا کا حسین امتزاج بھی ہے اور دنیا و آخرت کی ہر بھلائی بھی اس میں طلب کی گئی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت مطہرہ کے اتباع میں جب بھی اللہ نے اس مقام پر جانے کی سعادت بخشی ہے، اس دعا نے دل پر ان مٹ نقوش رقم کیے ہیں۔

خانہ کعبہ کے اندر نمازِ نبویؐ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے اندر جو نماز پڑھی اس کی کیفیت بھی بیان کی گئی

Marfat.com

ہے۔ آپؐ نے دو رکعت نفل ادا کیے (بر اویت اسامہ بن زیدؓ، عمر بن خطابؓ)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بقول وہ بھی اس حج میں شریک تھے، فرماتے ہیں: مجھے ساتھیوں نے بتایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے ہیں۔ جب میں اس طرف بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ سے باہر آ چکے ہیں۔ اس وقت بلالؓ دروازے کے پاس کھڑے تھے۔ میں نے ان سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت اللہ میں داخلے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر گئے تھے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں داخل ہوتے وقت اپنے جوتے اتار دیے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل چسپ روایت

خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونے کا معاملہ بھی بڑا دل چسپ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس روز آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جیسے آپؐ پر تھکن کے آثار ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپؐ کو کیا ہوا تو جواب میں آپؐ نے کہا کہ آج میں نے وہ کام کیا کہ بعد میں مجھے خیال آیا کہ اسے نہ کرتا تو اچھا ہوتا، کیونکہ میری امت کے لوگ یہاں آیا کریں گے تو بیت اللہ میں داخل نہیں ہو سکیں گے اور ان کے دل میں رنج اور حسرت رہے گی۔ اس لیے آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف کیا کرو اس کے اندر داخل ہونے کا حکم نہیں دیا گیا، اس لیے طواف پر ہی اکتفا کیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا رشک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور اپنے بڑے بھائی حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما پر رشک کیا کرتے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے تو اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے اپنی اونٹنی پر سوار کیا تھا۔ پھر جب مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے تو فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے حصے میں یہ سعادت آئی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ

Marfat.com

بھی بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کنکریاں چنیں۔ چنانچہ آپؐ کی ہدایت کے عین مطابق میں نے چھوٹی چھوٹی کنکریاں چنیں۔ آپؐ نے ان کو اپنے ہاتھ میں پکڑا تو خوش ہوئے اور فرمایا کہ اسی طرح کی کنکریاں درکار تھیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے ساتھیوں کی خوش قسمتی پر رشک کرتے تھے، مگر خود ان کے لیے بھی یہ اعزاز کچھ کم نہ تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے انتخابِ جمرات کی تعریف و تحسین فرمائی۔ (سنن نسائی، کتاب المناسک، باب التقاط الحصیٰ)۔

غلوّ سے اجتناب کا حکم

آپؐ نے فرمایا: تم لوگ ہمیشہ دین کے معاملات میں غلو سے بچتے رہنا۔ تم سے پہلی قومیں جن وجوہات سے ہلاک ہوئیں ان میں ایک دین میں غلو بھی تھا۔ (مسلم، کتاب الحج، باب الاستحباب رمی جمرۃ العقبیٰ)۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر سوار ہو کر رمی کی۔ اس موقع پر آپؐ یہ بھی فرما رہے تھے: **خذوا عنی مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی هذه۔** یعنی حج کے مسائل مجھ سے سیکھ لو کیونکہ میرا خیال ہے کہ شاید میں اس حج کے بعد حج نہیں کروں گا۔ (ابو داؤد، کتاب المناسک، باب رمی الجمار)

طوافِ وداع اور شربِ زمزم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مکمل ہونے کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کیا جسے طوافِ وداع کہا جاتا ہے۔ روایات کے مطابق آپؐ نے یہ طواف بھی اونٹنی پر سوار ہو کر کیا۔ پھر زمزم پر آ کر پانی پیا، آپؐ نے ایک ڈول میں سے پانی پینے کے بعد اپنے لعابِ دہن کے ساتھ پانی کے ایک گھونٹ کو کلی کر کے ڈول میں ڈال دیا اور فرمایا کہ پانی کا یہ ڈول زمزم کے کنویں میں انڈیل دیا جائے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں خود ڈول کھینچوں مگر میں نے اس لیے ایسا نہیں کیا کہ بعد میں آنے والے لوگ اس کو سنت سمجھ کر آپس میں کش مکش نہ شروع کر دیں۔

Marfat.com

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول خود کھینچا، جس کا پانی آپؐ نے خود استعمال کیا اور بقیہ کنویں میں ڈال دیا۔

تکمیل نعمتِ ربانی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر عرفہ میں سورۂ المائدہ کی وہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے اتمام اور دین کی تکمیل کی بشارت دی۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدۃ ۵:۳) آج میں نے تمھارے دین کو تمھارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے۔

ایک مرتبہ ایک یہودی نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمھاری کتاب میں ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ اگر ہمارے اوپر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید اور جشن کے طور پر مناتے۔ خلیفۂ راشد امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں ہمیں اس آیت کا خوب علم ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ کب اور کہاں نازل ہوئی تھی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حج کے روز عرفات کے میدان میں اتری تھی اور اس روز ہم عرفہ کے میدان میں ہر سال لاتعداد حجاج کی صورت میں اللہ کے سامنے حاضر ہوتے ہیں۔

مدینہ واپسی کا سفر

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تکمیل حج کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مدینہ میں آپ کی واپسی ذوالحجہ کے آخری دنوں میں ہوئی۔ اس سے قبل کی رات آپ نے ذوالحلیفہ میں بسر کی۔ اگلے روز فجر کی نماز پڑھ کر آپؐ مدینہ کی جانب چل پڑے۔ مدینہ کی بستی نگاہِ پاک میں آئی تو آپؐ نے یہ کلمات ادا فرمائے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔ خدا بزرگ

Marfat.com

وبرتر ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں، کوئی اس کا شریک نہیں، بس اسی کی سلطنت ہے، اسی کے لیے مدح وستایش ہے، وہ ہر بات پر قادر ہے، ہم لوٹ کر واپس آرہے ہیں، توبہ کرتے ہوئے، فرماں برداری کے ساتھ، زمین پر پیشانی رکھ کر اپنے پروردگار کی مدح وستایش میں مصروف ہوکر، خدا نے اپنا وعدہ سچا کیا، اپنے بندے کی نصرت فرمائی اور تمام قبائل [لشکروں] کو تنہا شکست دی۔ (سیرت النبیؐ، ج ۲، ص ۱۳۰ بحوالہ: صحیح بخاری، کتاب الحج، باب مایقول اذا رجع عن الحج، ج ۱، ص ۲۴۲، کتاب الحج، باب مایقول اذا قفل من سفر الحج وغیرہ، ج ۱، ص ۵۱۶)

ایک التجا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کردہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ حج اور ادائیگی مناسک، پندونصائح اور خطبات گفتگو اور ہدایات کی تفصیل پڑھتے ہوئے قاری محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب ہے۔ کیا خوش نصیب لوگ تھے جن کو رب العزت نے اپنے محبوب کی صحبت کے لیے منتخب کیا تھا۔ کتنے صاحبِ عزم وہمت تھے وہ روشن ستارے کہ جنھوں نے ناقابل بیان مشکلات وبلیات کا سامنا کیا، مگر کبھی بددل اور مایوس نہ ہوئے۔ اے اللہ ہم ان عظمت کے امین، تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں سے محبت کرتے ہیں۔ ہمارے اندر بھی وہی صفات پیدا فرما جن سے تو نے ان کو نوازا تھا!

Marfat.com

باب سوم

وصال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ کا وصال

قرآنی فلسفۂ موت وحیات

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عمومی انداز میں جگہ جگہ موت کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک آیت تو بہت ہی معروف ہے جو تین مقامات پر آئی ہے۔ تینوں مقامات پر اس کا آغاز ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۔ یعنی ہر متنفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ پھر ہر آیت میں موقع ومحل کی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے کچھ حقائق بیان فرمائے۔ اس حوالے سے ترتیب قرآنی میں پہلی آیت سورۂ آل عمران میں ملتی ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ (آل عمران ۳:۱۸۵) آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو۔ کامیاب دراصل وہ شخص ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ رہی یہ دنیا، تو یہ محض ایک دھوکہ ہے۔

دوسری بار یہ مضمون سورۃ الانبیاء میں بیان ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ط اَفَاْئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ○ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ط وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○ (الانبیاء ۲۱: ۳۴-۳۵) اور اے نبی، ہیشگی تو ہم نے تم سے پہلے بھی کسی انسان کے لیے نہیں رکھی ہے، اگر تم مر گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے؟ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں۔ آخر کار تمھیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔

تیسرا مقام جہاں اسی آیت کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وہ سورۂ العنکبوت ہے جس میں فرمایا

Marfat.com

ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ (العنکبوت ۲۹:۵۷)۔ ہر متنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے، پھر تم سب ہماری طرف ہی پلٹا کر لائے جاؤ گے۔

مخلوق فانی، خالق باقی

موت کے بارے میں یہ حقائق بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت بھی واضح فرما دی کہ اس کی اپنی ذات کے علاوہ کائنات کی ہر چیز فانی ہے۔ البتہ انسانوں اور جنوں کو دوبارہ زندہ کیا جانا ہے اور وہ سب حساب کتاب کے بعد جنت اور دوزخ کا مستحق قرار پائیں گے۔ سورۃ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (الرحمٰن ۵۵:۲۶-۲۷)۔ ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے اور صرف تیرے رب کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔

انبیا و رسل کا وصال

غزوہ احد میں جب مسلمانوں کی فتح بظاہر شکست میں بدلی اور یہ افواہ بھی پھیل گئی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس تناظر میں سورۃ آلِ عمران کی یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (آلِ عمران ۳:۱۴۴) محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا، اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انھیں وہ اس کی جزا دے گا۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝ (الزمر ۳۹:۳۰-۳۱) (اے نبیؐ) تمھیں بھی مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے۔ آخر کار

Marfat.com

قیامت کے روز تم سب اپنے رب کے حضور اپنا اپنا مقدمہ پیش کرو گے۔

الوداعی اشارات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک جب تریسٹھ سال کو پہنچی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جبریلؑ نے ماہِ رمضان میں معمول کے مطابق قرآن مجید کا دور کیا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی گئی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں دس دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے مگر اپنی زندگی کے آخری سال میں بیس دن مسجد نبوی میں معتکف رہے۔ اسی طرح ہر رمضان میں جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ آخری رمضان میں انھوں نے دو مرتبہ آپ سے دور فرمایا اور کہا کہ اللہ کا یہی حکم ہے۔ اس سے خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی تعبیر کی کہ یہ آپ کی زندگی کا آخری سال ہے۔

اہلِ بقیع کے لیے مغفرت کی دعائیں

۱۱ھ کے ماہ صفر میں آپ آدھی رات کو ایک دن جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ اہلِ بقیع کو سلام کہا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔ اس روایت کو آپ کے غلام ابومویہبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آدھی رات کے وقت اٹھایا اور فرمایا: اے ابومویہبہ رضی اللہ عنہ! آج مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بقیع الغرقد جاؤں اور وہاں مدفونین کے لیے مغفرت کی دعا کروں۔ تم بھی میرے ساتھ چلو، چنانچہ میں آپ کے ساتھ قبرستان گیا۔ آپ نے قبرستان کے بیچ پہنچ کر فرمایا:

ليهنئكم ما انتم فيه مما فيه الناس، اتت الفتن كقطع الليل المظلم يتبع بعضها بعضا، الآخراشد من الاولىٰ، فليهنكم ما انتم فيه مما فيه الناس، ثم رجع فقال: يا ابامويهبة، انى اعطيت ـ اوقال خيرت بين مفاتيح ما يفتح على امتى من بعدى والجنة اولقاء ربى۔ قال فقلت: بأبى انت رامى فاخترنا۔ قال: لَان تردّ على عقبها ماشاء الله، فاخترت لقاء ربى۔ فما

Marfat.com

لبث بعد ذلک الا سبعًا او ثمانیًا حتی قبض۔ اے اہلِ قبرستان تم پر سلامتی ہو۔ تم جس صورت حال میں ہو وہ اس سے بہتر ہے بعد میں آنے والے جس صورت حال میں ہوں گے اللہ ان سب کیفیتوں میں تم سب کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔ اندھیری رات کے چھا جانے کی طرح فتنے ایک دوسرے کے آگے پیچھے چلے آ رہے ہیں۔ ہر فتنہ پہلے فتنے سے بدتر ہوگا۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابومویہبہؓ! مجھے دنیا کے خزانوں اور دنیا میں دائمی ٹھکانے اور اپنی امت کو ملنے والی فتوحات اور جنت کی چابیاں حاصل کرنے یا اپنے رب سے ملاقات کرنے کے درمیان اختیار دیا گیا ہے۔ حضرت ابومویہبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ دنیا کے خزانوں اور اس میں ہمیشہ رہنے اور جنت کی چابیوں کو ایک ساتھ لے لیں۔ آپ نے فرمایا: اے ابومویہبہؓ! خدا کی قسم میں دنیا کے خزانوں کی چابیاں نہیں لوں گا۔ میں نے اپنے رب کی ملاقات اور اس کی جنت کو پسند کر لیا ہے۔ پھر آپ نے اہلِ بقیع کے لیے دعائے مغفرت کی اور واپس آ گئے۔ اسی دن سے آپ کو اس مرض کا آغاز ہوا جس میں آپ کا وصال ہو گیا۔ اس دن اور مرض کے درمیان سات یا آٹھ دن کا وقفہ تھا۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۰۴۰-۱۰۴۱، طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۰۳-۲۰۴)

شہدائے احد کی قبروں پر دعا

ابن سعد نے ان واقعات کو لکھنے کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی راتوں کو جنت البقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتے رہے۔ آپؐ کے ساتھ کبھی آپ کے غلام ابورافع رضی اللہ عنہ ہوتے تھے اور کبھی ابومویہبہ رضی اللہ عنہ۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اہلِ بقیع کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کروں۔ اسی دوران آپؐ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ شہدائے احد کی قبروں پر جاؤں اور وہاں ان کے لیے نماز (دعا)

Marfat.com

پڑھوں۔ ابن سعد مزید لکھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد سے اس انداز میں خطاب فرمایا جیسے الوداعی ملاقات ہوتی ہے۔ پھر آپؐ اپنے منبر پر تشریف لائے اور خطاب فرمایا: میری اور تمھاری ملاقات اب حوضِ کوثر پر ہوگی۔ میں حوضِ کوثر کو یہاں سے بالکل اسی طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح تمھیں دیکھ رہا ہوں۔ مجھے تمھارے بارے میں ہرگز یہ خطرہ نہیں ہے کہ تم مشرک ہوجاؤ گے، لیکن میں تمھارے بارے میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تمھارے اوپر کھول دی جائے گی اور تم اس میں اسی طرح غرق ہوجاؤ گے، جس طرح تم سے پہلے لوگ ہوئے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۰۵)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اجتماع

اس بیماری کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔ جب مرض نے زور پکڑا۔ آپ کی ازواج مطہرات کو اطلاع ملی تو وہ سب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع ہوگئیں۔ اس مرض کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معمول کے مطابق تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں اپنے ایام تقسیم نہیں کرسکتے تھے۔ آپ نے تمام ازواج مطہرات سے مشاورت کی اور کہا کہ اگر تم اجازت دو تو اس مرض کے دوران میں عائشہ کے حجرے میں مقیم رہوں۔ سب ازواج مطہرات نے بخوشی اس کی اجازت دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سب ازواج میں سے کم عمر تھیں اور بیماری کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت زیادہ کرسکتی تھیں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۰۵-۲۰۶)

صحابہؓ کی عیادت

مرض الموت میں مختلف صحابہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے آتے رہے۔ یہ تفصیل بہت لمبی ہے۔ ظاہر ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اس قدر شدت اختیار کرگئی تھی کہ جماعت مومنین پوری کی پوری غم اور حزن میں مبتلا ہوگئی۔ بہت سے اشارات خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمائے تھے، جن سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ آپ کے کوچ کا

Marfat.com

وقت آ گیا ہے۔ ایسے میں آپ پر جان قربان کرنے والے وفادار و محبّ صحابہ و صحابیاتؓ ان لمحات میں ایک جانب پریشان تھے تو دوسری جانب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضری دے کر آپ کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے۔ یہ بالکل فطری بات ہے۔ مضمون بہت لمبا ہے۔ ہم اسے مختصر طور پر نذر قارئین کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ہم صرف تین صحابہؓ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ایک حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، دوسرے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور تیسرے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ یہ تینوں باری باری آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ تینوں نے آپؐ کی پیشانی مبارک پر ہاتھ رکھا تو بخار کی شدید تپش محسوس کی۔

گناہوں کا جھڑ جانا، درجات کی بلندی

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو شدید بخار ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں جتنا تم میں سے دو لوگوں کو بخار ہوتا ہے اتنا مجھ اکیلے کو ہے۔ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے لیے اجر بھی تو بہت زیادہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں، حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی بندۂ مومن کو جب کوئی مصیبت آتی ہے تو لازماً اس کی خطائیں جھڑ جاتی ہیں، جس طرح خزاں میں درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ (ایضاً، ص ۲۰۸)

انبیا علیہم السلام کا ابتلا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپؐ نے مخمل کی چادر اوڑھ رکھی ہے۔ انھوں نے چادر کے اوپر ہی سے آپؐ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو درمیان میں چادر کے باوجود شدت کی گرمی محسوس کی اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بہت شدید بخار ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں اے ابو سعید! ہم جماعتِ انبیا کو سب سے زیادہ ابتلا میں ڈالا جاتا ہے اور اسی طرح ہمارا اجر بھی کئی گنا بڑھایا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ مشکل امتحان انبیا کا ہوتا ہے، پھر ان کے امتیوں میں سے جو جتنا صالح ہو،

Marfat.com

اسی کے مطابق اسے بھی امتحان میں ڈالا جاتا ہے۔ (ایضاً)

شکر گزار بندہ!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے پاس حاضر ہو کر اپنے دونوں ساتھیوں کی طرح آپؐ کے بخار کی شدت اور حدت پر تاسف کا اظہار کیا تو آپؐ نے فرمایا: اے عمر! اللہ کا شکر ہے کہ میں نے گزشتہ رات ستر سورتوں کی تلاوت کی، جن میں سات طویل سورتیں بھی شامل ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنے آپ کو اتنی مشقت میں کیوں ڈالتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کی سب اگلی اور پچھلی خطائیں معاف فرما دی ہیں۔ آپ اپنے نفس کے ساتھ نرمی برتیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا، کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (ایضاً، ص ۲۰۸-۲۰۹)

خاتونِ جنت کی حاضری

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان ایام کو یاد کرتے ہوئے فرماتی تھیں کہ جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے میرے گھر کی طرف چلے۔ مرض کی شدت کی وجہ سے آپؐ کے لیے قدم اٹھانا مشکل ہو رہا تھا۔ آپؐ نے ایک ہاتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کندھے پر رکھا ہوا تھا اور دوسرا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر۔ اس مرض کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے ہر روز کی طرح ایک دن آپ کی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق جو صحیحین میں ہے وہ فرماتی ہیں: فاطمہؓ کی چال ڈھال بالکل اپنے والد گرامی قدر کی طرح تھی، انھی کی طرح قدم اٹھاتی اور زمین پر رکھتی۔ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر بیٹھیں تو آپ نے فرمایا: مرحبا بابنتی۔ میری پیاری بیٹی خوش آمدید۔ پھر حضرت فاطمہؓ آپ کے دائیں یا بائیں جانب بیٹھ گئیں۔ ازواج مطہرات کچھ دیر بعد اپنے اپنے حجروں میں چلی گئیں اور میں بھی گھر کے کام کاج میں لگ گئی۔ (صحیح بخاری، ح ۳۴۲۶، طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۳۳۲)

Marfat.com

لختِ جگر سے سرگوشی

ایسے میں میں نے دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ سے سرگوشی کے انداز میں کچھ کہا تو سن کر وہ بے ساختہ رونے لگیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی انداز میں کوئی اور بات کہی تو فاطمہ ہنسنے لگیں۔ میں نے فاطمہؓ سے پوچھا: فاطمہؓ! تم کس بات پر روئیں اور کس بات پر ہنسیں؟ انھوں نے کہا کہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ہے، میں اسے فاش نہیں کر سکتی۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد میں نے فاطمہؓ سے کہا فاطمہؓ میرا تمھارے اوپر یہ حق ہے کہ اب تم مجھے وہ بات بتا دو جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے قبل تم نے بتانے سے انکار کیا تھا۔ تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: امی جان اچھا اب میں بتا دیتی ہوں۔

پھر یہ بات یوں بتائی۔ بابا جان نے مجھ سے فرمایا: ان جبریل کان یعارضنی بالقرآن فی کل سنة مرة، وانه عارضنی هذالعام مرتین، ولا اری ذلک الّا لاقتراب أجلی، فاتقی الله واصبری، فنعم السلف انا لک، فَبَکَیْتُ ثم سارّنی فقال: اما ترضین ان تکونی سیدة نساء المؤمنین؟ او سیدة نساء هذه الامة؟ فضحکت. وله طرق عن عائشة وقد روی البخاری۔ جبریل میرے ساتھ قرآن کا ہر سال ایک بار دور کیا کرتے تھے۔ اس مرتبہ ایک بار جب ہم نے دور مکمل کر لیا تو جبریلؑ نے دوسری مرتبہ میرے ساتھ دور کیا۔ جبریلؑ کے اس عمل سے میں یہی سمجھتا ہوں کہ میرے کوچ کا وقت آ گیا ہے۔ پس (اے پیاری بیٹی) اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ میں اگلی زندگی میں تیرا بہترین استقبال کرنے والا ہوں گا۔ بابا جان کی وفات کی خبر نے مجھے رُلا دیا۔ پھر آپ نے مجھ سے سرگوشی کی اور فرمایا کہ اے بیٹی! کیا تو اس بات پر راضی اور خوش نہیں ہے کہ تو (جنت میں) تمام اہلِ ایمان عورتوں کی سردار ہوگی۔ یا فرمایا کہ اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہوگی، یہ سن کر میں ہنسی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے امام بخاری نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۰۴۰-۱۰۴۱،

Marfat.com

طبقات ابن سعد، ج ۲،ص ۲۴۷-۲۴۸)

ایک اور روایت میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا میرے اہلِ بیت میں سے تو ہی سب سے پہلے مجھ سے آ کر ملے گی۔ (صحیح بخاری، ح ۳۴۲۶) اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ کے اہلِ بیت میں سے سب سے پہلے آپ کی لختِ جگر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہی آپ کے پاس آئیں۔ یعنی آپؐ کے وصال اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے درمیان صرف چھ مہینے کا وقفہ ہے۔

شدتِ الم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں یہ آخری ایام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی شدت کی وجہ سے بہت تکلیف دہ تھے۔ صحابہ اور ازواج مطہرات آپ کی تکلیف کی شدت کو محسوس کرتے اور بہت رنج سے دوچار ہوتے، مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر تکلیف کے باوجود بہت ارفع واعلیٰ تھا۔ شدت تکلیف سے ایک دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یاعائشة ماازال اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر، فھذا اَوَانَ وجدت انقطاع ابھری من ذلک السم۔ اے عائشہؓ! خیبر میں زہر آلود گوشت کی بوٹی کے زہریلے اثرات آج بھی میں اپنے جسم میں محسوس کرتا ہوں۔ اب اس وقت تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس زہر نے میرے دل کو چھید ڈالا ہے۔ یہ حدیث امام بخاریؒ نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی نقل کی ہے۔ (البدایة والنھایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۰۴۱، طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۰۲-۲۰۳)۔ ہم نے اپنی کتاب رسول رحمت تلواروں کے سائے میں جلد سوم کے صفحہ ۳۴۴ تا ۳۴۶ میں زہر آلود گوشت کے اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔

مسنون دعائیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سونے کے

Marfat.com

وقت معوذات (چاروں قل) پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں پر پھونک مارتے اور پھر سر سے لے کر پاؤں تک پورے جسم پر اپنے دست مبارک پھیرتے۔ مرض الموت میں جب آپ بہت کمزور ہو گئے تو مجھ سے فرماتے کہ تم یہ سورتیں تلاوت کر کے اپنے ہاتھوں پر پھونک مارو اور پھر اپنے ہاتھ میرے پورے جسم پر پھیرو۔ چنانچہ میں آپ کی ہدایات پر عمل کرتی۔

آخری لمحات کا تذکرہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری لمحات کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر میری گود میں تھا آپ کی زبان سے نکلنے والے آخری الفاظ: الصلوٰۃ وماملکت ایمانکم، یعنی نماز، نماز اور غلاموں کے حقوق تھے۔ ایک اور روایت میں آپ نے عورتوں کے حقوق کے بارے میں بھی آخری لمحات میں تلقین فرمائی۔ (سنن ابن ماجہ، باب الجنائز، ح ۱۶۲۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اللہ نے آپ کی روح اس حال میں قبض فرمائی کہ آپ کا سر میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان تھا۔ آپ نے پانی کا ایک پیالہ طلب کیا، آپ اپنا ہاتھ اس میں ڈبوتے اور چہرے اور سر پر پھیرتے۔ پھر فرماتے: اللّٰھم اعنی علی سکرات الموت۔ یعنی اے اللہ سکرات موت کی سختی میں میری مدد فرما۔ (بحوالہ: ترمذی و نسائی) ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی مسنون دعائیں نقل کی ہیں، جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں پڑھتے رہے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۱۰-۲۱۴۔

مسواک سنتِ رسول ﷺ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسواک باقاعدگی سے کیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ خود مسواک چبانے کے قابل نہ رہے تو ایک دن میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے ملنے اور عیادت کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کے ہاتھ میں ایک تازہ مسواک تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسواک دیکھی تو فرمایا کہ یہ مسواک مجھے دے دو۔ جب انھوں

Marfat.com

نے وہ مسواک دی تو آپؐ نے میری طرف بڑھا دی۔ میں نے اپنے دانتوں سے اس مسواک کو چبایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کی۔ اس وقت آپؐ کا سر میرے سینے کے ساتھ لگا ہوا تھا اور آپ میرے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں آپؐ نے وہ مسواک کی۔

(البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۰۴۹، طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۳۳-۲۳۴)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے آخری لمحات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت کمزور تھے کوئی بات چیت نہ ہو سکی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت دیکھ کر کہا ہائے موت کی غشی! اللہ کے رسولؐ کو کس قدر شدید غشی کی کیفیت کا سامنا ہے۔ جب یہ دونوں حضرات جانے لگے تو دروازے کے قریب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمرؓ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تو کسی فتنے میں مبتلا ہو جائے گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوں گے جب تک اللہ تعالیٰ منافقین کو مکمل طور پر ختم نہ کر دے۔ یہ باتیں کرتے ہوئے وہ مسجد نبوی کی طرف چلے گئے۔

یارِ غار کی آمد

میں پردے کے پیچھے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پھر آ گئی۔ اسی دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف دیکھ کر کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ کے رسول وصال فرما گئے۔ پھر آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کی جانب سے آپ کے قریب آئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تین چار مرتبہ بوسہ دیا اور ہر مرتبہ کہا: ہائے یا نبی اللہ!

Marfat.com

ہائے صفی اللہ، ہائے خلیل اللہ۔ یہ الفاظ کہنے کے بعد انتہائی غم زدہ حالت میں حضرت ابوبکر مسجد نبوی کی طرف چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد، ج۲، ۲۶۴-۲۶۶)۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول آپؐ نے آخری الفاظ جو فرمائے وہ تھے: فی الرفیق الاعلیٰ فی الرفیق الاعلیٰ. پھر آپ دنیا کی اس فانی زندگی سے آخرت کی اس ابدی زندگی کی طرف پرواز کر گئے۔ (البدایۃ و النہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص۱۰۴۸-۱۰۴۹)

غسل اور تکفین و تدفین

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، آپؐ کے دونوں بیٹوں فضل رضی اللہ عنہ، قثم رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔ آپؐ کے غلام صالح پانی لا رہے تھے۔ آپؐ کو جس پانی سے غسل دیا گیا اسے بیری کے پتے ڈال کر ابالا گیا تھا۔ جب آپؐ کو غسل دیا جا چکا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے جسم کو خشک کیا۔ آپؐ کا کفن تین چادروں پر مشتمل تھا۔ جن میں سے دو سفید تھیں اور ایک یمنی چادر تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یمنی چادر کے بارے میں فرماتی ہیں کہ پہلے تو اس میں آپؐ کو لپیٹا گیا تھا بعد میں اس کو ہٹا دیا گیا تھا اور دو سفید چادریں ہی آپؐ کا کفن تھا۔ تکفین ہو چکی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ ایک حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں اور دوسرے ابوطلحہ زید بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں۔ یہ دونوں لحد تیار کرنے کے ماہر تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نہ مل سکے جبکہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فوراً آ گئے اور انھوں نے آپؐ کی لحد آپ کے حجرے کے اندر بنائی۔ (البدایۃ و النہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص۱۰۶۱، طبقات ابن سعد، ج۲، ص۲۷۷-۲۸۰)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ

آپ کی وفات کی خبر امت مسلمہ کے لیے قیامت صغریٰ سے کم نہ تھی۔ آپ کی نماز جنازہ اور آپ کی قبر کے بارے میں صحابہ نے آپ کے احکام کی روشنی میں طے کیا کہ سب لوگ باری

Marfat.com

باری آتے جائیں گے اور حجرہ مبارک میں جتنی گنجائش ہے اتنی تعداد میں وہاں داخل ہوں گے۔ انفرادی طور پر نماز جنازہ ادا کریں گے اور پھر دوسروں کے لیے جگہ خالی کر دیں گے۔ روایات کے مطابق آپ کو غسل دینے کے بعد آپ کے جسم اطہر کو حجرے میں رکھ دیا گیا اور سب لوگ باہر نکل گئے۔ سب سے پہلے فرشتوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر کبار صحابہؓ باری باری آتے گئے اور جتنے لوگ گھر میں سما سکتے تھے اتنی تعداد میں جنازہ پڑھ کر نکلتے رہے۔ آپ کی نماز جنازہ میں کوئی امام نہ تھا۔ مردوں کے جنازہ پڑھ لینے کے بعد عورتوں نے بھی آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر بچوں اور غلاموں نے بھی باری باری آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی صف میں کبار انصار و مہاجرین کے ساتھ سب سے پہلے نماز ادا کی۔ اس موقع پر صاحبین نے یک زبان یہ الفاظ کہے:

السلام علیک ایھاالنبی ورحمة الله وبرکاته. (وسلم المهاجرون والانصار کما سلم ابوبکر وعمر)، ثم صَفُّوا صفوفا لا یؤمهم احد، فقال ابوبکر وعمرـ وهما فی الصف الاول حیال رسول اللهﷺ اللهم انا نشهد انه قد بلغ ما انزل الیه، ونصح لأمته وجاهد فی سبیل الله حتی اعزّ الله تعالیٰ دینه وتمت کلمته، وأُومن به وحده لاشریک له، فاجعلنا الٰهنا ممن یتبع القول الذی انزل معه، واجمع بیننا وبینه حتی تعرفه بنا وتعرفنا به، فانه کان بالمؤمنین رؤفا رحیما، لا نبتغی بالایمان بدلا، ولا نشتری به ثمنا ابداً.

اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر اللہ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمت و برکتیں آپ کے شاملِ حال رہیں۔ (اس موقع پر موجود مہاجرین وانصار نے بھی اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا، جس طرح ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بھیجا تھا) پھر لوگوں نے صفیں بنالیں، کوئی بھی امام نہیں تھا۔ ابوبکر اور عمر پہلی صف میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کے ساتھ کھڑے تھے۔ پھر انھوں نے یہ دعا پڑھی۔ اے اللہ ہم گواہی دیتے

Marfat.com

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مکمل پیغام پہنچایا جو آپ کی طرف نازل ہوا، آپؐ نے اپنی امت کی خیر خواہی کا حق ادا کیا۔ آپؐ نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا، یہاں تک کہ اللہ نے اپنے دین کو عزت و اقتدار بخشا اور اپنے کلمے کو تمام کر دیا۔ ہم اس وحدہٗ لاشریک پر ایمان لائے۔ پس اے ہمارے رب ہمیں ان لوگوں میں شامل رکھنا جو ان احکام کی اتباع کرتے ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے۔ اے اللہ ہمیں اپنے محبوب سے ملا دینا یہاں تک کہ وہ ہمیں پہچان لیں اور ہم ان کو پہچان لیں۔ بلاشبہ آپؐ مومنین کے لیے رؤف الرحیم تھے۔ ہم ایمان کے متبادل کسی اور چیز کی تمنا نہیں رکھتے اور نہ کسی بھی قیمت پر ہم کبھی بھی اپنے ایمان کا سودا کریں گے۔

جواب میں تمام لوگ آمین آمین پکار رہے تھے۔ (البدایۃ والنھایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۰۶۴) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن، دفن اور نمازِ جنازہ کا تذکرہ مورخ ابن سعد نے تفصیل کے ساتھ کیا ہے، جو ان کی کتاب طبقات ابن سعد میں جلد دوم، صفحہ ۲۸۱ سے لے کر ۳۰۷ تک پھیلا ہوا ہے۔

وصال سے تدفین تک کا وقفہ

مشہور سیرت نگار اور رحمۃ للعالمینؐ کے مصنف جناب قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے جنازے کے بارے میں بہت جامع عبارت لکھی ہے: جسدِ اطہر اسی جگہ رکھا رہا جہاں انتقال ہوا تھا۔ نمازِ جنازہ پہلے کنبے والوں نے، پھر مہاجرین نے پھر انصار مردوں نے، پھر عورتوں نے اور پھر بچوں نے ادا کی۔ اس نماز میں امام کوئی نہیں تھا۔ حجرہ مبارک تنگ تھا۔ اس لیے دس دس شخص اندر جاتے تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے، تب اور دس اندر جاتے۔ یہ سلسلہ لگاتار شب و روز جاری رہا۔ اس لیے تدفین مبارک شب چہارشنبہ کو یعنی رحلت سے قریباً ۳۲ گھنٹے بعد عمل میں آئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے پر یہ دعا پڑھی گئی:

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۝

Marfat.com

اللهم ربنا لبیک وسعدیک صلوٰۃ اللہ البر الرحیم والملائکۃ المقربین والنبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وما سبح لک من شیء یارب العالمین علی محمد بن عبداللہ خاتم النبیین وسیدالمرسلین وامام المتقین ورسولہ رب العالمین الشاھد المبشر الداعی باذنک السراج المنیر وبارک علیہ وسلم۔ اے اللہ ہمارے پروردگار! ہم تیرے حکم پر سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اور تیرے فیصلوں پر راضی ہیں۔ اے منبع خیر اور رحمتِ بے پایاں پروردگارِ عالم! تیری طرف سے اور تیرے مقرب فرشتوں، عالی مقام انبیا، سعادت مند صدیقین، جنت مکین شہدا اور صالحین اور تیری تسبیح پڑھنے والی ہر چیز کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام ہو۔ اس ذاتِ عالی پر جو محمدؐ بن عبداللہ (کے نام سے تو نے مبعوث فرمائی)، جو خاتم النبیین اور سید المرسلین ہیں، جو امام المتقین اور رسولِ رب العالمین ہیں، جن کی شان شاہد ومبشر اور تیرے اِذن کے مطابق داعیِ حق کی ہے، جو سراجِ منیر ہیں۔ اے اللہ ان پر برکتیں اور سلامتی نازل فرما۔ (رحمۃ للعالمین، ج۱، ص ۲۷۰-۲۷۱، بحوالہ: الکافی شیخ یعقوب، ملاباقر حیات القلوب، ج۲، باب ۶۴، زرقانی، ج۸، ص ۲۹۳)

قبرِ مبارک کا تعین

قبر کے بارے میں بھی یہ طے ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نبی جس قطعہ زمین پر وفات پائیں وہی ان کی قبر ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے ہی میں آپ کی قبر بنائی گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کے درمیان یہ بحث چھڑ گئی کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ماقبض نبی الّا دفن حیث قبض۔ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کے جس نبی کی روح جس جگہ پر قبض کی جاتی ہے وہی اس کا مدفن ہوتا ہے۔ پس اس پر سب

Marfat.com

لوگوں کا اطمینان ہوا اور اسی حجرے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تیار ہوئی جس میں آپ کی وفات ہوئی تھی۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۰۶۵)

روضۂ اطہر کے مکین!

روضہ اطہر کے اندر آپ کے ساتھ یارِ غار، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، اور ناطق بالصدق والصواب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبور ہیں۔ ایک قبر کی جگہ خالی ہے، جہاں قیامت سے قبل سیدنا عیسیٰ ابن مریم روح اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے آسمان سے نزول، دجال کی فوجوں کے مقابلے اور شاندار فتح کے چالیس سال بعد اپنی طبعی وفات کے بعد ان کی قبر بنے گی۔ یوں یہ چار قبریں ہوں گی۔ دو انبیا کی اور دو صحابہ کی۔ دراصل اپنے حجرے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تدفین تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ خیال تھا کہ اپنی وفات پر وہ بھی یہیں دفن ہوں گی لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت سے پہلے ان سے اپنی قبر کے لیے اجازت مانگی تو انھوں نے فرمایا کہ اگرچہ میں نے یہ جگہ اپنے لیے مختص کر رکھی تھی لیکن میں عمرؓ کو اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر بننے کے بعد انھوں نے یہاں دفن ہونے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ اب مجھے اس حجرے میں دفن نہ کرنا بلکہ جب میں فوت ہو جاؤں تو دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ مجھے جنت البقیع ہی میں دفن کرنا۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۰۶۹)

لحد مبارک میں اترنے کا اعزاز

جب جنازہ مکمل ہو گیا اور تمام لوگوں نے یہ سعادت حاصل کر لی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کی لحد میں اتارا گیا۔ لحد میں اتارنے کا کام حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے کیا۔ جب وہ لحد سے باہر نکلے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میری انگوٹھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد میں گر گئی ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے اجازت دیں، میں اپنی انگوٹھی

Marfat.com

نکال لوں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس واقعہ کو کئی مرتبہ بیان کیا کرتے تھے۔ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو قبر میں اترنے سے منع کر دیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی دوسرے شخص کو اور ثقہ روایات کے مطابق حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی ان کو پکڑا دیں۔ امام ابن کثیرؒ ہی نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو اجازت دی گئی اور وہ لحد میں اترے، اسی لیے وہ کہا کرتے تھے کہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے آخر میں ملاقات کرنے والا صحابی ہوں۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۰۶۷)

اذانِ بلالؓ

اہلِ مدینہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی اطلاع اس وقت ہوئی جب حضرت بلال نے فجر کی اذان دی اور اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ پر پہنچے تو رو پڑے۔ ان کی سانس رک گئی اور لمبے سانس لینے لگے۔ اس سے اہل مدینہ کو اندازہ ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین بدھ کی شب کو ہوئی جب کہ آپ کی رحلت پیر کے دن ہوئی تھی۔ درمیانی عرصے میں آپ کی جانشینی کا معاملہ صحابہ کرام نے بالاتفاق اور خوش اسلوبی سے طے کر لیا۔ (تفصیلات البدایۃ والنہایۃ صفحہ ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، پر دیکھیں)

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو نام لے کر واضح الفاظ میں اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک خاتون آپؐ کے پاس آئی اور آپؐ سے کچھ سوال کرنے لگی۔ جب جانے لگی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میں آئندہ یہاں آؤں اور آپؐ کو موجود نہ پاؤں تو کس سے سوال کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر صدیقؓ سے۔

خلیفۂ اول کا مقام

اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت کے دوران حکم دیا کہ ابوبکر لوگوں کو نماز

Marfat.com

پڑھائیں اس وقت آپؐ اپنے حجرے میں تھے۔ جب آپؐ نے اپنی طبیعت میں ذرا بہتری محسوس کی تو آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپؐ کی آمد محسوس کی تو پیچھے ہٹنے لگے، مگر آپؐ نے ہاتھ کے اشارے سے انھیں حکم دیا کہ وہ پیچھے نہ ہٹیں بلکہ اپنی امامت میں نماز مکمل کرائیں۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔ یوں یہ نماز مکمل ہوئی۔ آپؐ کی آمد پر بعض صحابہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی نیت کر لی۔ بعض نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا کی ہی نیت کی۔ یہ ابن کثیر کی روایت ہے جو انھوں نے امام شافعی کے شیخ حضرت وکیعؒ کے حوالے سے بیان کی ہے۔ ان باتوں سے یہ اشارہ تو ضرور ملتا ہے کہ آپ نے اپنے بعد اس امت کی امامت وقیادت کے لیے اشارتاً اگر کچھ ہدایات دیں تو وہ خالصتاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں تھیں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۱۵-۲۲۴)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے احسانات

ایک حدیث میں یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد نبوی کے اندر کھلنے والی سب کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیے جائیں سوائے ابوبکرؓ کے۔ ایک اور حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اہل دنیا میں سے میں اگر کسی کو اپنا خلیل بنانا چاہتا تو ابوبکرؓ کو بناتا، مگر میں نے رفیق اعلیٰ کو منتخب کیا ہے۔ ایک اور حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کے جس کسی انسان نے میرے ساتھ کوئی نیکی کی میں نے اس کا بدلہ اتار دیا، سوائے ابوبکرؓ کے۔ اس کی نیکیاں اور احسانات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہی اتارے گا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے :البدایۃ والنہایۃ، صفحہ ۱۰۵۵ تا ۱۰۵۷ اور طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۸)۔

مورخ ابن ہشام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری مرض اور اس کے دوران رونما ہونے والے تمام واقعات، پھر آپؐ کی وفات اور تجہیز و تکفین، جنازے اور قبر کا تذکرہ ابن کثیرؒ اور ابن سعد کی طرح تفصیلاً کیا ہے۔ یہ تفصیلات سیرت ابن ہشام، قسم الثانی، صفحہ ۶۴۹ تا ۶۵۶ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

……❀……❀……❀……

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مناقب اور قریش کا مرتبہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ فرمایا اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ اس کی روشنی میں اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خدمت اسلام کے لیے کارہائے نمایاں کی وجہ سے، جن سے تمام صحابہؓ واقف تھے، قرین انصاف اور قرینِ قیاس یہی تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ امت کسی پر اتفاق نہ کرے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کئی مرتبہ کسی مسئلے کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اس معاملے میں میں راضی ہوں، ابوبکر راضی ہے اور مومنین راضی ہیں۔ ساتھ ہی آپؐ نے یہ بات بھی واضح کردی تھی کہ قُرَيْشٌ وُلَاةُ هٰذَا الْاَمْرِ، فَبَرُّ النَّاسِ تَبَعٌ لِبَرِّهِمْ وَفَاجِرُهُمْ تَبَعٌ لِفَاجِرِهِمْ۔ یعنی قیادت کے مقام پر قریش ہی سرفراز ہوں گے، جو نیک لوگ ہیں وہ قریش کے نیک لوگوں کی اتباع کریں گے اور جو فاجر ہیں وہ قریش کے فجار کی پیروی کریں گے۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۰۵۴)

نازک گھڑی میں اہم فیصلہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی خود کو خلافت کا امیدوار نہ سمجھا، نہ ہی آپ کی زبان اور اعمال سے کوئی ایسی چیز سامنے آتی ہے جس سے اس خواہش کا اظہار ہوتا ہو۔ ظاہر ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا سے اٹھ جانا اپنی جگہ بہت بڑا اندوہناک واقعہ تھا اور تمام صحابہ اس سے غم زدہ تھے۔ لیکن نظام اسلام تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی باقی رہنا تھا اور اللہ کی حاکمیت

Marfat.com

کو قائم کرنا اور قائم رکھنا تمام امت کی ذمہ داری تھی۔ اس بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غم کی ان گھڑیوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی میراث یعنی دین اسلام کا شیرازہ مجتمع رکھنے کے لیے نہایت ذمہ داری، بالغ نظری اور دوراندیشی کا مظاہرہ فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر امت کو بتادیا تھا کہ آپ آخری نبی ہیں، آپؐ کے بعد کوئی نبی اور رسول آنے والا نہیں۔ البتہ خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی اور وہ بالکل اسی طرح واجب الاتباع ہوگی، جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔ آپؐ کا ارشاد بالکل واضح ہے۔ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَبِسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، فَتَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔ (سنن ابو داؤد، ج ۲، ح ۴۶۰۷، سنن ابن ماجہ، ج ۱، ح ۴۲)

اجتماعیت کا اظہار

انھی وجوہات سے تمام کبار صحابہؓ اس اہم مسئلے پر سوچ بچار کر رہے تھے۔ اگر یہ معاملہ فوراً طے نہ ہوتا تو امت کا شیرازہ بکھر جاتا۔ مدینہ منورہ میں بڑے اکٹھ سقیفہ بنوساعدہ میں ہوا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہیں پر جمع ہوگئے۔ انصاری صحابی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ خلافت انصار کا حق ہے اور انصار میں سے سب سے زیادہ محترم شخصیت وہی ہیں، اس لیے بیعت انھی کی ہونی چاہیے۔ اس کی تفصیلات تاریخ میں مذکور ہیں۔ ہم ان تفصیلات میں نہیں جارہے۔ البتہ انصار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موثر خطاب کے بعد پوری یکسوئی اور اتحاد کے ساتھ اجتماعیت کا ساتھ دیا۔

سقیفہ بنوساعدہ میں خطابات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب سقیفہ بنوساعدہ میں پہنچے تو انصار ومہاجرین صحابہؓ جمع تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وہاں پہنچنے کے بعد انصار کے ایک خطیب نے کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور کہا: ہم اللہ کے انصار اور اسلام کی فوج ہیں اور اے گروہ مہاجرین! تم ہمارے نبی کا قبیلہ ہو، تم میں سے ایک جلد باز نے کہا کہ تم ہمیں اپنی جڑ سے الگ کرنا چاہتے ہو اور ہمیں

Marfat.com

حکومت سے بچانا چاہتے ہو۔ جب وہ صحابی خاموش ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: خدا کی قسم! میرے بھائی نے جو باتیں کی ہیں، وہ اپنی جگہ بہت اچھی ہیں اور انصار میں بہت زیادہ خوبیاں ہیں لیکن عرب قبائل قریش کے سوا کسی اور کی قیادت کو قبول نہیں کریں گے۔ جہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی، وہاں کوئی دوسرا کیسے امیر بن سکتا ہے؟ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر جو باتیں کہی تھیں وہ میری عجلت اور ناسمجھی تھی۔ اس موقع پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا وہی درست تھا اور میرے دل نے گواہی دی کہ اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آپ کھڑے ہوں اور ہم آپ کی بیعت کریں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر سب لوگوں نے بیعت کر لی۔

خلیفۂ اول کا پہلا خطاب

بیعت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے جو پہلا خطاب کیا وہ بہت اہم ہے۔ انھوں حمد وثنا کے بعد فرمایا:

اے لوگو! مجھے تمھارا والی بنایا گیا ہے، حالانکہ میں تمھارا بہترین آدمی نہیں ہوں، پس اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں غلطی کروں تو مجھے سیدھا کر دینا صدق، امانت اور جھوٹ، خیانت ہے اور تمھارا کمزور آدمی میرے نزدیک طاقت ور ہے یہاں تک کہ میں اس کی علت کو دور کر دوں۔ ان شاء اللہ۔ تمھارا طاقت ور کمزور تصور ہوگا یہاں تک کہ میں اس سے حق کو وصول کر لوں۔ ان شاء اللہ۔ جو لوگ جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ذلت کی موت مار دیتا ہے اور جس قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان پر مصیبت کو عام کر دیتا ہے، جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں، میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت کرنا لازم نہیں۔ اپنی نمازوں کے لیے کمربستہ رہو، اللہ تم پر رحم کرے۔

Marfat.com

عظمتِ صدیق رضی اللہ عنہ

ابن کثیر اور دیگر مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ میں تم میں بہتر نہیں ان کا انکسار بھی ہے اور عظمت بھی، ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کبھی اس بارے میں اختلاف نہیں رہا کہ وہ تمام اہلِ ایمان میں سب سے بلند درجہ اور عالی مرتبہ ہیں۔ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ابوبکر واحد فرد ہیں جن کے احسانات کا وہ بدلہ نہیں اتار سکے۔ امت اس پر بھی متفق ہے کہ آپ اَفۡضَلُ الۡبَشَرِ بَعۡدَالۡاَنۡبِيَاءِ ہیں۔ ہم نے اختصار کے ساتھ یہ باب لکھ دیا ہے تفصیلات کے لیے البدایة والنهایة اور سیرت ابن ہشام دیکھی جا سکتی ہیں۔ (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۳۰۵، سیرت ابن هشام، قسم الثانی، ص ٦٥٦-٦٦١)

Marfat.com

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دولتِ دنیا

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر نعمت پیش کی، مگر آپؐ نے اپنے لیے آخرت میں مقامِ محمود طلب کیا۔ آپؐ نے اپنے وصال کے وقت کوئی مال و دولت اور درہم و دینار نہیں چھوڑا۔ جب آپ کا آخری وقت آیا تو اس سے قبل آپؐ نے تمام غلام اور کنیزیں آزاد کر دیے تھے۔ آپؐ نے اپنے پیچھے نہ کوئی بھیڑ بکری چھوڑی اور نہ اونٹ گھوڑا۔ آپؐ کی رحلت کے وقت امام بخاری کے مطابق صرف ایک سفید خچر آپؐ کے پاس تھا، جس پر آپؐ سواری کیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ میدان جہاد میں استعمال ہونے والی تلواریں اور نیزے آپؐ کے گھر میں تھے۔ آپؐ کے پاس جو زمین تھی وہ آپؐ نے اپنی رحلت سے پہلے مسافروں کے لیے صدقہ کر دی تھی۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۰۷۵)

دولت دنیا سے بے نیازی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کی طرف دیکھا اور فرمایا: **والذی نفسی بیده، ما یسرنی ان احدا لآل محمد ذهبا انفقه فی سبیل الله، اموت یوم اموت وعندی منه دیناران الا ان ارصدهما للدین۔** اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میرے لیے یہ چیز خوشی کا باعث ہوتی کہ آلِ محمدؐ کی ملکیت میں احد پہاڑ کے برابر سونا ہوتا اور میں اسے اپنی زندگی میں اللہ کی راہ

Marfat.com

میں خرچ کر دیتا یہاں تک کہ جب میرا آخری لمحہ آتا تو میرے پاس صرف سونے کے دو دینار ہوتے، جنھیں میں قرض چکانے کی خاطر اپنے پاس رکھتا۔ (مسند احمد، ح ۲۷۴۳، البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۰۷۵)

دنیا کے بادشاہ اور شاہِ دو جہاںؐ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ دوپہر کے وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپؐ کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ گرمی کی وجہ سے آپؐ نے تہبند زیب تن کیا ہوا تھا اور کرتہ اتار رکھا تھا۔ چٹائی کے پتوں کے نشانات آپؐ کے جسم مبارک پر صاف نظر آ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور انھوں نے گلوگیر لہجے میں کہا: یانبی اللّٰہ لو اتخذت فراشا اوثر من ھذا۔ یعنی اے اللہ کے نبیؐ! اے کاش آپؐ اس سے بہتر بستر استعمال کرتے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ قیصر و کسریٰ تو دنیا میں مزے اڑائیں اور اللہ کے نبیؐ ایسی پُر مشقت زندگی گزاریں تو آپؐ نے فرمایا: یا عمر! الاترضیٰ ان تکون لھم الدنیا ولنا الآخرۃ۔ یعنی اے عمرؓ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ قیصر و کسریٰ (اور دنیا کے دیگر پجاریوں) کے لیے اس دنیا کی مزے میسر ہوں اور ہمارے لیے آخرت کی دائمی نعمتیں مقدر ہوں۔ (مسند احمد، ح ۷۹)

دنیا مسافر خانہ ہے

امام احمد نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت بیان کی ہے جس کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر جواب دیا: مالی وللدنیا، ما انا فی الدنیا الا کراکب استظل تحت الشجرۃِ ثم راح وترکھا۔ یعنی مجھے اس دنیا سے کیا سروکار ہے۔ میری اور اس دنیا کی مثال تو ایسے ہے جیسے ایک سوار جو ایک گرم دن میں سفر پر نکلا اور اس نے دوپہر کا کچھ وقت کسی درخت کے سائے میں گزارا اور پھر اپنی منزل کی طرف چل پڑا اور درخت کو

Marfat.com

وہیں چھوڑ دیا۔ (مسند احمد، ح ۲۷۴۴۲، صحیح ابن حبان، ح ۶۴۸۷) مستدرک علی صحیحین میں بھی اس موضوع پر احادیث موجود ہیں۔

سونے سے بے رغبتی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے پوری وادی بطحا کو سونا بنا دینے کی پیش کش کی۔ میں نے کہا: اے میرے مولا! مجھے سونے چاندی کی ضرورت نہیں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ ایک دن تو مجھے پیٹ بھر کھانا دے اور میں اسے کھا کر تیرا شکر ادا کروں اور ایک دن میں خالی پیٹ رہوں اور اس کیفیت پر صبر کروں اور اسی حال میں تجھ سے جاملوں کہ میرے پاس دنیا کا کوئی مال و دولت نہ ہو۔ (جامع ترمذی، ح ۲۳۴۷،)

مساکین کا بلند مرتبہ

سیرت النبیؐ کا گہرا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے مواقع اور امکانیات تھیں کہ اگر آپؐ چاہتے تو بے پناہ دولت اور لاتعداد درہم و دینار جمع کر لیتے، مگر آپؐ نے دنیا کو اپنے دل میں نہیں بسایا بلکہ آخرت کی فکر سے سرشار رہے۔ آپ کو اس فقر پر مجبور نہیں کیا گیا تھا بلکہ آپؐ نے اسے خود اختیار کیا اور آپؐ کے طرزِ عمل سے کسی کو کبھی یہ احساس نہ ہوا کہ آپؐ دنیوی ساز و سامان کی قلت کی وجہ سے کسی احساسِ کمتری میں مبتلا ہیں۔ اسی طرح آپ کی دعاؤں میں سے ایک دعا ہے: اللهم احینی مسکینا وتوفنی مسکینا واحشرنی فی زمرة المساکین وان اشقی الاشقیاء من اجتمع علیه فقر الدنیا وعذاب الآخرة۔ یعنی اے اللہ! روزِ حشر مجھے مساکین کے زمرے اور جماعت کے ساتھ اٹھانا۔ سب سے زیادہ بدبخت وہ شخص ہے جو دنیا میں بھی فقیر ہو اور آخرت میں بھی عذاب کا مستحق ٹھہرے۔ (المستدرک، ح ۷۹۱۱)

Marfat.com

انبیائے کرام علیہم السلام کی میراث

میراث نہیں، نان ونفقہ!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا نورث، ماترکنا صدقة. یعنی ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی ہم (انبیائے کرام) جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر ہم نے حدیث کا مطالعہ کیا تو یہ بات سامنے آئی کہ بڑی تعداد میں اسی عنوان سے محدثین نے صحیح احادیث نقل کی ہیں جو متواتر ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں فرمایا گیا ہے کہ میرے وارث آپس میں دینار تقسیم نہ کریں گے۔ میری بیویوں کے اخراجات اور میری زمین کے عامل کے معاوضہ کے بعد جو کچھ بچے گا وہ صدقہ ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسّیر، باب قول النبی لانورث ماترکنا فھو صدقۃ، ح ۴۵۰۴)۔

صحیح بخاری میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات اس موضوع پر بکثرت روایت ہوئی ہیں۔ شارحینِ حدیث نے بھی اس حوالے سے بہت سی روایات کا تذکرہ کیا ہے۔ بالخصوص فتح الباری، امام نووی کی شرح صحیح مسلم میں ایک اچھا خاصا ذخیرۂ احادیث دیکھا جا سکتا ہے۔

خلیفۂ رسول ؐ کا فیصلہ

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو زمینیں خیبر اور فدک وغیرہ میں تھیں وہ ان کے انتظامات کرنے والوں کے معاوضہ جات اور آپ ؐ کے اہل وعیال کے نان نفقے کے بعد صدقہ شمار ہوتی تھیں۔ چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے بعض کے ذہن

Marfat.com

میں یہی تھا کہ انھیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے حصہ ملے گا اس لیے انھوں نے جب اس کا مطالبہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے متعلقہ احادیث پیش کیں۔ آپ نے کہا: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لانورث، ماتركنا صدقة، انما ياكل آل محمد من هذا المال۔ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم ترکے میں چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور آلِ محمدؐ اس مال میں سے اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۰۷۶، طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۳۱۴-۳۱۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعامل

سیدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلے میں کوئی ردوبدل نہیں کیا۔ اگر انھیں خلیفۂ اول اور ان کے دونوں جانشینوں کے فیصلوں پر کوئی اعتراض ہوتا تو یقیناً وہ اپنے دورِ خلافت میں ان فیصلوں کے خلاف عملاً یا کم از کم اشارۃً اپنا ردِعمل ظاہر کرتے۔ فدک اور خیبر کی زمینوں کے متعلق انھوں نے وہی پالیسی اختیار کیے رکھی جو آپ کے پیش رو خلفائے راشدین نے اپنائی تھی۔

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات

امہات المومنین

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا تذکرہ قرآن مجید اور احادیث میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ اُمہات المومنین کو ازواجِ نبی بھی کہا گیا ہے اور نساء النبی سے بھی خطاب کیا گیا ہے: یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ۔ (الاحزاب ۳۳:۵۹)۔ اے نبیؐ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلّو لٹکا لیا کریں۔

اسی سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؁ (الاحزاب ۳۳:۳۲)۔ نبیؐ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی میں مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے، بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔

اہل البیت

ازواج مطہرات کو اہل البیت بھی کہا گیا ہے: وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ؁ (الاحزاب ۳۳:۳۳)۔ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہلِ بیتِ نبیؐ سے گندگی کو دور کرے اور تمھیں

Marfat.com

پوری طرح پاک کردے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مومنین کی مائیں بھی قرآن ہی نے قرار دی ہیں: سورۃ الاحزاب ہی میں اللہ کا ارشاد ہے: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ ۔ (الاحزاب ۳۳:۶)۔ بلاشبہ نبیؐ تو اہلِ ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے، اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

امہات المومنین کا تذکرہ سیرت کی تمام کتابوں کے علاوہ احادیث کے مجموعوں میں بھی ملتا ہے۔ ہم اس باب میں مورخ حافظ ابن کثیرؒ کی معرکہ آرا کتاب البدایۃ والنہایۃ سے بالاختصار ان عظیم اور مقدس ہستیوں کا تذکرہ نذرِ قارئین کر رہے ہیں۔

ہماری عظیم مائیں!

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں گیارہ خواتین، ازواج مطہرات اور دو خواتین کنیزوں کی حیثیت سے (جن سے آپؐ نے تمتع کیا) آئیں۔ بیک وقت آپؐ کے حرم میں گیارہ ازواج رہیں۔ جب آپؐ دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت نو امہات المومنین زندہ تھیں، جن میں سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، سیدہ حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا، سیدہ ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا، سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، سیدہ ہند (ام سلمہ) بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا، سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا، سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا اور سیدہ صفیہ بنت حُیَی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے اسمائے گرامی تاریخ میں مذکور ہیں۔ اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو کنیزیں حضرت ماریہ قبطیہؓ (والدہ حضرت ابراہیم بن محمدؐ) اور ریحانہؓ بنت زید یا ریحانہؓ بنت شمعون بھی آپؐ کے وصال کے وقت زندہ تھیں۔ جو امہات المومنین آپؐ کے گھر میں بیک وقت اکٹھی رہیں ان کی تعداد گیارہ ہے۔ ان میں نو کا تذکرہ تو اوپر آ گیا، باقی دو جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پہلے وفات پا چکی تھیں وہ ہیں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

حضرت خدیجہؓ سے اولادِ نبیؐ

سب سے پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس سے قبل دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ نکاح کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔ یہ روایت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حضرت حکیم بن حزام بن خویلد رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پوری زندگی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دو بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں۔ یعنی حضرت قاسم، جن کی نسبت سے آپؐ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ انھیں طیب بھی کہا جاتا ہے۔ دوسرے عبداللہ ہیں جنھیں طاہر کہا جاتا ہے۔ دونوں بیٹے بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔

بنات النبیؐ

بیٹیوں میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا شامل ہیں۔ آپؐ کی تمام بیٹیاں جوانی کی عمر کو پہنچیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے لقیط بن ربیع المعروف ابوالعاص سے ہوا، جو جنگ بدر کے بعد مسلمان ہوئے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا جنگ بدر کے دوران بیمار ہو کر فوت ہو گئیں تو آپؐ نے اپنی تیسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیا۔ یوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین کہلاتے ہیں جو ان کا بہت بڑا اعزاز ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اور آپؐ کو سب سے زیادہ پیاری بھی تھیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تینوں بیٹیاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپؐ کی زندگی ہی میں اللہ کو

Marfat.com

پیاری ہو گئیں۔ آپؐ کے وصال کے وقت آپؐ کی اولاد میں صرف سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا زندہ تھیں۔ بستر مرگ پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتا دی تھی کہ وہ آپؐ کی تمام اہلِ بیت میں سے سب سے پہلے آپؐ سے خلد میں جا ملیں گی (اس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے)۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رحلت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے صرف چھ ماہ بعد ہوئی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یادگار خدمات

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسلام کی خاطر بہت عظیم خدمات سرانجام دیں۔ اس کا اعتراف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر کرتے رہے۔ واقعتاً سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک مثالی بیوی تھیں۔ ان کی وفات کے سال کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ اسی سال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب ابوطالب کا انتقال ہوا تھا۔ یہ نبوت کا دسواں سال تھا۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رحلت کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری شادی حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کی۔ یہ شادی ہجرت مدینہ سے قبل ہوئی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا اعزاز بھی حاصل کر چکی تھیں۔ حضرت سکران رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کے مشورے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

آپ کی تیسری بیوی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ امہات المومنین میں سے واحد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں جو کنواری تھیں۔ باقی تمام کی تمام امہات المومنین آپؐ کے نکاح میں آنے سے قبل بیوہ یا مطلقہ ہو چکی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی محبت

Marfat.com

تھی۔ اس کی ایک وجہ تو خود سیدہ محترمہ کی اپنی ذہانت اور اعلیٰ صفات تھیں، دوسرے وہ آپؐ کے عزیز ترین دوست سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لختِ جگر تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث کی روایت میں بھی بہت اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ میں سے ایک بڑی تعداد نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔ وہ بہت بڑی محدثہ ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ کی بھی بڑی عالمہ تھیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طبعی محبت کے باوجود مساوات اور حسن سلوک کے لحاظ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر ازواج میں کبھی ذرّہ برابر تفاوت نہیں کیا تھا۔ آپؐ کا سلوک سب کے ساتھ ایک جیسا تھا۔

دیگر ازواجِ مطہرات

آپؐ کی چوتھی شادی حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور پانچویں شادی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ آپؐ کی چھٹی بیوی حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا ہیں اور ساتویں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے۔ آٹھویں بیوی آپؐ کی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں اور نویں بیوی ہونے کا اعزاز حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا۔ امہات المومنین میں بنی اسرائیل میں سے ایک ہی خوش بخت خاتون کا نام ملتا ہے اور یہ تھیں حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دسویں بیوی تھی۔ گیارھویں زوجہ مطہرہ حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ہیں۔ (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۰۸۰-۱۰۸۵)۔

ہم نے یہاں اختصار کے ساتھ ازواج مطہرات کا تذکرہ کردیا ہے۔ ان کے تفصیلی حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے ہماری کتاب روشن قندیلیں ملاحظہ فرمائیے۔

Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام

غلامیِ رسولؐ ہر امتی کا اعزاز!

اس باب کا آغاز کرتے ہوئے یہ احساس دل میں جاگزیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت جو آپؐ کے دور سے لے کر قیامت کے دن تک آپؐ پر ایمان لانے کا اعزاز حاصل کرے گی، اس کے افراد، بڑے اور چھوٹے، سب کے سب آپؐ کے غلام ہیں۔ تاہم معروف معنوں میں آقا و غلام کا جو تصور تاریخ میں ہمیشہ موجود رہا ہے اور جس کی فقہی حیثیت بھی مسلّم ہے، اس کے مطابق آپؐ کے غلاموں کی تعداد مختلف حوالوں سے مختلف سامنے آتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان غلاموں کا تذکرہ تاریخ اور حدیث میں ملتا ہے۔ ان کی تعداد کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو غلام اور لونڈیاں آتے تھے آپؐ اکثر ان کو آزاد کر دیتے تھے۔ ہم نے سیرت کی کتابوں میں اس باب میں جو مطالعہ کیا ہے اس کے مطابق ہمیں ۳۸ ایسے نام ملے ہیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بھی تھے اور درجۂ صحابیت پر بھی اللہ نے ان کو فائز کیا تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۹۳-۱۰۹۲)

۱۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور اور محبوب ترین غلام تھے۔ دورِ جاہلیت میں بنی قیس بن جسر کے سواروں نے ان کے خاندان پر ڈاکہ مارا اور ان کو قید کر لیا۔ پھر عکاظ کے بازار میں ان کو فروخت کر دیا۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنی پھوپھی حضرت

Marfat.com

خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لیے خرید لیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مکہ میں نبوت سے پہلے ہی یہ عظیم لڑکا اپنے میاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ آپ نے زید رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا اور اپنا متبنّیٰ (منہ بولا بیٹا) بنا لیا۔ ۸ھ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ غزوۂ موتہ میں اسلامی فوج کی قیادت کرتے ہوئے سرزمین شام میں شہید ہوئے۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۰۹۱-۱۰۹۲) اس کتاب کی جلد سوم میں حضرت زید بن حارثہ کی شہادت کا پورا تذکرہ غزوۂ موتہ کے باب میں صفحہ ۳۸۳ اور ۳۸۴ پر مذکور ہے۔

۲۔ حضرت اسلم رضی اللہ عنہ

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ کے کئی نام مورخین اور محدثین نے بیان کیے ہیں۔ ان کو بعض نے ابراہیم لکھا ہے، جبکہ بعض ان کو ثابت اور بعض ہرمز ابورافع قبطی کہتے ہیں۔ آپ جنگ بدر سے قبل مسلمان ہوئے، لیکن اس وقت تک وہ مکہ ہی میں تھے۔ غزوۂ بدر کے بعد آپ نے ہجرت کی۔ بدر میں شریک نہ ہو سکنے کی حسرت دل میں ہمیشہ رہی، اس لیے غزوۂ احد اور بعد کے معرکوں میں بڑے شوق اور جوش وجذبے کے ساتھ شریک رہے۔ آپؓ پہلے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ حضرت عباسؓ اگرچہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس دور میں انھوں نے آپ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے وقف کر دیا اور ساتھ ہی آزاد کر دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈی سلمٰی سے ان کا نکاح کر دیا تھا، جس سے آپ کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپؓ کے قیمتی سامان کے محافظ ونگران ہوا کرتے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۰۹۲)

۳۔ انسہ بن بادہ ابومسرح رضی اللہ عنہ

حضرت انسہ حبشی النسل تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں شامل ہوئے۔ بدری صحابہؓ میں مہاجرین کی فہرست میں ان کا چوتھا نمبر شمار ہوتا ہے۔ ان سے پہلے حضرت

Marfat.com

حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں تشریف فرما ہوتے تو لوگوں کو آپؐ کے پاس آنے کی اجازت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت ابومسرح رضی اللہ عنہ ہی دیا کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق غزوۂ بدر میں شہید ہوگئے تھے۔ واقدی کے مطابق یہ غزوہ بدر کے بعد غزوۂ احد میں بھی شریک ہوئے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئے۔ ہماری تحقیق کے مطابق دوسری رائے درست ہے۔ بدر کے شہدا میں حضرت انسہ رضی اللہ عنہ کا نام شامل نہیں ہے۔ (البدایۃ و النہایۃ محولہ بالا،ص ۱۰۹۲)

۴۔ حضرت ایمن بن عبید بن زید الحبشی رضی اللہ عنہ

مورخ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے لوٹے کے منتظم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسواک کا اہتمام بھی کیا کرتے تھے۔ بہادر اور جری انسان تھے۔ ہر معرکے میں کارنامے سرانجام دیے، حنین کے روز ثابت قدم رہنے والے لوگوں میں شامل تھے۔ (البدایۃ و النہایۃ محولہ بالا،ص ۱۰۹۲)

۵۔ باذام رضی اللہ عنہ

امام ابن کثیرؒ نے ان کے پانچ نام لکھے ہیں۔ وہ باذام، طہمان، مہران، ذکوان اور کیسان کو ایک ہی غلام بتاتے ہیں۔ ان کے متعلق تفصیلی حالات وواقعات طہمان اور کیسان کے نام کے تحت ہی ملتی ہیں۔ طہمان ایک دوسرے صحابی اور غلام رسول حضرت ذکوان کا نام بھی بتایا جاتا ہے اور تیسرے صحابی بھی اسی نام سے موسوم ہیں جن کا ذکر آگے ۱۷ نمبر پر آرہا ہے۔

۶۔ ثوبان بن بجدد رضی اللہ عنہ

ان کو ابن جحدر ابوعبداللہ، ابوعبدالکریم اور ابوعبدالرحمٰن بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا اصل مسکن السراۃ تھا۔ یہ مقام مکہ اور یمن کے درمیان واقع ہے۔ حکم بن سعد العشیرہ جو مذحج قبیلے کی ایک شاخ سے ہے انھوں نے ان کو غلام بنالیا تھا۔ انھی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خریدا اور

Marfat.com

آزاد کر دیا تھا۔ آزاد کرنے کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دے دیا تھا کہ آپ چاہیں تو اپنے قبیلے میں واپس چلے جائیں۔ لیکن حضرت ثوبان نے آپؐ کی رفاقت قبول کر لی۔ بڑے مجاہد تھے۔ جہاد بالخصوص غزوۂ ہند کے بارے میں ان کی روایت بہت مشہور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی کمان میں فتح مصر میں شامل ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ (البدایة و النهایة بحوله بالا،ص ۱۰۹۳)

۷۔ حضرت حنین رضی اللہ عنہ

یہ صحابی مشہور تابعی ابراہیم بن عبداللہ بن حنین کے دادا ہیں۔ یہ بھی بعض دیگر صحابہ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کراتے تھے۔ ان کی خاص بات یہ ہے کہ آپؐ کے وضو کا بچا ہوا پانی یہ ایک مٹکے میں جمع کر لیتے تھے، جس پر صحابہؓ نے آپؐ سے شکایت کی کہ حنینؓ آپ کے وضو کا پانی جمع کر لیتا ہے۔ آپؐ نے حنینؓ سے پوچھا کہ تم اس پانی کو کیا کرو گے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ! میں اسے اپنے پاس جمع رکھوں گا اور پیوں گا۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے کوئی عقل مند دیکھا ہے؟ حنینؓ کس قدر عقل مند ہے۔ پھر آپؐ نے حنینؓ کو اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو آزاد کر دیا۔ (البدایة و النهایة بحوله بالا،ص ۱۰۹۳)

۸۔ حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے، بعض لوگ ان کو طہمان اور بعض ان کو مہران بھی کہتے ہیں۔ اصل نام ذکوان ہی تھا اور یہی مشہور بھی ہے۔

۹۔ حضرت رافع یا ابو رافع رضی اللہ عنہ

ان کو ابوالبہی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ سعید بن العاص الاکبر کے غلام تھے۔ سعید کی وفات کے بعد یہ غلام ان کے بیٹے اور مشہور صحابی حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئے۔ غزوۂ بدر کے بعد خالد رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ غلام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبول فرما کر آزاد کر دیا۔ اس آزادی کے باوجود یہ بعد میں بھی کہتے رہتے تھے کہ میں رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے بھی ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ (البدایة والنهایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۳)

۱۰۔ حضرت رباح الاسود رضی اللہ عنہ

یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاجب کے طور پر خدمات سرانجام دیتے تھے۔ جب کوئی عام بدو یا معروف صحابی بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے آپ کے گھر آتے تو آپؐ کے ارشاد کے مطابق ان کو خدمت اقدس میں بار پانے کی اجازت دیا کرتے تھے۔ یہی وہ شخص تھے جنھوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے کہنے پر ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپؐ نے اپنی بیویوں سے ایلاء کیا ہوا تھا اور ان سے الگ ہو کر بالا خانے کے ایک کمرے میں اکیلے رہتے تھے۔ (البدایة والنهایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۳)۔

اس کمرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کی خدمت میں اپنی رائے اور تجاویز پیش کی تھیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: بیویوں کے معاملے میں آپؐ کیوں پریشان ہوتے ہیں؟ اگر آپؐ ان کو طلاق دے دیں تو اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ سارے ملائکہ جبریل علیہ السلام ومیکائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ ہیں اور میں اور ابوبکرؓ اور سب اہل ایمان آپ کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اللہ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ کم ہی ایسا ہوا کہ میں نے کوئی بات کہی ہو اور اللہ سے یہ امید نہ رکھی ہو وہ میرے قول کی تصدیق فرمادے گا۔ چنانچہ اس کے بعد سورۂ التحریم کی آیات نازل ہوگئیں۔ پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپؐ نے بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ اس پر میں نے مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑے ہو کر بآواز بلند اعلان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے۔ (بحوالہ: تفہیم القرآن، ج ۶، سورۂ التحریم، حاشیہ ۱۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا قول پڑھیے اور تصور کیجیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؓ کا عقیدت ومحبت اور اطاعت ووفاداریوں کا تعلق کس قدر مضبوط تھا۔ آپؓ کی بیٹی سیدہ

Marfat.com

حفصہ رضی اللہ عنہا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں شامل تھیں۔ آپؐ کو اپنے بھائی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان ووفا کا بھی کس قدر یقین تھا کہ ان کی بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین میں سے تھیں، مگر فرمایا: میں اور ابوبکرؓ اور سب اہلِ ایمان آپؐ کے ساتھ ہیں۔

۱۱۔ حضرت رویفع رضی اللہ عنہ

مصعب بن عبداللہ زبیری اور ابوبکر بن ابی خیثمہ نے انھیں غلاموں میں شمار کیا ہے۔ یہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت رویفع کا بیٹا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ خلافت میں ان کے پاس گیا تو آپؒ نے اس کی بہت قدر افزائی فرمائی کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کا بیٹا ہے۔ پھر آپ نے بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ (البدایۃ و النھایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۰۹۳)

۱۲۔ حضرت زید ابو یسار رضی اللہ عنہ

امام ابن کثیر نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ مشہور مورخ ابوالقاسم بغوی اپنی کتاب معجم الصحابہؓ میں بیان کرتے ہیں، کہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کی اجازت سے انھوں نے مدینہ میں سکونت اختیار کر لی۔ انھیں آپؐ کا غلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ (البدایۃ و النھایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۰۹۴)۔ اس حدیث میں استغفار کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ حدیث کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سچے دل سے یہ الفاظ کہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اگرچہ وہ میدان جنگ سے بھاگا ہو۔ (ابوداؤد، ترمذی)۔

۱۳۔ حضرت سفینہ ابو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ

ان کو ابوالبختری بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا نام مہران تھا۔ کچھ مورخین نے عبس، بعض نے احمر اور بعض نے رومان بھی بتایا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے اور انھوں نے ان کو آزاد کر دیا

Marfat.com

تھا اور ساتھ یہ شرط بھی لگا دی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ان کی خدمت کیا کریں گے۔ انھوں نے یہ شرط نہایت خوش دلی کے ساتھ قبول کر لی تھی اور ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ اگر آپ مجھ پر یہ شرط نہ بھی لگاتیں تب بھی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی جدا نہ ہوتا۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۰۹۴)

۱۴۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

ابوعبداللہ سلّام یہودی کے غلام تھے، اصل میں ایرانی تھے۔ گردش احوال سے مدینہ کے اس یہودی کے غلام بن گئے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو سلمانؓ مسلمان ہو گئے۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہودی آقا سے مکاتبت کر لی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ان کے ساتھ تعاون کی ترغیب دی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے مکاتبت کے مطابق فوراً کھجور کے درخت لگائے اور ساتھ ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رقم کی ادائیگی کا اہتمام کر دیا جو مکاتبت میں طے ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی طرف منسوب کر لیا اور فرمایا کہ سلمانؓ میرے اہل بیت میں سے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ان کا نسب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: سلمان بن اسلام بن اسلام۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا: سلمان منّا اھل البیت۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ہی نے جنگ احزاب کے موقع پر مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس کے علاوہ انھی کا یہ مشورہ تھا کہ تہبند کی جگہ پاجامے کا استعمال کیا جائے۔ دونوں تجاویز کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تھا۔ آپ کی وفات حضرت عثمان کے دور میں ۳۵ھ کے آخر یا ۳۶ھ کے اوائل میں ہوئی۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۰۹۴-۱۰۹۵)

۱۵۔ حضرت شقران حبشی رضی اللہ عنہ

اصل نام صالح بن عدی تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے والد مرحوم کے ورثے میں پایا، جبکہ ایک دوسری روایت بھی تاریخ میں ملتی ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ مصعب زبیری اور

Marfat.com

محمد بن سعد کے بیان کے مطابق یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام تھے جنھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا۔ اکثر مورخین کے مطابق یہ بدر کے معرکے میں بھی شریک ہوئے ہیں۔(البدایة و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۵)

۱۶۔ حضرت ضمیرہ بن ابی ضمیرہ حمیری رضی اللہ عنہ

یہ یمن کے آزاد شہری تھے۔ دورِ جاہلیت میں ایک جاہلی حادثے میں قید ہو گئے تھے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خرید کر آزاد کیا تھا۔ انھی کی روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ میری والدہ کے پاس سے گزر رہے تھے۔ میری والدہ رو رہی تھیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ تو کیوں رو رہی ہے؟ کیا تو بھوک اور ننگ سے عاجز ہے؟ اس نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے اور میرے بیٹے کے درمیان جدائی ڈال دی گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بچے اور اس کی والدہ کے درمیان تفریق نہ کی جائے۔ پھر آپؐ نے اس آدمی کے پاس پیغام بھیجا جس کا میں غلام تھا۔ اس کو بلا کر ایک اونٹ کے بدلے میں مجھے خرید کر آزاد کر دیا۔(البدایة و النہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۵)

۱۷۔ حضرت طہمان رضی اللہ عنہ

یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ ان کا نام ذکوان بھی بیان کیا گیا ہے اور بعض مورخین نے مہران بھی لکھا ہے۔ یہ تینوں نام ایک ہی شخصیت کے ہیں۔ ان کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ چونکہ میرے اہلِ بیت کے لیے صدقہ اور زکوٰۃ حلال نہیں اس لیے اے طہمان! میرے غلاموں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ لہٰذا تم صدقے کا مال نہ کھایا کرو۔ (اُسد الغابة فی معرفة الصحابة، اردو ترجمہ، ج ۲، مطبع مکتبہ خلیل، لاہور، ص ۱۱۷، ۱۱۸) امام ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس روایت کو آپؐ سے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ جس طرح بنی ہاشم پر صدقہ وزکوٰۃ حرام ہے، اسی طرح ان کے غلاموں اور کنیزوں پر بھی یہ حرام ہے۔ کوئی عام آدمی ہوتا تو اسے حرمان تصور کرتا، مگر یہ صحابہؓ اسے اپنے لیے بہت بڑا اعزاز شمار کرتے تھے کہ گویا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اہلِ بیت وخاندان سے ان کی ایک مضبوط ومعتبر نسبت ہے۔

Marfat.com

۱۸۔ حضرت عبید رضی اللہ عنہ

حضرت عبید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ سلیمان تیمی نے ان سے غیبت کے از حد قبیح اور کبیرہ گناہ ہونے کے ضمن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں: دو روزہ دار خواتین لوگوں کی غیبت کر رہی تھیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگوا کر اس میں ان دونوں کو قے کرنے کا حکم دیا تو انھوں نے قے کی جس میں پیپ، خون اور تازہ گوشت نکلا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں نے روٹی سے روزہ رکھا تھا اور حرام چیز سے افطار کیا۔ (أسد الغابة فی معرفة الصحابة، اردو ترجمہ، ج ۲، مطبع مکتبہ خلیل، لاہور، ص ۴۴۲)

۱۹۔ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ

مورخ واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم کو خط لکھا کہ آپ میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم، مردوں، عورتوں اور غلاموں کو تلاش کریں تو انھوں نے آپ کی طرف لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یمانی غلام فضالہؓ تھا، جو شام میں فروکش ہو گیا۔ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابومویہبہ کی اولاد میں سے تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اس کا پتا چلا تو آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ ابن عساکر بھی اس روایت کی تائید کرتے ہیں۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۰۹۶)

۲۰۔ حضرت قفیز رضی اللہ عنہ

ابن کثیر نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کو قفیز کہا جاتا تھا۔ (البداية والنهاية، محولہ بالا، ص ۱۰۹۶)

۲۱۔ حضرت کرکرہ رضی اللہ عنہ

مغازی کی روایات میں ہے کہ بعض غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

Marfat.com

شخص کو کچھ خصوصی ذمہ داریاں سونپیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اور مالِ غنیمت سے متعلق سامان کی نگرانی کرتا تھا۔ امام احمدؒ کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان پر ایک شخص نگران تھا جسے کرکرہ کہا جاتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے۔ صحابہ نے دیکھا کہ اس پر ایک چغہ یا چادر تھی، جسے اس نے مالِ غنیمت سے حاصل کیا تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص۱۰۹۶)

اس حدیث کی تشریح میں شارحین نے لکھا ہے کہ چونکہ یہ صاحبِ ایمان تھے، اس لیے اس چوری پر انھیں سزا تو دی گئی، مگر اہلِ ایمان کے لیے دائمی جہنم نہیں۔ ان کو گناہ کی سزا مل جانے پر وہ پاک ہو جاتے ہیں اور پھر اللہ کے اذن سے جنت کے مستحق بن جاتے ہیں۔ اس موضوع پر اہلِ علم نے بہت کچھ لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

۲۲۔ حضرت کیسان رضی اللہ عنہ

امام بغوی عطاء بن السائب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عطاء بن السائب، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام جسے کیسان کہتے ہیں، نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اہلِ بیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ پس تو بھی ہمارا غلام ہے اور ہم میں سے ہے۔ اس لیے صدقہ نہ کھایا کر۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص۱۰۹۶)

یہاں ہمارے نزدیک مورخین سے خلط مبحث ہوا ہے۔ یہ واقعہ حضرت طہمان (۱۷ نمبر) کے تذکرے میں بھی گزر چکا ہے۔ یہ وہی غلام ہیں جن کا نام طہمان بیان ہوا ہے۔ طہمان اور کیسان ایک شخص کے دو نام ہیں۔

۲۳۔ مابورا القبطی الخصی

مابور قبطی کو حاکمِ اسکندریہ مقوقس نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا، حضرت شیرینؓ، اور ایک قیمتی سفید خچر کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیتاً پیش کیا تھا۔ اس مصری (قبطی) غلام کے مسلمان ہونے کی کوئی روایت نظر سے نہیں گزری۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص۱۰۹۶)

Marfat.com

۲۴۔ مدعم

یہ سیاہ فام غلام تھا۔ حسمی جو وادی القریٰ سے شام کو جانے والے راستے پر ایک بستی کا نام تھا، اس شخص کا تعلق اسی علاقے سے تھا اور یہ رفاعہ بن زیدہ الجذامی نے آپؐ کو ہدیتاً پیش کیا تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں قتل ہو گیا تھا۔ غزوۂ خیبر سے واپسی پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی القریٰ میں پہنچے تو مدعم آپ کی اونٹنی سے پالان اتار رہا تھا کہ اچانک نامعلوم تیر لگا، جس سے وہ مر گیا۔ اس پر صحابہؓ نے کہا کہ شہادت مبارک ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ہرگز شہادت مبارک نہ ہو۔ کیونکہ اس نے خیبر کے دن مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے ایک چادر چرا لی تھی، وہ اس پر آگ بھڑکاتی رہے گی۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص۹۷-۱۰۹۶)۔ اس واقعہ کے حوالے سے بھی ہماری رائے وہی ہے جو اوپر ۲۱ویں غلام کرکرہ کے متعلق لکھی گئی ہے۔

۲۵۔ حضرت مہران رضی اللہ عنہ

ان کو طہمان بھی کہا جاتا ہے انھی سے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما نے بنی ہاشم اور ان کے غلاموں پر صدقہ حرام ہونے کی روایت کی ہے۔

۲۶۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ

یہ حضرت نافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے معروف ہیں۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: بوڑھا زانی، متکبر مسکین اور اپنے کام کا اللہ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص۱۰۹۷، اطراف الغرائب والافراد، محمد بن طاہر المقدسی ۴/۳۳۳، تفسیر مفاتیح الغیب للرازی، ۳/۵۵)۔

۲۷۔ حضرت نفیع رضی اللہ عنہ

ان کو مسروح اور نافع بن مسروح بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام سمیہ تھا جو زیاد کی ماں

Marfat.com

تھی۔ یہ اور غلاموں کے ساتھ اسلامی لشکر کی حمایت میں طائف کی فصیلوں سے اترے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کردیا۔ یہ چرخی میں نیچے آئے تھے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام ابوبکرہ (چرخی والا) رکھ دیا تھا۔ بہت مخلص مسلمان اور نہایت صالح آدمی تھے، معرکہ جمل وصفین میں شامل نہیں ہوئے تھے، مبادا ان کے ہاتھوں سے کوئی مسلمان قتل ہوجائے۔ ان کی وفات ۵۱ یا ۵۲ھ میں ہوئی۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۰۹۷)

۲۸۔ حضرت واقد یا ابوواقد رضی اللہ عنہ

حافظ ابونعیم اصبہانی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت واقد مولیٰ سے بیان ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من اطاع اللہ فقد ذکر اللہ وان قلّت صلاتہ وصیامہ وتلاوتہ القرآن، ومن عصی اللہ فلم یذکرہ وان کثرت صلاتہ وصیامہ وتلاوتہ القرآن۔ یعنی جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے ذکرالٰہی کیا، خواہ اس کے نماز، روزے اور تلاوت قرآن کم ہی ہو اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا، خواہ اس کی نمازیں، روزے اور تلاوت قرآن زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۷)

۲۹۔ حضرت ہرمز ابوکیسان رضی اللہ عنہ

ان کو ہرمز یا طہمان بھی کہا جاتا ہے۔ ابن کثیر کے مطابق یہ وہی ہیں جنھوں نے صدقہ نہ کھانے والی حدیث روایت کی ہے۔ ان کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ غزوۂ بدر میں بیس غلام شامل ہوئے ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہرمز بھی تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آزاد کردیا اور فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آزاد کیا ہے اور قوم کا غلام انھی میں سے ہوتا ہے اور ہم اہل بیت صدقہ نہیں کھاتے، پس تم بھی صدقہ نہ کھانا۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۰۹۷، اُسدالغابة فی معرفة الصحابة، اردو ترجمہ، ج ۳، مطبع مکتبہ خلیل، لاہور، ص ۳۰۶)۔
اگرچہ ان دونوں مستند مورخین نے حضرت ہرمز رضی اللہ عنہ کو بدری صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار کیا ہے، مگر ہماری تحقیق کے مطابق ان کا نام بدری صحابہؓ کی فہرست میں نہیں ملتا۔

Marfat.com

۳۰۔ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ

حضرت ہشام رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان سے ابوزبیر نے روایت کی ہے کہ ایک شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: میری بیوی کسی چھونے والے کے ہاتھ کو روکتی نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو۔ وہ کہنے لگا کہ میں اسے پسند کرتا ہوں اور وہ بھی مجھ سے بے حد محبت کرتی ہے۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ اسے اپنے پاس رکھو۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۰۹۸)

۳۱۔ حضرت ابوالحمراء رضی اللہ عنہ

یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور خادم تھے۔ انھی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کا نام بلال بن الحارث تھا، بعض کہتے ہیں کہ ابن مظفر اور بعض کے نزدیک بلال بن الحارث بن ظفر السلمی تھا۔ یہ جاہلیت میں قیدی بن گئے تھے۔ انھوں نے بیان کیا ہے کہ میں نے مدینہ میں جو سات مہینے گزارے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک دن میں ہی گزر گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (فجر سے پہلے) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر جایا کرتے تھے اور الصلاۃ الصلاۃ پکارتے تھے۔ پھر یہ آیت پڑھتے تھے۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہلِ بیتِ نبیؐ سے گندگی کو دور کرے اور تمھیں پوری طرح پاک کردے۔ (الاحزاب ۳۳:۳۳)

انھوں نے ہی بیان کیا ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں سے گزرے اور ایک شخص جو کھانے پینے کی چیزیں فروخت کر رہا تھا اس کے سامان میں ہاتھ ڈالا، پھر فرمایا تم نے ملاوٹ کی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رواہ المسلم، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)۔ جو ملاوٹ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔ (البدایة والنہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۰۹۸)

Marfat.com

۳۲۔ حضرت یسار رضی اللہ عنہ

کہتے ہیں کہ عرنیوں نے انھیں قتل کیا تھا اور ان کا مثلہ کیا تھا۔ واقدی کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قرقرہ الکدر کے روز بنی غطفان اور سلیم کے اونٹوں کے ساتھ گرفتار کیا تھا اور لوگوں نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیا تو آپؐ نے اسے قبول کرلیا۔ کیونکہ آپؐ نے اس کو بہت اچھی طرح نماز پڑھتے دیکھا تھا، پس آپؐ نے اسے آزاد کردیا۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۰۹۸)

۳۳۔ حضرت ابوسلمٰی رضی اللہ عنہ

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے تھے۔ انھیں ابوسلام بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا نام حریث تھا۔ محدثین نے ان سے کئی احادیث بھی نقل کی ہیں۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۰۹۸)

۳۴۔ حضرت ابوضمیرہ رضی اللہ عنہ

ضمیرہ کے والد ہیں، جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ ان کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریر بھی دی تھی، جس میں یہ تحریر تھا: بلاشبہ یہ عرب کے لوگ ہیں اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بطور غنیمت دیا ہے۔ آج سے یہ لوگ اہلِ بیت میں سے ہیں کیوں کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرلیا ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۰۹۸)

۳۵۔ حضرت ابوعبید رضی اللہ عنہ

امام احمد اور امام ترمذی نے شمائل میں ان سے ایک حدیث روایت کی ہے: کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک ہنڈیا پکائی جس میں گوشت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس کا دست دو۔ میں نے آپ کو دیا تو آپؐ نے فرمایا: مجھے اس کا دست دو۔ میں نے پھر آپ کو دیا تو آپؐ نے فرمایا: مجھے اس کا دست دو۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے کتنے دست ہوتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں

Marfat.com

میری جان ہے اگر تو خاموش رہتا تو میں جتنے دست طلب کرتا تو مجھے دیتا چلا جاتا۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۰۹۹)

۳۶۔ حضرت ابوعسیب رضی اللہ عنہ

ان کو ابو عسیب بھی کہتے ہیں، مگر درست نام ابوعشیب ہی ہے۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں بھی شریک تھے اور آپؐ کے دفن کے وقت بھی موجود تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۰۹۹)

۳۷۔ حضرت ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ

مشہور روایت کے مطابق قبیلہ مذحج کی شاخ انمار میں سے تھے۔ ان کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ سب سے مشہور قول یہ ہے کہ ان کا نام سلیم تھا، بعض عمرو بن سعد اور سعد بن عمرو بھی بیان کرتے ہیں۔ یہ سرزمین دوس کے رہنے والے تھے اور غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ (االبدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۰۹۹)

۳۸۔ حضرت ابوموہبہ رضی اللہ عنہ

قبیلہ مزینہ میں ان کی رہائش تھی، جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر آزاد کردیا تھا۔ آپ کا اصل نام معلوم نہیں ہوسکا، ابومصعب زبیری بیان کرتے ہیں حضرت ابوموہبہؓ غزوہ المریسیع میں شامل ہوئے اور آپ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو آگے سے کھینچ رہے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم انھی کو اپنے ساتھ لے کر زندگی کے آخری ایام میں ایک رات کو جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ (ایضاً ص ۱۱۰۰)

Marfat.com

آنحضور کے صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے دس سالہ قیام میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی بات پر آپ کو ملامت نہیں کیا، نہ کسی بات پر ٹوکا اور نہ ہی کسی کام کے نہ کرنے پر ڈانٹا۔ آپ کی والدہ حضرت ام سلیم نے انھیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد مدینہ آمد کے وقت ہی آپ کی خدمت میں پیش کیا اور ساتھ ہی کہا کہ ان کے لیے دعا فرمائیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی خدمت کے لیے قبول فرمالیا اور آپؓ کے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس کے مال و اولاد کو زیادہ اور اس کی عمر کو دراز کر۔ آپؓ خود بیان کرتے ہیں کہ اس دعا کا اثر و قبولیت میں دیکھ چکا ہوں۔ خدا کی قسم! میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور میرے بیٹے اور پوتے ایک سو سے بھی زیادہ ہیں۔ عمر بھی طویل پائی یعنی ۱۰۳ سال۔ (البدایة و النهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۱۰۵)

حضرت اسلع بن شریک بن عوف الاعرجی رضی اللہ عنہ

محمد بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسلع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپؐ کے ساتھ سوار ہوتا تھا۔ ایک شب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اسلع اٹھو اور کجاوہ کسو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ناپاکی کی حالت میں ہوں۔ اس وقت آیت صعید نازل ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ تیمم کرلو۔ پھر آپؐ نے تیمم کر کے مجھے تیمم کرنے کا طریقہ سکھایا۔ میں نے تیمم کیا اور نماز پڑھی۔ پھر جب پانی کے قریب

Marfat.com

پہنچے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وضو کرنے کا حکم دیا۔ اسی سے یہ مقولہ بنا ہے: آب آمد تیمم برخاست۔ (البدایۃ و النہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۱۰۵)

حضرت اسماء بن حارثہ بن سعید رضی اللہ عنہ

محمد بن سعد واقدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حارثہ کے دونوں بیٹے حضرت اسماء اور حضرت ہند آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے اور حضرت اسماء اصحاب صفہ میں سے تھے۔ اسما اور ہند دونوں نام مذکر و مونث کے لیے یکساں مستعمل تھے۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما اور حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا مشہور صحابیات ہیں۔ (البدایۃ و النہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۱۰۵-۱۱۰۶)

حضرت بلال بن رباح الحبشی رضی اللہ عنہ

آپ مکہ میں پیدا ہوئے اور امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت سا مال دے کر آپ کو خرید کر آزاد کیا تھا، کیونکہ امیہ آپؓ کو شدید عذاب دے کر شرک پر مجبور کرتا تھا۔ آپؓ شدید اذیت کے باوجود اُحد اُحد پکارتے رہتے تھے۔ آپ بدر اور اُحد کے معرکوں میں شریک رہے۔ آپ بلال بن حمامہ کے نام سے مشہور تھے۔ حمامہ آپ کی والدہ کا نام تھا۔ بڑے فصیح البیان تھے۔ مسجد نبویؐ میں اذان دیتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بہت اہم مواقع پر وفود اور اہم شخصیات کی ذمہ داری سونپی، جسے آپؓ نے ہمیشہ نہایت خوش اسلوبی اور سلیقہ مندی سے سرانجام دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد شام چلے گئے تھے۔ (البدایۃ و النہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۱۰۶)

حضرت بکیر بن الشداخ اللیثی رضی اللہ عنہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جب بالغ ہوگئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اب بالغ ہوگیا ہوں اور میں آپ کے اہل خانہ کے پاس جاتا رہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اللھم صدق قولہ، ولقہ الظفر۔ یعنی اے

Marfat.com

اللہ! اس کے قول کو سچا کر اور اسے کامیابی سے ہمکنار فرما۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک یہودی قتل ہو گیا تھا۔ قاتل نامعلوم تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خطبے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں اللہ کے نام پر اس شخص سے اپیل کرتا ہوں جس کو اس قتل کے بارے میں کچھ علم ہو، وہ مجھے بتائے۔ حضرت بکیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ امیر المومنین یہ قتل میں نے کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ نے اس خون کا اقرار کیا ہے تو بتاؤ کہ اس کو قتل کرنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے عرض کیا: یا امیر المومنین ایک مجاہد نے مجھے اپنے اہل وعیال کی ذمہ داری سونپی تھی۔ ایک دن میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ یہ یہودی اس کی بیوی کے پاس بیٹھ کر فحش اشعار پڑھ رہا تھا، میں نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اس بات کی تصدیق کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آپ کے حق میں دعا کی تھی اس کی برکت سے ان کی غیرت ایمانی پر ان کو معاف کر دیا۔ یوں فحش گوئی کرنے والے یہودی کا خون رائیگاں گیا۔ (البدایة والنھایة، محولہ بالا، ص ۱۱۰۶)

حضرت حبہ، سواء ابنائے خالد رضی اللہ عنہما

یہ دونوں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ امام احمد بیان کرتے ہیں کہ حبہ اور سواء دونوں نے بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپؐ کسی چیز کو درست کر رہے تھے جس نے آپؐ کو تکلیف دی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: جب تک تم دونوں کے سر ہلتے ہیں یعنی زندگی تمھارا ساتھ دیتی ہے، رزق میں کوئی کمی اور تاخیر نہیں ہو گی۔ بلاشبہ انسان کو اس کی ماں سرخ جنتی ہے اور اس پر چھلکا نہیں ہوتا، یعنی وہ بے بس، خالی دست اور عریانی کے ساتھ دنیا میں آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے رزق دیتا ہے۔ (البدایة والنھایة، محولہ بالا، ص ۱۱۰۶)

حضرت ذو مخمر رضی اللہ عنہ

آپ کو ذو مجر بھی کہا جاتا ہے۔ آپ شاہ حبشہ نجاشی کے بھتیجے تھے۔ نجاشی نے آپ کو اپنی نیابت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے بھیجا تھا۔ (البدایة والنھایة، محولہ بالا، ص ۱۱۰۶-۱۱۰۷)

Marfat.com

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ

امام احمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں تمام دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ رات کو جب آپ عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو میں آپ کے دروازے پر بیٹھ جاتا تھا کہ اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں پوری کردوں۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ربیعہ! مانگو کیا مانگتے ہو میں تمھیں اللہ کے حکم سے دوں گا۔ میں نے سوچا یہ دنیا تو ویسے بھی ختم ہونے والی ہے اور جو رزق مجھے ملنا ہے وہ مل جائے گا۔ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آخرت میں آپ کی رفاقت چاہیے۔ آپ نے فرمایا: کثرتِ سجود سے میری اور اپنے نفس کی مدد کرو۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۱۰۷-۱۱۰۸)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی خدمت کو بہت پسند فرماتے تھے۔ امام احمد کی روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: اِعْتِقْ سَعْدًا اَتَتْکَ الرِّجَالُ اَتَتْکَ الرِّجَالُ۔ یعنی سعد کو آزاد کردو تمھارے پاس بہت لوگ آئیں گے، تمھارے پاس بہت لوگ آئیں گے۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۱۰۸)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

انصار کے معزز گھرانے سے تعلق تھا۔ نہایت ہی اچھے شاعر تھے۔ ہر میدانِ جہاد میں ان کے کارنامے تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ ان کا تذکرہ سابقہ جلدوں میں گزر چکا ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۱۰۸)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

بہت مشہور صحابی ہیں بے شمار احادیث کے راوی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں

Marfat.com

اور پانی کے منتظم تھے۔ سفر و حضر میں آپ کی خدمت اور بالخصوص پانی کا اہتمام آپؓ کے ذمے ہوا کرتا تھا۔ جب آپ سواری پر سوار ہو کر سفر پر روانہ ہونا چاہتے تو آپؓ کی سواری پر کجاوہ باندھتے تھے۔ کلامِ الٰہی کی تلاوت اور تفسیر پر ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کی پنڈلیاں پتلی تھیں، جن پر بعض صحابہؓ نے مذاق بھی کیا۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میزان میں ان دونوں پنڈلیوں [کے اعمال صالحہ] کا وزن احد پہاڑ سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ علم کے سمندر ہیں۔ (البدایۃ والنہایۃ محولہ بالا، ص ۱۱۰۸)

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے۔ سفر میں آپ کی ناقہ کی نکیل پکڑ کر چلتے تھے۔ نسائی کی ایک روایت ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک سفر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر جا رہا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا اے عقبہ! تم سوار نہیں ہو گے؟ حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ میں ڈرا کہ کہیں گستاخی نہ ہو جائے۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اترے اور میں تھوڑی دیر سوار ہو گیا، پھر میں اتر آیا اور آپؐ سوار ہو گئے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: اے عقبہ! میں تمھیں دو بہترین سورتیں نہ پڑھاؤں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور پڑھایئے تو آپ نے مجھے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھائیں۔ پھر فرمایا: جب کبھی تم سوؤ اور جاگو تو یہ سورتیں پڑھا کرو۔ (البدایۃ والنہایۃ محولہ بالا، ص ۱۱۰۸)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں وہی مقام تھا جو حاکمِ وقت کے ہاں کسی داروغہ کا ہوتا ہے۔ حضرت قیس بڑے دراز قامت تھے۔ آپ کی داڑھی کے بال صرف ٹھوڑی پر تھے رخساروں

Marfat.com

پر نہیں تھے۔ آپ بڑے سخی اور دانش مند آدمی تھے۔ سردارِ خزرج حضرت سعد بن عبادہؓ کے بیٹے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعدؓ کے ایک سخت اور انتقامی نوعیت کے نعرے پر آپؐ نے ان سے جھنڈا لے لیا اور ان کے اسی بیٹے حضرت قیسؓ کو عطا فرمایا۔ (البدایة والنهایة،محولہ بالا، ص ۱۱۰۹)

حضرت مغیرہ بن شعبہ الثقفی رضی اللہ عنہ

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ شہر طائف کے سردار قبیلے بنو ثقیف کے چشم و چراغ تھے۔ فتح مکہ سے بہت پہلے مسلمان ہو کر مدینہ آ گئے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلا کرتے تھے۔ ایک ہتھیار بند اور سکیورٹی گارڈ کی حیثیت رکھتے تھے اور حدیبیہ کے روز خیمے میں آپؐ کے پاس تلوار لے کر کھڑے تھے۔ آپ کا چچا عروہ بن مسعود سفیر بن کر آیا۔ دورانِ گفتگو عربوں کے دستور کے مطابق وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کی طرف جھکتا اور ہاتھ بڑھاتا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ تلوار کے دستے سے اس کے ہاتھ کو ہٹاتے اور کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے اپنے ہاتھ دور رکھو۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ کو عربوں کے دانش مند ترین لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ (البدایة والنهایة،محولہ بالا، ص ۱۱۰۹)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ

امام احمد حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو ساتھی مدینہ آئے اور ہم لوگوں سے ملے تو کسی نے مہمان نوازی نہ کی۔ ہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر اس بات کا ذکر کیا تو آپؐ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ آپؐ کے پاس چار بکریاں تھیں، آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ ان کا دودھ دوہو اور اس کے چار حصے کرو اور ہر ایک کو ایک ایک حصہ دو۔ یعنی تین حصے ان مہمانوں کے لیے اور ایک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہلِ بیت کے لیے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ (البدایة والنهایة،محولہ بالا، ص ۱۱۰۹-۱۱۱۰)

Marfat.com

حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ (غلام ام سلمہ)

طبرانی کی روایت ہے کہ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کئی سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور آپؐ نے مجھے کسی کام کے کرنے کو نہیں کہا اور نہ کسی کام کے نہ کرنے پر کبھی ڈانٹا۔ میں نے آپؐ کی دس سال بعض روایات کے مطابق پانچ سال خدمت کی۔ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے اور بڑے مؤدب اور معزز انسان تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ محولہ بالا، ص ۱۱۱۰)

حضرت ابوسمح رضی اللہ عنہ

ابو داؤد اور نسائی کی روایت ہے کہ حضرت ابوسمح رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپؐ جب غسل کا ارادہ کرتے تو فرماتے میری چھاگل مجھے دو۔ میں پانی سے بھری ہوئی چھاگل آپ کو دے دیتا اور خود اوٹ میں ہو جاتا۔ ایک مرتبہ آپؐ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو لے کر آئے تو انھوں نے آپؐ کے سینے پر پیشاب کر دیا۔ میں اسے دھونے کے لیے آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ لڑکی کے پیشاب کرنے سے کپڑا دھویا جائے اور لڑکے کے پیشاب کرنے سے کپڑے پر پانی بہا دیا جائے۔ (البدایۃ والنہایۃ محولہ بالا، ص ۱۱۱۰)

Marfat.com

کاتبینِ وحی

حضرت عبداللہ بن عثمان، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خلیفۂ راشد ہیں، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر ہیں۔ افضل البشر بعدالانبیاء کے مقام پر فائز ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت سے مناقب وفضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اس امت کو بتائے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ارحم امتی بأمتی ابوبکر یعنی ابوبکرؓ میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ہیں۔ ہجرت مدینہ کے سفر کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غار سے نکل کر جب سفر شروع کیا تو سراقہؓ بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کیا۔ پھر اس کے بعد اس کے گھوڑے کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا وہ تاریخ میں مذکور ہے۔ اس پر سراقہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ اسے پروانہ امان لکھ دیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپؓ ہی نے وہ امان کی تحریر لکھ کر دی تھی۔ (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۱۱۷)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

دوسرے خلیفۂ راشد ہیں۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے بارے میں فرمایا کہ عمرؓ دین کے بارے میں سب سے زیادہ سخت ہیں۔ آپؓ کا یہ اعزاز ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیًّا لَکَانَ عُمَرَ.

Marfat.com

یعنی [میں خاتم النبیین ہوں] اگر میرے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتا۔ آپ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مختلف مواقع پر مکتوبات اور معاہدے تحریر فرماتے تھے۔ (البدایۃ و النہایۃ محولہ بالا، ص ۱۱۱۸)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد ہیں۔ یکے بعد دیگرے آنحضور صلی اللہ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان میری امت کے سب سے زیادہ حیادار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کا کتابت کرنا ایک مشہور بات ہے۔ واقدی نے اپنی سند کے ساتھ ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جب نہشل بن مالک الوائلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ہی حکم دیا تھا کہ اس کو ایک تحریر لکھ کر دیں۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ایک تحریر لکھی تھی جس میں اسلامی قوانین بیان ہوئے تھے۔ (البدایۃ و النہایۃ محولہ بالا، ص ۱۱۱۷-۱۱۱۸)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری صاحبزادی اور سیدہ خواتینِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علیؓ میری امت کے سب سے زیادہ صائب فیصلے کرنے والے ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے درمیان جو تاریخی معاہدہ طے ہوا تھا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپؓ ہی نے تحریر فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ بھی کئی مواقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے مختلف تحریریں لکھواتے تھے۔ (البدایۃ و النہایۃ محولہ بالا، ص ۱۱۱۸)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ آپؓ ان چھ اصحاب شوریٰ میں بھی شامل تھے، جن سے

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت راضی تھے۔ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے شوہر ہیں۔ ۱۶ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، تمام معرکوں میں شرکت کی۔ خندق کے روز آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپؐ نے اس موقع پر ان کے جواب میں فرمایا: ہر نبی کا حواری ہوتا ہے میرا حواری زبیرؓ ہے۔ آپ کے بے شمار فضائل ومناقب ہیں۔

جنگ جمل کے روز شہادت پائی۔ ان کے قاتل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اسے اپنا کارنامہ قرار دیا تو جواب میں انھوں نے فرمایا: صفیہؓ کے بیٹے کے قاتل کو جہنم کی بشارت ہو۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۳-۱۱۱۴)

حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ

حضرت ابانؓ بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف بن قصی، الاموی نے اپنے دونوں بھائیوں خالد بن سعید رضی اللہ عنہ اور عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ تاریخ میں ان کے تذکرے میں لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس وقت پناہ دی تھی جب حدیبیہ کے روز آپؐ نے ان کو اپنا سفیر بنا کر قریش مکہ کے پاس بھیجا تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپؓ نے غزوہ خیبر کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا۔ (البدایة والنہایة، محولہ بالا، ص ۱۱۱۰)

حضرت ابی بن کعب بن قیس رضی اللہ عنہ

آپ کو ابوطفیل بھی کہا جاتا ہے۔ آپ سید القراء تھے، بیعت عقبہ ثانیہ، غزوۂ بدر اور اس کے بعد کے تمام معرکوں میں شریک ہوئے۔ بخاری ومسلم کی روایت کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابویزید رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید جمع کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابیّ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں قرآن سناؤں۔ حضرت ابیؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر حکم دیا

Marfat.com

ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ (البدایة والنهایة محولہ بالا، ص ۱۱۱۱)

حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عبد مناف بن اسد بن جندب بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم المخزومی تھا۔ آپؓ نے ابتدا ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ ہی کے گھر میں جو صفا کے قریب تھا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سالہا سال تک اپنے صحابہ کو قرآن اور اسلام کی تعلیم دیتے رہے۔ اس کے بعد اس گھر کا نام خیزران مشہور ہوا۔ آپؓ نے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کی اور اس کے بعد کفر اور اسلام کے معرکوں میں شریک ہوئے۔ ہجرت کے بعد آپؓ اور حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے درمیان آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات قائم کی۔ ۵۳ھ میں آپؓ نے وفات پائی۔ (البدایة والنهایة محولہ بالا، ص ۱۱۱۱)

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

آپ کو ابو محمد المدنی خطیب بھی کہا جاتا ہے، نیز آپ کو خطیب النبیؐ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت بھی دی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور ۱۲ھ کو شہادت سے سرفراز ہوئے۔ (البدایة والنهایة محولہ بالا، ص ۱۱۱۱)

حضرت حنظلہ بن الربیع رضی اللہ عنہ

آپ کے بھائی حضرت رباح بن ربیع بھی صحابی تھے اور آپ کا چچا اکثم بن صفی عرب کے دانا لوگوں میں سے تھا۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ عراق کی جنگوں میں شریک ہوئے۔ آپ کا انتقال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد ہوا۔ (البدایة والنهایة محولہ بالا، ص ۱۱۱۲)

حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

آپ نے شروع ہی میں پانچ، چھ آدمیوں کے بعد ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس طرح آپؓ

Marfat.com

سابقون الاولون میں شمار ہوتے ہیں۔ اسلام لانے کا واقعہ یوں ہے کہ آپ نے خواب دیکھا کہ آپ جہنم کے کنارے کھڑے ہیں جس کی بہت زیادہ گہرائی ہے۔ آپ کا باپ آپ کو اس میں دھکیل رہا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بچا رہے ہیں۔ آپ نے یہ خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سنایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ لہٰذا تم ان پر ایمان لے آؤ، بھلائی پاؤ گے اور جس بات کا تمھیں خوف ہے اس سے تم نجات پا جاؤ گے۔ اس پر انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اسلام قبول کرلیا۔ جب ان کے والد کو اس بات کی خبر ہوئی تو انھوں نے ایک لاٹھی آپ کے سر پر مار مار کر توڑ دی اور آپ کو گھر سے نکال دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے اور پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ خیبر میں یہ دونوں صحابہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر ملے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایرانیوں کے خلاف جنگ اجنادین میں شرکت کی اور رتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ (البدایۃ والنہایۃ بحولہ بالا، ص ۱۱۱۲-۱۱۱۳)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

صائب الرائے، بڑے دلیر اور قابل تعریف خصائل کے حامل ہیں۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے جاہلیت اور اسلام میں کبھی شکست نہیں کھائی۔ حدیبیہ کے بعد مدینہ آ کر داخلِ اسلام ہوئے۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ اور بعد میں خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں جس فوج میں بھی آپ کو بھیجا، ہمیشہ سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو سپہ سالاری سے معزول کر دیا تھا اور آپ کی جگہ امین الامت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار اس شرط پر بنایا تھا کہ جنگی معاملات میں خالدؓ بن ولید کی رائے سے ہرگز تجاوز نہ کریں۔ حمص کے قریب دثرت نام کی ایک بستی میں آپ نے بستر مرگ پر وفات پائی اور حسرت سے کہا کہ ہر جنگ میں شہادت کی تمنا تھی، مگر شہادت نصیب نہ ہوسکی۔ جنگ موتہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سیف اللہ کا خطاب دیا تھا، جو

Marfat.com

ان کے نام کا حصہ بن گیا۔ (البدایۃ و النہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۱۱۳)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کی عمر ۱۱ سال تھی۔ آپ صغرسنی کی وجہ سے غزوۂ بدر اور احد میں شریک نہیں ہوئے۔ آپ نے سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شرکت کی۔ پھر اس کے بعد تمام معرکوں میں شریک رہے۔ دانا، عقل مند، عالم اور حافظِ قرآن تھے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکم دیا کہ آپ یہود کی تحریر کو سیکھیں تاکہ جب بھی ان کی کوئی تحریر آئے تو آپ پڑھ کر سنائیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے بارے میں ارشاد ہے کہ میری امت میں فرائض کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابت ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم پر انھی کے دور خلافت میں آپ نے قرآن کریم جمع کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حج کے دوران آپ کو دو مرتبہ مدینہ کا امیر مقرر کیا گیا۔ ۴۵ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (البدایۃ و النہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۱۱۴-۱۱۱۵)

حضرت السجل رضی اللہ عنہ

سنن ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ حضرت السجل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔ زیادہ معروف نہیں ہیں۔ ابوالجوزاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب (الانبیاء ۲۱: ۱۰۴) کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ سجل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔ نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کاتب کا نام سجل تھا۔ (أسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، اردو ترجمہ، ج ۲، مطبع مکتبہ خلیل، لاہور، ص ۸۰۸)

حضرت سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ آپ [illegible] صحابی ہیں اور کاتبین وحی میں شمار ہوتے

Marfat.com

ہیں۔عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ان کے بیٹے ہیں۔ان کو بھی صحابیت کا درجہ حاصل ہے۔

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دارارقم میں صحابہ کے لیے تدریس شروع کرنے سے قبل ہی یہ مسلمان ہو چکے تھے۔حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو بھی جملہ ضعفا صحابہ کی طرح مکہ میں عذاب دیا جاتا تھا،لیکن آپ ہمیشہ ثابت قدم رہے۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی تو آپؓ ان کے ساتھ ردیف تھے۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو بیئرمعونہ کے روز بنی کلاب کے ایک آدمی نے نیزہ مار کر شہید کر دیا تھا۔جب آپ کو نیزہ مارا گیا تو آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے :فزت برب الکعبۃ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔اس کے بعد آپ کا جسم آسمان کی طرف اٹھ گیا۔جب اس بات کی خبر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ اسے ملائکہ نے دفن کیا ہے اور علیین میں اتارا ہے۔(البدایۃ والنہایۃ،امام ابن کثیر،المجلد الاول،مطبوعہ دار ابن حزم،بیروت،الطبعۃ الاولیٰ،ص ۱۱۱۶)

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ

آپ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے۔کتابت جانتے تھے۔قبول اسلام کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں شمولیت کا اعزاز حاصل ہوا اور کاتب وحی بنے۔حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آپ جو کام کرتے اس کا حق ادا کرتے اور سب سے آگے بڑھ جاتے۔پوری محنت اور مکمل یکسوئی سے ہر کام کرتے تھے۔آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بادشاہوں کی طرف بھیجے گئے خطوط کو تحریر کرتے تھے اور آپؐ کی طرف سے ان پر مہر نبوت لگا دیتے تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی آپ ان کے کاتب رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بطور امیر المومنین آپ سے سرکاری خطوط کی کتابت کرواتے تھے۔(البدایۃ والنہایۃ،محولہ بالا، ص ۱۱۱۶-۱۱۱۷)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ

پورا نام عبداللہ بن زید بن عبدربہ الانصاری الخزرجی ہے۔ آپ کی آواز خوب صورت اور بلند تھی۔ آپ مؤذن بھی تھے۔ ابتدائی دور میں مسلمان ہو چکے تھے۔ عقبہ اولیٰ کے ستر آدمیوں میں شامل ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ بدر اور احد کے معرکوں میں شرکت کی۔ آپ کی سب سے بڑی منقبت وفضیلت یہ ہے کہ آپ نے خواب میں اذان اور اقامت کے الفاظ وکلمات سنے اور اپنا خواب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے انھیں حکم دیا کہ اذان پڑھیں۔ چنانچہ اولین موذن وہی تھے۔ بعد میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہؓ کو یہ اعزاز حاصل ہوا۔ ان کا خواب سننے کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد بھی فرمایا کہ یہ خواب سچا ہے۔ آپ یہ بلال کو لکھوا دو، بلاشبہ وہ آپ سے زیادہ دل پسند اور بلند آواز ہیں۔ آپ نے ۶۴ سال کی عمر میں ۳۲ھ میں وفات پائی اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (البدایۃ والنہایۃ محولہ بالا، ص ۱۱۱۷) [حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی خواب میں یہی الفاظ سنے تھے۔ یہ خوب صورت حسنِ اتفاق تھا]۔

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔ آپ بھی کاتب وحی تھے۔ بدقسمتی سے اسلام سے ارتداد اختیار کر کے مشرکین مکہ کے ساتھ مل گئے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے قتل کا حکم دیا تھا، ان میں یہ بھی شامل تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ طلب کی تھی۔ اس کے بعد پھر یہ مسلمان ہو گئے اور بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جگہ آپ کو مصر کا گورنر مقرر کیا اور بلادِ افریقہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے ان علاقوں کو فتح کر لیا۔ ۳۶ھ میں نماز پڑھتے ہوئے آپ کی وفات ہوئی۔ (البدایۃ والنہایۃ محولہ بالا، ص ۱۱۱۷)

Marfat.com

حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ

حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کا نام عباد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین وحی میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو شاہ منذر بن سادی کے پاس بھیجا تھا، پھر جب بحرین فتح ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بحرین کا امیر مقرر کیا۔ وصال النبیؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو اس علاقے کی امارت پر قائم رکھا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بحرین کی امارت سے ہٹا کر بصرہ کا امیر مقرر کر دیا، ابھی آپ راستے ہی میں تھے کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ یہ ۲۱ھ کا واقعہ ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ محولہ بالا ص ۱۱۱۸)

حضرت العلاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ

حافظ ابن عساکر بیان کرتے ہیں کہ حضرت العلاء بن عقبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کتابت کرتے تھے۔ واقدی کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جہینہ کی شاخ بنی سیح کو جاگیر دی اور اس کے متعلق آپؐ کے حکم سے حضرت العلاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے تحریر لکھی اور اس دستاویز پر اپنی گواہی بھی ثبت کی۔ (البدایۃ والنہایۃ محولہ بالا ص ۱۱۱۸-۱۱۱۹)

حضرت محمد بن مسلمہ بن جریس رضی اللہ عنہ

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ انصار کے مشہور صحابہ میں سے تھے۔ انھوں نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ہجرت مدینہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخاۃ قائم کی۔ بدر اور بعد کی تمام جنگوں میں آپ شریک رہے۔ بدبخت یہودی اور گستاخِ رسول کعب بن اشرف کو آپؓ ہی نے اس کے قلعے کے اندر جا کر جہنم رسید کیا تھا۔ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام امیر مقرر کیا۔ آپ کا شمار فضلا صحابہ میں ہوتا ہے اور فتنے کے دنوں میں تمام جنگ وجدال سے کنارہ کش رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے مختلف وفود کے لیے تحریریں لکھیں۔ ۴۳ھ میں وفات پائی۔ (البدایۃ والنہایۃ محولہ بالا ص ۱۱۱۹)

Marfat.com

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

احادیث میں آپ کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں کیا گیا ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! چند باتیں بطور نصیحت مجھے عطا فرما دیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت اچھا۔ عرض کیا: آپؐ مجھے حکم دیجیے کہ میں کفار سے ایسے ہی جنگ کروں جیسے میں جاہلیت میں مسلمانوں سے کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل ٹھیک ہے۔ پھر انھوں نے عرض کیا: میرے بیٹے معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: بہت اچھا۔ (البدایۃ و النہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۱۱۹)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

آپ کا تفصیلی تذکرہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں ہو چکا ہے۔ ابن عساکر اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہی حصین بن نضلہ اسدی کی جاگیروں کی کتابت کی تھی، جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قبولِ اسلام کے وقت اپنے حکم سے جاگیر دی تھی۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کاتب ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کے سامنے بیٹھ کر کتابت کرتے تھے۔ (البدایۃ و النہایۃ، محولہ بالا، ص ۱۱۱۹)

......❀......❀......❀......

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمنا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کرامؓ کو خصوصی القاب واعزازات سے نوازا۔ یوں تو آپؐ کے تمام صحابہؓ وصحابیاتؓ اعلیٰ درجے کے امانت دار اور دیانت دار تھے۔ اس کے باوجود آپؐ نے تین صحابہ کو خصوصی طور پر امین کے لقب سے نوازا۔ امام ابن کثیرؒ نے اپنی مشہور کتاب البدایۃ والنہایۃ میں ایک فصل الگ سے قائم کی ہے، جس میں اُمنا (امانت دار صحابہ) کا ذکر ہے۔

ا۔ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

ان اُمنا میں سب سے نمایاں نام تو سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ان کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح بخاری میں ملتی ہے، جس کے الفاظ ہیں: **لکل امۃ امین وامین ھذہ الامۃ ابوعبیدۃ بن الجراح۔** یعنی ہر امت کے اندر ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ ابن جراحؓ ہے۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب نجران کا وفد آیا اور انھوں نے درخواست کی کہ ان کے ساتھ کسی شخص کو بھیجا جائے جو ان کے معاملات کی نگرانی بھی کرے اور آپ کی نمایندگی کا حق بھی ادا کرے۔ آپ نے فرمایا: **لابعثن معکم امینا حق امین۔** میں تمھارے ساتھ اس شخص کو بھیجوں گا جو حقیقی معنوں میں امین ہے۔ پھر آپ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ آپ کے نمایندے کے طور پر جائیں۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۱۲۰)

قابلِ رشک اعزاز

یہ بڑا اعزاز تھا جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوعبیدہ کے مقام ومرتبے پر رشک کرتے

Marfat.com

تھے۔ اور تو اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس واقعہ کو بیان فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے کبھی کسی ذمہ داری یا منصب کی تمنا نہ کی تھی مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ سن کر اس روز میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کاش مجھے یہ ذمہ داری دی جائے۔ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف کئی بار دیکھا، مگر آپ نے ابوعبیدہؓ کو یہ اعزاز عطا فرمایا۔

عشرہ مبشرہ کا خوب صورت موتی

عشرہ مبشرہ وہ دس خوش نصیب صحابہ ہیں جن کے نام لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ گویا یہ جماعت صحابہ کے درمیان ممتاز شخصیات اور روشن ہیرے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہر جہاد میں نمایاں کارنامے سرانجام دیے۔ بدر کے معرکے میں اپنے باپ کو قتل کیا تھا۔ آپؓ کے دور میں بھی سرایا میں قیادت فرمائی اور پہلے دونوں خلفائے راشدین کے دور میں بھی بڑے بڑے معرکوں میں سپہ سالاری کا حق ادا کیا۔ روم کے مقابلے میں جنگوں میں ہی آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت کے وقت کہا تھا کہ اگر ابوعبیدہؓ آج زندہ ہوتے تو میں اسے اپنا جانشین نامزد کر دیتا۔

۲۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ

قریش کے قبیلے بنوزہرہ میں سے تھے۔ ابتدائی زمانے میں مسلمان ہوئے۔ ان کا نام بھی عشرہ مبشرہ میں شامل ہے۔ میدانِ کارزار میں ان کے کارنامے بھی بہت زیادہ اور نہایت ایمان افروز ہیں۔ یہ جہاد بالنفس کے علاوہ جہاد بالمال کے میدان میں بھی صف اول میں تھے۔ جب بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی اپیل کی، انھوں نے بغیر گنے اور تولے درہم و دینار اور سونا چاندی پیش کر دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت دعائیں دیتے تھے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خطیر رقم سونے، چاندی اور درہم و دینار کی صورت میں پیش کی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بَارَکَ اللّٰہُ فِیْمَا اَمْسَکْتَ وَفِیْمَا اَعْطَیْتَ یعنی اللہ

Marfat.com

تمھارے اس مال میں بھی برکت دے جو تم نے اپنے پاس رکھا اور اس میں بھی جو تم نے اللہ کے راستے میں دے دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، ص ۴۳۰، تفسیر سورۂ توبہ آیت: ۷۹)

خلافت کا فیصلہ، اہم ذمہ داری

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت بنائی جانے والی کمیٹی کے ارکان نے ان کی امانت و دیانت اور ذہانت و قابلیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انھی کو یہ مشکل کام سونپا تھا کہ وہ لوگوں سے رائے لے کر کمیٹی کو بتائیں کہ امت مسلمہ کی سوچ کیا ہے؟ چنانچہ انھی کی کاوش سے لوگوں کی آرا معلوم کی گئیں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیعت کا فیصلہ ہوا۔ ان کو بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امین قرار دیا تھا اور یہ خود بھی اپنی دولت کے بارے میں جو بے انتہا تھی، کہا کرتے تھے کہ مالک تو اللہ ہے میں تو محض امین ہوں۔ (أسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، ج ۲، ص ۴۰۱)

۳۔ معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی رضی اللہ عنہ

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ اصل میں قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے اور بنو عبد شمس کی غلامی میں بھی رہے تھے۔ پھر یہ آزاد ہو گئے اور اپنے ایمان میں بڑے مضبوط ثابت ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امین ہونے کا اعزاز بخشا تھا۔ انھیں پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کا اعزاز حاصل ہوا اور پھر وہاں سے پلٹ کر مدینہ کی طرف بھی ہجرت کی۔ یہ بدری صحابہ میں سے ہیں۔

خاتم بردار

آنجناب کا یہ اعزاز ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی جو چاندی کی تھی ان کے سپرد کر رکھی تھی۔ یہ اس کی حفاظت کرتے اور آپؐ کی طلب پر آپؐ کے حوالے کر دیتے تھے۔ مورخین و محدثین بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں سونے کی انگوٹھی بھی پہنی۔ لیکن جب مردوں کے لیے سونا پہننے کی ممانعت آئی تو آپؐ نے وہ انگوٹھی پھینک دی اور

Marfat.com

فرمایا: فو اللہ لا البس یعنی خدا کی قسم اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔ صحیحین میں اس موضوع پر احادیث موجود ہیں۔

انگوٹھی کی گم شدگی

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ انگوٹھی آپؐ کی مہر بھی تھی۔ اس کے اوپر محمد ﷺ تین سطروں میں نقش تھا۔ آپ کے بعد یکے بعد دیگرے یہ انگوٹھی خلفائے راشدین کے پاس رہی۔ تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں، ان کی خلافت کے چھٹے سال اریس کے کنوئیں میں گر پڑی۔ اسے ڈھونڈ نکالنے کی بڑی کوشش کی گئی، مگر کنویں سے انگوٹھی برآمد نہ ہوسکی۔ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ ابوداؤدؒ نے اپنی مشہور کتاب سنن ابی داؤد میں اس انگوٹھی کے بارے میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے، جس میں کئی احادیث جمع کی گئی ہیں۔

ناظم مالیات

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ ہر جہاد میں شریک رہے۔ خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں ان کو بیت المال کا خزانچی مقرر کیا۔ ان کو جذام کا مرض لاحق ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حنظل (تُمہ، خربوزے کی طرح کا ایک چھوٹا سا پھل جو سخت کڑوا ہوتا ہے) سے ان کا علاج کیا، جس سے ان کی بیماری بڑھنے سے رک گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جذام (کوڑھ) کی بیماری کو بہت خطرناک قرار دیا، مگر ایک صحابی کو آپؐ کی زندگی میں یہ بیماری لاحق ہوئی تو آپ نے ایک پیالے میں پانی بھر کر اس سے کہا: اس پیالے میں ہاتھ ڈال دو۔ امام ابوداؤد کے الفاظ میں آپ نے فرمایا: کل ثقة بالله، وتوكلا عليه یعنی ہر مشکل کا علاج اللہ پر بھروسہ اور توکل کرنے سے ممکن ہے۔

جامع دعا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیماریوں سے شفا کے لیے بھی دعا کرتے تھے اور بیماریوں سے بچاؤ اور تحفظ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے مناجات کیا کرتے تھے۔ آپؐ کی ایک جامع دعا ہے:

Marfat.com

اللھم انی اعوذبک من البرص، والجنون، والجذام وسیّءِ الْاسقام۔ اے اللہ میں تجھ سے برص (پھل بہری)، جنون (پاگل پن)، جذام (کوڑھ) اور ہر قسم کی بری بیماریوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستعاذۃ، ح۱۵۵۶، مسند احمد ۳/ ۱۹۲)۔

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان کی وفات خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی اور بعض کی رائے میں ۴۰ھ میں انھوں نے وفات پائی۔ (البدایۃ والنھایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۱۲۰-۱۱۲۱)

Marfat.com

باب چہارم

لشکرِ اسامہ بن زیدؓ

Marfat.com

لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما

آنحضورﷺ کا تیار کردہ آخری لشکر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل جو آخری لشکر تیار کیا وہ لشکر اسامہؓ تھا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت روایات کے مطابق اٹھارہ سال تھی۔ امام بخاری نے ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زبانی بیان کیا ہے کہ جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر سپاہ بنایا گیا تو ان کی امارت پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس لشکر میں سابقون الاولون صحابہؓ شامل تھے۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سعید بن زید رضی اللہ عنہ، قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ، سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ عنہ اور دیگر معروف صحابہ کے اسمائے گرامی بھی شامل تھے۔

سپہ سالار کے بارے میں تحفظات

بعض لوگوں کو یہ عجیب محسوس ہوا کہ کبار صحابہ کی موجودگی میں ایک نوجوان لڑکے کو سپہ سالاری کے منصب پر فائز کیا گیا ہے۔ بظاہر یہ بات تھی بھی عجیب، مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ بھی کرتے ہیں اسے اللہ کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ کبار صحابہ کو اس فیصلے پر کوئی اعتراض اور انقباض نہیں تھا۔ البتہ بعض لوگوں نے جب اس فیصلے پر اعتراض کیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بہت برا منایا۔ اس وقت آپ کا مرض شروع ہو چکا تھا۔ شدید بخار کے باوجود آپؐ اپنے سر پہ ایک رومال لے کر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

Marfat.com

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والدؓ کی فضیلت

اے لوگو! تم نے اسامہ کی سپہ سالاری پر اعتراض کیا ہے۔ اس سے قبل اس کے والد کے امیر مقرر کیے جانے پر بھی کچھ لوگوں نے اعتراض کیے تھے۔ وَایْمُ اللّٰهِ كَانَ لِلْاِمَارَةِ لَخَلِيْقًا وَاِنَّ ابْنَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ لَخَلِيْقٌ لِلْاِمَارَةِ وَاِنَّهٗ كَانَ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ، وَهُوَ حِبِّيْ وَاِنَّهُمَا لَمُخَيَّلَانِ لِكُلِّ خَيْرٍ، وَاسْتَوْصُوْا بِهٖ خَيْرًا فَاِنَّهٗ مِنْ خِيَارِكُمْ. یعنی خدا کی قسم! وہ [حضرت زیدؓ] اس امارت کا اہل تھا۔ اب اس کا بیٹا بھی امارت کا اہل ہے اور یہ دونوں مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں اور یہ دونوں ہر کارِ خیر کے لیے ہمیشہ کمربستہ رہنے والے ہیں۔ اس [اسامہؓ] کے بارے میں جب بھی بات کرو تو اچھائی اور خیر کی بات کرو، کیونکہ یہ تمھارے بہترین لوگوں میں سے ہے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۹۰)

علم بردار

ہر جنگ کی طرح اس موقع پر بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جھنڈا تیار کیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جانے والے معروف صحابہ حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے یہ جھنڈا عطا فرمایا۔ پھر لشکر کو عمومی ہدایات دیں اور ساتھ حکم فرمایا کہ اے اسامہؓ! اپنے لشکر کے ساتھ جاؤ اور موتہ سے آگے بلقا اور الداردم کی حدود تک چلے جاؤ اور پورے علاقے کو اپنے گھوڑوں کے سموں سے روندڈالو اور اپنے باپ کے خون کا بدلہ لو۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آخری ملاقات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شدید بیمار تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ابھی لشکر کے ساتھ نواحِ مدینہ ہی میں مقیم تھے۔ انھیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گرتی ہوئی صحت کے بارے میں اطلاعات ملنے لگیں۔ وہ مدینہ آئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کے چہرے کو بوسہ دیا۔ آپؐ کی زبان سے کچھ سنا تو نہ گیا، مگر آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور آپؐ کے لب ہلے۔ گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی۔

وصال کی اطلاع

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کوچ کے لیے تیار تھے کہ ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا ایلچی ان کے پاس آیا۔ یہ بارہ ربیع الاول ۱۱ھ، پیر کا دن تھا۔ ایلچی نے آکر بتایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ شدید غم کی حالت میں اپنے ساتھیوں سمیت واپس آ گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر پوری امت غم کے سمندر میں ڈوب گئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی جلیل القدر شخصیت بھی اس موقع پر یہ کہتے ہوئے سنی گئی کہ جس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقامِ بلند

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر ابھی روانہ نہیں ہوا تھا اور بیماری کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ابن کثیر، ابن سعد اور ابن ہشام کے مطابق اس وقت فوج مدینہ کے قریب جرف کے مقام پر خیمہ زن تھی۔ یہ فوج روانہ ہو جاتی، مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی کیفیت نے سپہ سالار اور تمام مجاہدین کو اس مخمصے میں ڈال دیا تھا کہ آیا ان حالات میں ان کا کوچ کرنا مناسب بھی ہے یا نہیں۔ اسی دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہوا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سخت الفاظ میں اس کی تردید کی تو مزاج شناس رسول، یارِ غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے میں داخل ہو کر آپؐ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا۔ تر آنکھوں کے ساتھ زیارت کی اور چہرے کو بوسہ دینے کے بعد کہا: اے اللہ کے رسول! یہ منزل ایک ہی بار آپ پر آنی تھی۔ اب آپ رفیقِ اعلیٰ کے پاس (اپنے اختیار سے) جا چکے ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور مشہور خطبہ دیا جس کا تذکرہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

رحلت کے باب میں تمام محدثین و مورخین نے کیا ہے، جو آگے جا کر ہم نقل کریں گے۔

اسلامی آداب

اس موقع پر جب تمام اہلِ ایمان کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو ظاہر ہے کہ ان کا لشکرِ اسامہؓ کے ساتھ جانا اب ممکن نہیں تھا۔ یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ بعض صحابہ بالخصوص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں خلیفہ رسول نے سپہ سالار لشکر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے اجازت لی کہ وہ انھیں مدینہ میں چھوڑ دیں تاکہ اہم امور میں مشاورت میں ان سے مدد لی جا سکے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بطور خلیفہ خود بھی جس کو چاہتے رک جانے کا حکم دے سکتے تھے، مگر چونکہ لشکر کی ترتیب و تنظیم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی، اس لیے خود فیصلہ صادر کرنے کی بجائے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ہی کی طرف رجوع فرمایا۔ نیز اس کے اندر اسلامی آداب کی یہ جھلک بھی نظر آتی ہے کہ جسے آپؐ کسی ذمہ داری پر فائز کریں، اس کے حدود میں کسی ردّو بدل کے لیے اسے اعتماد میں لیں۔ یہ اسلام کا حسن ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت اور تدفین کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے اپنی مہم پر روانہ ہوگئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہی جھنڈا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا تھا جُرف کے مقام پر حضرت بُریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور حکم دیا کہ اسامہؓ جاؤ، جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا دشمن کو کچل ڈالو۔

موتہ کی یادیں

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام میں اس علاقے کی طرف روانہ فرمایا تھا، جہاں جنگ موتہ واقع ہوئی جس میں حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم اجمعین فوج کی کمان کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے شہید ہوئے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ بلقاء کی ملحقہ سرحد پر پہنچ کر دشمن کو سبق سکھا دو۔ حضرت

Marfat.com

اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ بھی شامل تھے۔

جرأت واستقامتِ صدیقی

اس موقع پر ایک دل چسپ بات یہ ہوئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ وہ عرب میں پھیلے ہوئے فتنۂ ارتداد، جھوٹے مدعیانِ نبوت سے پیش آمدہ خطرات اور مانعینِ زکوٰۃ کی بغاوت کے پیش نظر لشکرِ اسامہ کو سردست سرحدوں پر نہ بھیجیں، کیونکہ حالات سخت ناموافق ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ڈانٹ پلائی اور فرمایا: وَاللّٰهِ لَاُحِلُّ عُقْدَةً عَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ اَنَّ الطَّيْرَ تَخْطَفُنَا، وَالسِّبَاعَ مِنْ حَوْلِ الْمَدِيْنَةِ، وَلَوْ اَنَّ الْكِلَابَ جَرَّتْ بِأَرْجُلِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ، لَاُجَهِّزَنَّ جَيْشَ اُسَامَةَ۔ یعنی خدا کی قسم جو جھنڈا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لہرایا میں اسے سرنگوں نہیں ہونے دوں گا، خواہ پرندے ہمارا گوشت نوچیں اور مدینہ کے اردگرد سے درندے ہمیں دبوچنے کے لیے یلغار کردیں اور اگر امہات المومنین کے (مقدس) پاؤں کو کتے کھینچنے لگیں تب بھی میں لشکرِ اسامہ کو ضرور بھیجوں گا۔ (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۳۰۶)

تاریخی خطاب

لشکر کو الوداع کہتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لشکر کے سامنے کھڑے ہو کر ایک خطاب فرمایا جس میں اہم ہدایات ونصائح تھے:

اے لوگو! ذرا رکو میں تمھیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں انھیں پلے باندھ لو اور ہمیشہ یاد رکھو۔ (۱) خیانت نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا، چوری نہ کرنا۔ (۲) مقتولوں کے اعضا نہ کاٹنا، بچے، بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرنا۔ (۳) کھجور کے درخت کاٹنا نہ جلانا، پھل والے کسی بھی درخت کو نہ کاٹنا۔ (۴) کسی بھیڑ، گائے یا اونٹ کو سوائے کھانے کی ضرورت کے ذبح نہ کرنا۔ (۵) تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جنھوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں

Marfat.com

عبادت کے لیے وقف کر دیا ہے اور وہ دن رات انھی میں بیٹھے عبادت کرتے رہتے ہیں، انھیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ (۶) تم ایسے لوگوں کے پاس پہنچو گے جو تمھارے لیے برتنوں میں مختلف کھانے لائیں گے، جب بھی کھانا شروع کرنا اس پر اللہ کا نام ضرور لے لیا کرنا۔ (۷) تم ایسے لوگوں سے ملو گے جنھوں نے سر کا درمیانی حصہ تو منڈوا دیا ہو گا لیکن چاروں طرف بڑی بڑی لٹیں لٹکتی ہوں گی، یہ خطرناک لوگ ہیں، انھیں تلوار سے قتل کر ڈالنا۔ (۸) اپنی حفاظت کے لیے اللہ کے ذکر اور نام کو ورد زبان بنانا۔ اللہ تعالیٰ تمھیں شکست اور وبا سے محفوظ رکھے گا۔ (۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں جو کچھ کرنے کا حکم دیا تھا وہ سب کچھ کرنا۔ جنگ کی ابتدا قضاعہ سے کرنا، اس کے بعد آبل جانا۔ (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی بجا آوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔ (سیرت سیدنا ابو بکرؓ، از محمد حسین ہیکل، طبع اول ۱۹۵۷، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ص ۱۴۰)

حکیمانہ تدابیر سے استفادہ

ان ہدایات کے بعد یہ لشکر روانہ کر دیا گیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے گرد و نواح میں رہنے والے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ہوشیار رہیں اور مدینہ کی طرف کسی خطرے کو نہ آنے دیں۔ ان ہدایات سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا اظہار بھی ہوتا ہے اور آپؐ کے احکام پر ہر حال میں عمل پیرا رہنے کی تعلیم بھی ملتی ہے۔ اس کے علاوہ خلیفۂ اول کی بے پناہ جرأت و استقامت کی اعلیٰ مثال بھی سامنے آتی ہے۔ ساتھ ہی یہ درس ملتا ہے کہ حکیمانہ تدابیر سے پوری طرح استفادہ کرنا مومن کی شان بھی ہے اور پہچان بھی!

برادرانہ سرزنش

لشکر اسامہ کی روانگی سے پہلے انصار کے کچھ بزرگ صحابہ نے ایک بار پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ خلیفۂ رسول سے درخواست کریں کہ اسامہ کی جگہ کسی بزرگ اور تجربہ کار صحابی کو امیر سپاہ بنا دیں۔ جب انھوں نے خلیفۂ رسولؐ سے بات کی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی

Marfat.com

داڑھی پکڑ لی اور برادرانہ سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ یَا عُمَرُ...... اے عمر تیری ماں تجھے کھوئے۔ کیا اس امیر کو میں تبدیل کردوں، جسے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا عطا فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ساتھ پیدل چلنے لگے اور عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس ناقہ کی نکیل تھامے اس کے آگے آگے چلنے لگے، جس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اتر کر پیدل چل رہے تھے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دعائیں بھی دے رہے تھے اور ہدایات بھی۔ اس موقع پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بڑے ادب سے عرض کیا: اے خلیفۂ رسول! یا تو آپ بھی سوار ہوجائیں یا میں بھی سواری سے نیچے اتر آؤں۔ آپ نے فرمایا: نہیں تم اپنی سواری پر سوار رہو اور مجھے پیدل چلنے دو۔ پھر ایک مقام پر پہنچ کر خلیفۂ رسول نے سالارِ لشکر اور تمام مجاہدین کو الوداع کہا اور واپس مدینہ پلٹ آئے۔ (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۳۰۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گواہی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عزیمت اور شرح صدر کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارہا کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم جب ہم سب لوگ پریشان ہوجاتے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اللہ تعالیٰ کھول دیتا اور وہ ایسی جرأت مندی سے حالات کو قابو کرتے کہ سب لوگ حیران رہ جاتے۔ حافظ ابوبکر بیہقی کے حوالے سے امام ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی۔ آپ نے یہ بات تین بار دہرائی تو اہلِ مجلس نے کہا: ابوہریرہؓ! خدا کا خوف کیجیے اور اب بس کیجیے۔ اس پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ کی روانگی اور اس وقت کے حالات کا تفصیلی تذکرہ کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی استقامت کی

Marfat.com

مثالیں پیش کیں، جن کا تذکرہ سیرت کی تمام کتب میں موجود ہے۔ (البدایة و النهایة، محولہ بالا، ص ۳۰۷ا)

اعصاب کی مضبوطی

لشکر اسامہ کی اپنی مہم میں کامیابی تو اپنی جگہ، ایسے حالات میں ان کی مدینہ سے روانگی کی بھی ایک نفسیاتی اور اعصابی اہمیت تھی۔ جو قبائل اسلام سے برگشتہ ہونے کے بارے میں سوچ رہے تھے وہ سہم گئے کہ ایسے حالات میں بھی خلفیۂ رسول رومیوں کے مقابلے پر فوج روانہ کر رہے ہیں تو یہاں سے سر اٹھانے والی بغاوت کو کیوں نہیں کچلیں گے۔ ان قبائل میں ہر مجلس کے اندر لوگ آپس میں ایک دوسرے کو کہتے کہ بس انتظار کرو اور رومیوں سے ان کے مقابلے کے نتائج آنے دو۔ اگر یہ رومیوں پر غالب آ گئے تو پھر ان کا مقابلہ کسی کے بس میں نہ ہوگا۔ اگر رومیوں نے ان کو کچل دیا تو پھر ان کی حکومت باقی نہیں رہے گی۔ گویا یہ فیصلہ بہت دوررس نتائج کا حامل تھا اور جب لشکر اسامہؓ کامیابی سے واپس پلٹا تو عرب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پھر سے دھاک بیٹھ گئی۔

لشکرِ اسلام میدانِ جنگ میں

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ربیع الآخر ۱۱ھ کے پہلے دن مدینہ سے نکلے اور بیس دن کے سفر کے بعد اپنے دشمن پر چڑھ دوڑے۔ اس جنگ میں مسلمان فوج کا شعار (code word) یامنصور امِتْ تھا۔ یعنی اے مدد کرنے والے (خالق حقیقی) دشمن پر موت طاری کر دے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی بدر سے لے کر حنین تک بیشتر جنگوں میں اس شعار کا تذکرہ ملتا ہے۔

(انساب الاشراف، ج ۱، ص ۲۹، طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۹۱)

اس جنگ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مقابلہ کرنے والوں کو قتل کیا اور بھاگنے والوں کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا۔ کئی محلات بھی جلا دیے گئے اور بعض باغات کو بھی جنگی ضرورت کے تحت آگ لگا دی گئی۔ عمومی طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہدایات جاری کیا کرتے تھے کہ درختوں کو نہ کاٹا جائے اور فصلوں کو نہ اجاڑا جائے۔ بچوں،

Marfat.com

عورتوں اور بوڑھوں پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔ اسی تذکیر کا اعادہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہدایات میں بھی تھا۔ اس کے باوجود جب جنگی ضرورت کے تحت ناگزیر ہو جائے تو درخت کاٹے جا سکتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں سورۃ الحشر میں بنونضیر کے قلعوں کے باہر درختوں کو کاٹنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت بھی دی اور اس عمل کی توثیق بھی فرمائی۔ اس کے باوجود اسلام کی تعلیمات میں درختوں اور فصلوں کو نقصان پہنچانے سے منع فرمانے کا عمومی حکم موجود و مستحکم ہے۔ کسی استثنائی صورت سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ اس عمل کی کھلی اجازت ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل بھی دراصل سزا تھی اس قوم کے اس شنیع جرم کی جس کا انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کو شہید کر کے ارتکاب کیا تھا۔

......❀......❀......❀......

Marfat.com

لشکرِ اسامہؓ کی کامیاب واپسی

فتح کی نوید

اس جنگ میں بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا اور طبقات ابن سعد کے مطابق اس جنگ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا قاتل حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی تلوار سے قتل ہوا۔ مالِ غنیمت میں سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا خمس نکالنے کے بعد ہر گھوڑ سوار کے لیے دو حصے اور ہر مجاہد کے لیے ایک حصہ مقرر کیا اور خود بھی اسی کے مطابق حصہ لیا۔ پھر واپسی کا رختِ سفر باندھا اور وادی القریٰ میں نو راتوں کے سفر کے بعد پہنچے۔ یہاں پر کچھ دنوں کے لیے قیام کیا اور مدینہ کی طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فتح کی بشارت دینے والے سواروں کو لشکر کے آگے روانہ کر دیا، جنھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اہلِ مدینہ کو فتح اور اپنی کامیابی اور خیریت کی نوید سنائی۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۹۱-۱۹۲)

لشکرِ اسامہؓ کی مدینہ آمد

یہاں سے جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کوچ کیا تو چھ دنوں میں مدینہ آ پہنچے۔ ان کی آمد کی خبر پہلے ہی مدینہ میں آ چکی تھی۔ بہت عظیم بات یہ ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں میں سے کوئی بھی مجاہد شہید نہیں ہوا۔ خلیفۂ رسول مہاجرین وانصار اور اہل مدینہ کے ساتھ شہر سے باہر نکلے اور اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کا استقبال کیا۔ انھیں کامیابی اور سلامتی پر مبارک باد دی۔ اس وقت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے ملنے والے گھوڑے پر سوار تھے جس کا نام سبحہ بیان کیا گیا ہے۔ جھنڈا اس وقت بھی حضرت بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ سارے لشکر سے آگے

Marfat.com

بڑی شان کے ساتھ چلے آ رہے تھے۔

لشکرِ اسامہ کا استقبال

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی کامیاب واپسی کی خبر سنی تو بہت خوش ہوئے۔ کبارِ مہاجرین و انصار صحابہ کو ساتھ لے کر شہر سے باہر نکلے اور فاتح لشکر کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ مسلمان اس کامیابی سے انتہائی خوش تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کا لشکر کافی مالِ غنیمت لے کر جنگ سے واپس آئے تھے۔ مشہور مصری مورخ محمد حسین ہیکل اپنی شہرہ آفاق کتاب سیرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ میں لکھتے ہیں کہ مستشرقین ہمیشہ اسلام کی عظمت کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی ان مذموم حرکتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جناب ہیکل تحریر فرماتے ہیں:

متعصب مستشرقین

بعض مستشرقین نے اس مہم کی اہمیت کو گھٹانے اور اس کا شمار معمولی سرحدی جھڑپوں میں کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، چنانچہ مستشرق 'فکا' جس نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (Encyclopaedia of Islam) میں اسامہ کے متعلق مقالہ لکھا ہے، کہتا ہے: جنگ ہائے ارتداد کے دوران میں مسلمانوں کو جن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا انھیں دیکھتے ہوئے اسامہ کی فتح یابی مسلمانوں کی نظروں میں زبردست اہمیت حاصل کر گئی، حالانکہ اسامہ کی کامیابی کو اس کے سوا اور کوئی اہمیت حاصل نہ تھی کہ وہ بعد میں پیش آنے والی شامی لڑائیوں کی ابتدا ثابت ہوئی۔ اس مہم میں اسامہ کا کارنامہ صرف اس حد تک ہے کہ انھوں نے بعض قبائل پر اچانک حملہ کر دیا اور کسی بڑے رومی لشکر سے مڈبھیڑ ہوئے بغیر مالِ غنیمت لے کر واپس چلے آئے۔ اس کے باوجود مسلمانوں، باغی عربوں اور رومیوں --- تینوں فریقوں پر اس کا دور رس اثر پڑا۔ جب باغی اور مرتد قبائل نے لشکر اسامہ کی روانگی کی خبر سنی تو وہ کہنے لگے: اس لشکر کے بھیجنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان زبردست قوت

Marfat.com

وطاقت کے مالک ہیں، اگر ان کے پاس قوت وطاقت نہ ہوتی تو وہ ہرگز ایسے موقع پر اس لشکر کو نہ بھیجتے، جب سارا عرب ان کے خلاف متحد ہو چکا تھا۔ (سیدنا حضرت ابو بکرؓ، محمد حسین ہیکل، طبع اول ۱۹۵۷ء، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ص ۱۴۳-۱۴۴)

ملمع کاری اور حقیقت

بلاشبہ محقق محمد حسین ہیکل کی یہ تحریر اسلام دشمنوں کے مکروہ چہروں سے تحقیق اور غیر جانب داری کے ملمع کا پردہ خوب چاک کرتی ہے۔ اس میں کوئی دو آرا نہیں ہوسکتیں کہ اس نوعمر اور بہادر سالارِ لشکر نے انتہائی پر آشوب حالات میں نہایت شاندار کامیابی حاصل کی اور یہ کامیابی محض کسی عرب قبائلی جنگ میں حاصل نہیں ہوئی بلکہ دنیا کی نام نہاد سپر طاقت، سلطنت روما کی حدود میں داخل ہو کر حاصل کی گئی۔ اس جنگ کی کامیابی سے ہرقل بھی لرز اٹھا۔ اس کا تذکرہ تاریخ میں تفصیلاً موجود ہے۔

مرعوبیت کا مرض

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے اکثر مرعوب ذہنیت کے حامل، خودساختہ محققین، متعصب مستشرقین سے متاثر ہو کر خامہ فرسائی کرنے لگتے ہیں۔ کوئی حرج کی بات نہیں کہ آپ ہر ایک کے خیالات وافکار سے استفادہ کریں، مگر آنکھیں بند کر کے اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگا دینا نہ تحقیق ہے نہ عقل مندی۔ ہمیں محمد حسین ہیکل کی بعض آرا سے اختلاف ہوسکتا ہے، مگر ان کی مندرجہ بالا رائے صحیح معنوں میں ایک مستند مورخ اور ایک ثقہ محقق کا ناقدانہ موقف ہے۔

عظمتِ صحابہؓ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ دونوں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھے۔ ان کا لقب ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰہ (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب) تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اگرچہ جنگ پر جانے سے خلیفۂ رسول کے ارشاد پر مستثنیٰ کر دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ خود کو لشکر اسامہ کا ایک سپاہی سمجھتے تھے۔

Marfat.com

بعد کے ادوار میں جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ملتے تو انھیں امیر کہہ کر خطاب کرتے: کان عمر لا یلقاه بعد ذلک الّا قال: السلام علیک أیھاالأمیر۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کبھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے نہیں ملے، مگر ان الفاظ کے ساتھ کہ اے امیر آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔ اس قولِ حکیمانہ میں خلیفۂ راشد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی کتنی عظمت اور انکسارِ مومنانہ ہے! عظمتِ صحابہ زندہ وپائندہ باد! (البدایة و النھایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۳۰۷)

سنتِ نبوی ﷺ کا اتباع

خلیفۂ رسول ﷺ کی معیت میں فاتح لشکر مدینہ میں داخل ہوا تو سپہ سالار اپنے ساتھیوں سمیت سیدھے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے۔ وہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر سلام عرض کیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق مسجد میں دو رکعت نفل ادا کیے۔ اس کے بعد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام ساتھی اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اس جنگ کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ قیصر روم ہرقل اس وقت شام کے شہر حمص میں تھا۔ اسے جب اس واقعے کی اطلاع ملی تو بہت گھبرایا۔ پھر اس نے اپنے لشکروں کو تیار ہونے کا حکم دیا، جن سے اسی سرزمین پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فیصلہ کن جنگیں ہوئیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں کے مطابق یہ نام نہاد سپر طاقت زوال پذیر ہوگئی۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۹۹-۱۹۲، البدایة و النھایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۳۰۶-۱۳۰۷، سیرت ابن ھشام، القسم ثانی، ص ۶۴۱-۶۴۲، المغازی للواقدی، ج ۳، ص ۱۱۱۷-۱۱۲۲)

Marfat.com

باب پنجم

مرتدین اور مانعینِ زکوٰۃ

Marfat.com

مرتدین کے خلاف جہاد

فتنۂ ارتداد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد بہت سے اعرابی قبائل مرتد ہو گئے۔ مدینہ منورہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور ہی سے منافقین موجود تھے، وہ بھی اپنی خباثتوں پر اتر آئے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے چلے جانے کے بعد امت کا شیرازہ بکھر جائے گا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بے بس ہو کر رہ جائیں گے۔ بظاہر حالات بھی ایسے ہی تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے ساتھ یہ وعدہ فرما رکھا ہے: اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَیَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡاَشۡهَادُ ۙ (المومن ۴۰:۵۱) یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں بھی لازماً کرتے ہیں، اور اس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔

اہلِ ایمان کی نصرت

اسی طرح سورۃ الروم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ رُسُلًا اِلٰی قَوۡمِهِمۡ فَجَآءُوۡهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَانۡتَقَمۡنَا مِنَ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَیۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ○ (الروم ۳۰:۴۷) اور ہم نے تم سے پہلے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے۔ پھر جنھوں نے جرم کیا ان سے ہم نے انتقام لیا اور ہم پر یہ حق تھا کہ ہم مومنوں کی مدد کریں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اہلِ ایمان کو اللہ کی نصرت پر یقین تھا۔ قرآنِ عظیم الشان پر

Marfat.com

ان کی نظر سب سے زیادہ گہری اور ان کا فہم سب سے اعلیٰ وارفع تھا۔ اس کا اظہار واعتراف خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارہا کیا جن کے بارے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان کی رائے وحی ربانی کے مطابق ہوتی تھی اور وحی ربانی ان کی رائے کی تائید کرتی تھی: كَانَ رَأْيُهُ مُوَافِقًا بِالْوَحْيِ وَالْكِتَابِ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس نازک موقع پر پورا قرآن تھا۔ انھیں اللہ کے وعدے پر یقین کامل تھا۔ اللہ کا ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (العنکبوت ۶۹:۲۹) جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انھیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے اور یقیناً اللہ نیکوکاروں ہی کے ساتھ ہے۔

قائد المحسنین

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود محسن ہی نہیں، قائد المحسنین تھے۔ ان کی قائدانہ صلاحیتیں اور جرأت واستقامت واقعی اس پائے کی تھی کہ نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا حق وہی ادا کرسکتے تھے۔ لشکر اسامہؓ کے چلے جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑی جرأت مندی کے ساتھ آغاز میں خود فوجی دستوں کی کمان سنبھالی اور کئی قبائل کو عبرت ناک سبق سکھایا۔ علامہ ابن کثیر نے ان قبائل کے نام لکھے ہیں۔ ان میں بنوعبس، بنومُرہ، بنوذبیان اور بنوکنانہ کا تذکرہ کیا ہے۔ علامہ ابن کثیر اور دیگر مورخین یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ مانعین زکوٰۃ نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تو قرآن پاک کی ایک آیت کو اپنے باطل موقف کی حمایت میں پیش کیا۔ یہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۳ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (التوبہ ۹:۱۰۳) اے نبیؐ! تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انھیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انھیں بڑھاؤ اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرو، کیونکہ تمھاری دعا ان کے لیے وجہ تسکین ہوگی، اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ یہ منکرین اس آیت سے یہ منطق نکالتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تو ہمارے لیے وجۂ تسکین ہوتی تھی۔ اس لیے ہم ان کو زکوٰۃ دیتے تھے۔ ان کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں جس کی دعا ہمارے لیے وجۂ تسکین بن سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب شیطان کسی شخص کو گمراہ

Marfat.com

کرتا ہے تو پھر وہ قرآن وسنت کے حوالے دے کر بھی گمراہی کا راستہ ہی اپناتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن میں نماز اور زکوٰۃ کا ایک ساتھ حکم دیا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی واضح طور پر حکم دیا ہے: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ (متفق علیہ)۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ (۱) اللہ وحدہٗ لاشریک کی توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار اور شہادت، (۲) اقامت صلوٰۃ، (۳) زکوٰۃ کی ادائیگی، (۴) حجِ بیت اللہ، (۵) صومِ رمضان۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے: البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۳۱۰-۱۳۱۲)

حفاظتی تدابیر

ان حالات میں جب کئی قبائل نے مدینہ پر حملہ کرنے کے منصوبے بنائے تو خلیفۂ رسولؐ نے مدینہ کی طرف آنے والے تمام راستوں پر چاق وچوبند محافظ مقرر کیے، جو کوئی بھی مدینہ کی طرف بری نیت سے آتا یہ اس کو دبوچ لیتے۔ ان حفاظتی دستوں کے سالاروں میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے کبار صحابہ کرام کے نام ملتے ہیں۔

ابن کثیر البداية والنهاية میں قاسم بن محمد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ قبیلہ اسد، غطفان اور طے کے لوگوں نے طلیحہ اسدی کو اپنا لیڈر مان لیا۔ اسی عرصے میں ان قبائل نے مدینہ پر غارت گری کا پروگرام بنایا۔ آدھے جنگجو ذی حسی کے مقام پر چھوڑے گئے تاکہ وہ پیچھے سے ان کی مدد کے لیے آجائیں۔ محافظوں نے خلیفۂ رسولؐ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ نے پیغام بھیجا کہ کوئی فکر نہ کرو، اپنی جگہ ڈٹے رہو۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد میں موجود اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلے، اونٹوں پر سوار ہوئے اور ان غارت گروں کو مار بھگایا۔ پھر ذی حسی کے

Marfat.com

مقام تک ان کا تعاقب کیا اور سب کو شکست سے دوچار کر دیا۔

خلیفۂ رسول کی پیش قدمی

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بنو عبس، بنو مرہ، بنو ذبیان اور بنو کنانہ کے باغیوں کے خلاف بھی لشکر لے کر نکلے۔ یہ سب لوگ مدینہ کے اردگرد ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ اس مرتبہ ان قبائل نے ایک چال چلی اور وہ یہ تھی کہ جب شکست کھا کر بھاگے تو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے، جہاں ان کے ساتھیوں نے آگ جلا رکھی تھی۔ انھوں نے آگ پہاڑوں سے نیچے کی طرف پھینکنا شروع کی۔ صحابہ کرام کے اونٹ اچانک اس آگ کو دیکھ کر بدک گئے اور منتشر ہو گئے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنے ساتھیوں کو مجتمع کر لیا اور رات کے پچھلے حصے میں خود کمان کرتے ہوئے دشمن کی طرف چل پڑے۔ میمنہ پر نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اور میسرہ پر ان کے بھائی عبداللہ بن مقرن رضی اللہ عنہ اور پچھلے حصے پر ان کے تیسرے بھائی سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ یہ تینوں بھائی بڑے جانباز اور جنگجو تھے۔

عظیم فتح

اس مرتبہ مسلمانوں نے دشمن کو پہاڑوں کے اوپر جا لیا اور ایسا زوردار حملہ کیا کہ طلیحہ اسدی کا بیٹا حبال بن طلیحہ جو ان کی کمان کر رہا تھا پہلے ہلے ہی میں قتل ہو گیا۔ ان کی سواریاں اور دوسرا مال مسلمانوں کو غنیمت میں ملا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھاگتے ہوئے دشمن کا ذوالقصہ تک تعاقب کیا۔ یہ عظیم فتح تھی جس سے دشمنوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور مدینہ کے اطراف میں جمع ہونے والے دشمن رسوا اور ذلیل ہو کر رہ گئے۔ (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۳۱۱-۱۳۱۲)

شکست خوردہ مرتدین کی خباثت

اس ذلت آمیز شکست کے بعد بنو ذبیان اور بنو عبس کے مرتدین نے اپنے قبیلے کے اندر

Marfat.com

ان تمام لوگوں کو شہید کر دیا جو اپنے اسلام پر قائم تھے۔ یہ مردانگی نہیں خباثت تھی۔ نہتے اور پر امن لوگوں کو اپنی شکست کا انتقام لینے کے لیے تہ تیغ کر دینا انتہا درجے کی درندگی ہے۔ اس سفا کی کا علم ہونے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ وہ ہر اس قبیلے کے ان لوگوں کو ضرور قتل کریں گے جنھوں نے مسلمانوں کو ناحق قتل کیا ہے اور بعد میں انھوں نے اپنے اس عہد کو پورا بھی کیا۔

گیارہ جنگی دستے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی حفاظت و دفاع کے لیے اس جرأت مندانہ پیش قدمی اور حکیمانہ پیش بندی کے ساتھ ایک بڑا جرأت مندانہ فیصلہ یہ کیا کہ جہاں جہاں فتنۂ ارتداد نے سر اٹھایا وہاں فوج کشی کا فیصلہ فرمایا۔ تاریخ میں اس حوالے سے گیارہ لشکروں کا تذکرہ ملتا ہے۔ ہر لشکر کا سپہ سالار بہادر اور تجربہ کار صحابی کو مقرر کیا گیا۔ خلیفۂ رسولؐ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اپنے ہاتھ سے ہر ایک کا الگ الگ جھنڈا باندھا اور ان سپہ سالاروں کو زبانی ہدایات کے علاوہ تحریری ہدایات بھی دیں۔ مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر ذوالقصہ کے مقام پر ان دستوں کی تشکیل ہوئی اور وہیں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی اپنی منزل کی جانب روانہ فرمایا اور ان سب کی روانگی کے بعد واپس مدینہ تشریف لائے۔ گیارہ سپہ سالاروں کے نام درج ذیل ہیں:

کمانڈروں کے نام اور ذمہ داریاں

۱۔ حضرت خالد بن ولید، سیف اللہ رضی اللہ عنہ ---- ان کو حکم دیا گیا کہ پہلے بُزاخہ جا کر طلیحہ بن خویلد اسدی سے نبرد آزما ہوں۔ اس کے بعد مالک بن نُویرہ کی سرکوبی کریں۔

۲۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن ہشام ---- ان کو حکم دیا گیا کہ یمامہ جا کر مسیلمہ کذاب اور بنو حنیفہ کی سرکوبی کریں۔

۳۔ حضرت شُرَحبیل بن حَسنہ رضی اللہ عنہ ---- انھیں حکم دیا گیا کہ پہلے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی

Marfat.com

مدد کے لیے بنوحنیفہ کی طرف جائیں اور مسیلمہ کذاب کی سرکوبی سے فارغ ہوکر کندہ اور حضرموت کے مرتدوں کی سرکوبی کریں۔

۴۔ حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ ----انھیں اسود عنسی کے پیروؤں کی سرکوبی کے لیے صنعا جانے کا حکم دیا گیا۔

۵۔ حضرت حذیفہ بن محصن رضی اللہ عنہ ----انھیں عمان جا کر مرتدینِ دبا کو مغلوب کرنے کا حکم دیا گیا۔

۶۔ حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ ----انھیں یمن جا کر اہلِ تہامہ (یمن کے نشیبی علاقے کے مرتدین) سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا۔

۷۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ----انھیں عرب وشام کی سرحد کے قریب آباد بنوقضاعہ وغیرہ کی سرکوبی پر مامور کیا گیا۔

۸۔ حضرت عرفجہ بن ہرثمہ رضی اللہ عنہ ----انھیں اہلِ مہرہ کی سرکوبی پر مامور کیا گیا۔ حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن ابی محصن رضی اللہ عنہ کو یہ حکم بھی دیا گیا کہ دونوں ساتھ ساتھ رہیں۔ جب عمان میں ہوں تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور جب مہرہ میں ہوں تو عرفجہؓ امیر ہوں گے۔

۹۔ حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ----انھیں ملک شام کی سرحد کی طرف حضرت عمرو بن العاص سے بھی اگلے مورچوں پر بھیجا گیا۔

۱۰۔ حضرت طریفہ بن حاجز رضی اللہ عنہ ----انھیں بنوسُلیم اور بنوہوازن کی سرکوبی پر مامور کیا گیا۔

۱۱۔ حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ ----انھیں بحرین کے مرتدوں کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا۔

Marfat.com

تحریری حکم نامے

سپہ سالاروں کو ہدایات

اس موقع پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو تحریری حکم نامے تیار کیے۔ پہلا حکم نامہ اپنے سالاروں کے لیے تھا کہ وہ حملہ کرنے سے پہلے اسے مجمعِ عام میں پڑھ کر سنائیں۔ اگر لوگ اطاعت کے لیے آمادہ ہو جائیں تو بغیر جنگ کیے ان سے معاملات طے کرلیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو پھر باقاعدہ اعلانِ جنگ کر کے ان پر حملہ کریں۔ یہ حکم نامہ سالاروں کے علاوہ اپنے خاص مقرر کردہ نامہ برداروں کو بھی عطا فرمایا اور حکم دیا کہ وہ لشکر کے آگے آگے چلیں اور متعلقہ مقام اور قبیلے کے پاس پہنچ کر وہی ان کو حکم نامہ سنائیں۔ سپہ سالاروں کے لیے لکھا گیا خط:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ ابوبکر خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے --- کے نام (ہر سپہ سالار کا نام الگ الگ لکھا گیا) جسے مرتدین سے لڑنے والی فوج کا امیر بنا کر بھیجا جا رہا ہے۔ یہ منصب اس کو اس شرط پر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے تمام کاموں میں ظاہر و باطن حتی الامکان اللہ سے ڈرتا رہے گا اور اسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ دینِ حق کے اس کام میں جدوجہد کرے اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی ہے اور اسلام سے منحرف ہو کر شیطان سے امیدیں باندھی ہیں ان سے لڑے۔ اتمامِ حجت کے لیے پہلے ان کو اسلام کی طرف بلائے اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو ان سے ہاتھ روک لے اور اگر قبول نہ کریں تو فوراً ان پر یلغار کردے یہاں تک کہ وہ پھر اسلام لے آئیں۔ پھر ان پر اسلام کے جو حقوق و فرائض ہیں وہ انھیں بتائے جائیں اور ان کے جو حقوق اسلام پر ہیں ان

Marfat.com

سے ان کو آگاہ کیا جائے۔ پھر ان پر جو حقوق واجب ہیں وہ ان سے وصول کرے اور ان کے جو حقوق ہیں وہ ان کو دے۔ اس میں کسی قسم کی رو رعایت نہ کرے، نہ مسلمانوں کو اسلام کے دشمنوں سے لڑنے سے روکے۔

پھر جو خدائے عز وجل کے حکم کو ماننے اور اس کا اقرار کرے تو اس کے اقرار کو تسلیم کر لیا جائے اور اچھی طرح اس کی اعانت کی جائے اور جس نے اللہ کے ہاں سے آئی ہوئی شریعت کا اقرار کر کے پھر انکار کیا اس سے ضرور جنگ کی جائے لیکن وہ جب اسلام کی دعوت قبول کر لے اور اس کے بعد اپنے دل میں کچھ پوشیدہ نہ رکھے تو اس پر ہماری طرف سے کچھ مواخذہ نہیں۔ اس کا محاسب اللہ تعالیٰ ہے البتہ جو شخص علانیہ طور پر اسلام کی دعوت رد کر دے، اس سے جنگ کی جائے اور اسے ذلت سے قتل کیا جائے۔ چاہے وہ کہیں ہو اور کہیں بھاگ کر جائے۔ اسلام لانے کے سوا اس کی کوئی دوسری شرط قبول نہ کی جائے۔ جو شخص اسلام کی دعوت قبول کر لے تو اس کے اقرار کو تسلیم کر لیا جائے اور اس کی مدد کی جائے اور جو شخص انکار کرے اس سے جنگ کی جائے۔ پس اگر خدائے عز وجل غلبہ دے تو ہتھیار سے یا آگ سے جس طرح ہو، اللہ کے باغیوں کو ہلاک کر ڈالا جائے اور اللہ تعالیٰ جو مالِ غنیمت دلائے اس میں سے پانچواں حصہ میرے پاس بیت المال میں بھیج کر باقی کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

امیر کو لازم ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو جلد بازی اور باہمی جھگڑے سے باز رکھے۔ کسی غیر اور اجنبی شخص کو جسے مسلمان جانتے پہچانتے نہ ہوں مسلمانوں میں نہ آنے دے اس لیے کہ ممکن ہے وہ دشمن کا جاسوس ہو۔ سفر اور قیام میں مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور میانہ روی اختیار کرے۔ ان کی خبر گیری کرتا رہے۔ ان کے ساتھ خود بھی حسن سلوک اور نرم گفتاری سے پیش آئے اور ان کو دوسروں کے ساتھ بھی ایسا ہی طرزِ عمل اختیار کرنے کی ہدایت کرتا رہے۔

Marfat.com

دوسرا حکم تحریری حکم نامہ بنام مرتدین و باغیان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ مکتوب ابوبکر خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان تمام خاص وعام لوگوں کے نام ہے جن کے پاس یہ خط پہنچے خواہ وہ اسلام پر قائم ہوں یا اس سے پھر گئے ہوں۔ سلامتی ہو ان پر جنھوں نے ہدایت کی پیروی کی اور ہدایت پانے کے بعد ضلالت اور گمراہی اختیار نہیں کی۔ میں تمھارے سامنے اس معبود حقیقی کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ ہم ان تمام چیزوں کا اقرار کرتے ہیں جو آپؐ لے کر آئے اور جو شخص اس سے انکار کرے ہم اسے کافر سمجھتے ہیں اور اس سے جہاد کریں گے۔

تکمیل رسالت

امابعد! اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جانب سے حق کے ساتھ مخلوق کے لیے بشیر ونذیر اور سراج منیر بنا کر بھیجا، تاکہ جو لوگ زندہ ہیں ان کو اللہ کا خوف دلائیں اور منکرین پر اللہ کی حجت تمام کر دیں۔ اللہ نے جس کو توفیق دی اس نے دین حق کو بخوشی قبول کرلیا اور جس نے انکار کیا اور اسلام کے خلاف ہتھیار اٹھائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اچھی طرح سزا دی۔ یہاں تک کہ وہ خوشی سے یا بادل نخواستہ اسلام لے آیا۔ پھر اللہ نے اپنے رسول کو اپنے پاس بلا لیا، مگر آپؐ اللہ کے حکم کو پوری طرح نافذ کر چکے تھے اور جو کچھ آپؐ پر فرض تھا اس کو آپؐ نے اپنی رحلت سے قبل مکمل فرما دیا تھا۔ اللہ نے آپؐ کی وفات کی اطلاع خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام مسلمانوں کو اپنی کتاب میں دے دی تھی۔

اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۝ (الزمر ۳۹: ۳۰) [اے نبی!] تمھیں بھی موت کی وادی میں اترنا ہے اور ان لوگوں کو

Marfat.com

بھی مرنا ہے۔ نیز فرمایا: وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ○ (الانبیاء ۲۱: ۳۴) اور اے نبیؐ، ہمیشگی تو ہم نے تم سے پہلے بھی کسی انسان کے لیے نہیں رکھی ہے، تو تم وفات پا گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے؟

اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر مزید فرمایا: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ○ (آلِ عمران ۳: ۱۴۴) محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ (اللہ کے) ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انھیں وہ اس کی جزا دے گا۔

اَلْحَیُّ الْقَیُّوم خالق کائنات

پس جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتے تھے ان کو جان لینا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرتے تھے تو اللہ ان کا نگران ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے نہ اسے موت ہے اور نہ اسے اونگھ اور نیند آتی ہے۔ وہ اپنے امر کا محافظ ہے اور اپنے دشمن سے پورا پورا انتقام لینے والا ہے۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو۔ جو انعاماتِ ربانی تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اس سے اپنا حصہ حاصل کرو۔ اللہ کے دین پر مضبوطی سے قائم رہو۔ جسے اللہ نے گمراہ کر دیا وہ بالکل گمراہ ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا۔ (الکہف ۱۸: ۱۷) جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے اللہ بھٹکا دے اس کے لیے تم کوئی ولی مرشد نہیں پا سکتے۔

Marfat.com

روشنی سے اندھیروں کی طرف

مجھے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے لوگ اسلام لائے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے بعد اس سے روگردان ہو گئے۔ ان کو یہ جسارت اس لیے ہوئی کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق غلط اندازہ قائم کیا اور شیطان کے بہکاوے اور جال میں آ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ (الکہف ۱۸: ۵۰) یاد کرو، جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنوں میں سے تھا اس لیے اپنے رب کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا۔ اب کیا تم مجھے چھوڑ کر اس کو اور اس کی ذرّیت کو اپنا سرپرست بناتے ہو حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں؟ بڑا ہی برا بدل ہے جسے ظالم لوگ اختیار کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ؕ (الفاطر ۳۵: ۶) درحقیقت شیطان تمھارا دشمن ہے اس لیے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے پیروؤں کو اپنی راہ پر اس لیے بلا رہا ہے کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔ میں نے فلاں شخص کو مہاجرین، انصار اور تابعین باحسان کی جماعت کا (سالارِ لشکر) بنا کر تمھاری طرف بھیجا ہے اور ان کو حکم دیا ہے کہ جب تک وہ اللہ کا پیغام تم تک نہ پہنچا دیں اور اتمامِ حجت نہ کر پائیں تو نہ کسی سے جنگ کریں اور نہ کسی کو قتل کریں۔

پیش کش اور تنبیہ

پس تم میں سے جو شخص ان کی دعوت کو قبول کرے گا اور ان کے کہنے کو مانے گا اور اپنی سرکشی سے باز آ جائے گا اور نیک عمل کرے گا، اس کے قبولِ حق کو تسلیم کر لیا جائے گا اور اس کی ہر طرح مدد کی جائے گی اور جو شخص انکار کرے گا، اس کے متعلق میں نے حکم دیا ہے کہ اس

Marfat.com

سے جنگ کی جائے اور جو قابو میں آجائے تو اس کو حالات کے مطابق عقوبت میں مبتلا کر دیا جائے یا قتل کر کے ختم کر دیا جائے اور اس کے اہل وعیال کو غلام بنا لیا جائے اور اسلام کے سوا کسی بات کو قبول نہ کیا جائے۔ پس جو شخص میرے نمایندے کی بات مان کر اسلام کا اتباع کرے اس کے لیے بہتر ہے اور جو انکار (نافرمانی) کرے اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ خدا کو ہرگز عاجز نہیں کرسکتا۔ میں نے اپنے قاصد کو ہدایت کی ہے کہ وہ تمھارے مجمع میں میرے فرمان کو سنا دے اور تم کو اذان کی طرف بلائے۔ پس مسلمانوں کی اذان سن کر جو لوگ اذان دیں گے، مسلمان ان کی جان اور مال کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں گے اور جو لوگ اذان نہ دیں گے، ان سے اس کی وجہ دریافت کریں گے۔ اگر وہ اس کی معقول وجہ بیان نہ کریں گے تو مسلمان بلا پس وپیش ان سے لڑیں گے اور اگر وہ کوئی معقول وجہ بیان کریں گے تو اسے قبول کرلیں گے اور ان کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جس کے وہ مستحق ہوں گے۔ میں نے اپنے نامہ بروں کو ہدایت کی ہے کہ میری یہ تحریر تم لوگوں کو ہر مجمع میں پڑھ کر سنائی جائے۔ (تاریخ طبری، جز ثالث، مطبع دار المعارف، مصر، ص ۲۴۹-۲۵۲)

Marfat.com

امِ زمل کی بغاوت اور اس کا انجام

خوب صورتی فتنہ بن گئی

ام زمل ایک خاتون تھی جو قبیلۂ فزارہ سے تعلق رکھتی تھی۔ یہ بنوفزارہ کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئی۔ اس کا نام سلمٰی اور اس کی ماں کا نام ام قرفہ فاطمہ بنت ربیعہ بن بدر تھا۔ بنوفزارہ ایک بڑا قبیلہ تھا، جو عرب کے شمال مشرقی حصے میں آباد تھا۔ اونٹ اور بھیڑ بکری بڑی تعداد میں ان کی ملکیت میں تھے۔ اس کے علاوہ ان کے باغات اور فصلیں بھی خوب پیداوار دیتی تھیں۔ اس قبیلے کے لوگوں نے اسلام کے خلاف وقتاً فوقتاً خروج کی کوشش کی۔ جنگ خندق میں بھی قریش کے ساتھ مل کر انھوں نے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا۔ ام زمل کے بارے میں مورخین نے یہ بیان کیا ہے کہ اس کے دل میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف کینہ وعداوت بھری ہوئی تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس کی ماں ام قرفہ کو مدینہ میں قتل کیا گیا تھا۔ اس کے قتل کا واقعہ بھی دل چسپ اور عبرت ناک ہے۔ ام قرفہ اپنی بیٹی سے بھی زیادہ خوب صورت اور ذہین خاتون تھی۔ حسن وجمال بھی اللہ کی عطا ہے۔ اگر انسان سنت رسولؐ کے مطابق اپنے حسن صورت پر اللہ کا شکر ادا کرے اور اس سے حسنِ سیرت بھی طلب کرے تو اللہ بہت خوش ہوتا ہے۔ اگر انسان کا طرزِ عمل اس کے برعکس ہو تو پھر یہ حسن وجمال انسان کی تباہی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ العیاذ باللہ!

شہدائے وادی القریٰ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بنوفزارہ کی طرف بھیجے گئے تھے۔ وادی القریٰ میں بنوفزارہ کے ساتھ ان کا آمنا سامنا ہوا اس موقع پر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

ساتھ بہت تھوڑے سے لوگ تھے، جبکہ بنوفزارہ بڑی تعداد میں تھے اور سب مسلح تھے۔ تمام صحابہ یہاں شہید ہوگئے، خود حضرت زید کو بھی گہرا زخم لگا، مگر وہ زخمی حالت میں ان کے ہاتھوں گرفتار ہونے کی بجائے مدینہ واپس پہنچ گئے۔ بنوفزارہ کی قیادت مردوں کے علاوہ ام قرفہ فاطمہ بنت بدر نے بھی کی تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری رپورٹ دی تو آپ کو اس واقعہ سے سخت افسوس ہوا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے زخم جب مندمل ہوگئے اور وہ ہتھیار اٹھانے کے قابل ہوگئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھی کی سربراہی میں ایک اور مہم بنوفزارہ کی طرف روانہ کی۔

شہدا کا بدلہ

اس مرتبہ مسلمان پوری طرح دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھے۔ بنوفزارہ کو عبرت ناک شکست ہوئی اور ان کے بہت سے جنگجو قتل ہوئے اور باقیوں نے راہِ فرار اختیار کی۔ بہت سارے لوگ گرفتار ہوئے جو جنگی قیدی بنا کر مدینہ لائے گئے۔ ان میں ام قرفہ اور اس کی بیٹی ام زمل بھی تھی۔ ام قرفہ کے جرائم بہت زیادہ تھے۔ اس لیے ان جرائم کی پاداش میں اسے قتل کر دیا گیا، جبکہ ام زمل کو لونڈی بنا لیا گیا۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حصے میں آئی۔ کچھ عرصہ بعد ام المومنین نے اسے آزاد کر دیا۔ جب یہ آزادی کے بعد اپنے قبیلے میں واپس گئی تو اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حسن سلوک کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے اسلام کے خلاف بہت زہر اگلا اور اعلان کیا کہ اپنی ماں کے خون کا بدلہ لیے بغیر وہ چین سے نہیں بیٹھے گی۔ حالات موافق نہیں تھے، اس لیے وہ اندر ہی اندر تیاری بھی کرتی رہی اور اس انتظار میں تھی کہ اسے کب موقع ملے اور وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنائے۔

نمک حرامی کا انجام

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اس کے لیے یہ موقع نکل آیا۔ احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے، مگر خدا سے پھرے ہوئے لوگ کب اس حقیقت کا ادراک کرتے ہیں۔ ایسے نمک

Marfat.com

حرام برے انجام سے بھی جلد ہم کنار ہو جاتے ہیں۔ ام زمل چونکہ ایک خوب صورت، چرب زبان اور ہوشیار عورت تھی اس لیے اس نے عرب میں پھیل جانے والی عمومی بغاوت وارتداد کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا اور کافی لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔ طلیحہ بن خویلد کی شکست کے بعد بہت سارے لوگوں نے تو اسلامی ریاست کی اطاعت قبول کر لی اور دوبارہ داخلِ اسلام ہوئے، جبکہ طلیحہ کے بعض ساتھیوں اور کئی دیگر قبائل کے لوگوں نے ام زمل کے جھنڈے تلے مجتمع ہو کر قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا۔ بہت سارے عرب قبائل نے ارتداد کا راستہ اپنایا تو اس کے قبیلے کے اندر بھی یہ فتنہ پھیلا۔ اس نے بنوفزارہ کے لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اس کا والد مالک بن حذیفہ بنوفزارہ کا سردار تھا، جبکہ مشہور سردار عیینہ بن حصن اس کے چچا کا بیٹا تھا۔ اس کے بھائی بھی قبیلے میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حملہ

مورخین لکھتے ہیں ام زمل کے پاس ایک سدھایا ہوا اونٹ تھا جو اس سے پہلے کئی جنگوں میں استعمال ہوتا رہا تھا۔ یہ اونٹ اسے اپنی ماں سے ملا تھا اسی اونٹ پر سوار ہو کر اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر جنگ لڑی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مختلف مقامات پر کئی قبائل کو شکست دے چکے تھے۔ ان سے شکست کھانے والے تمام لوگ ام زمل سے امیدیں لگائے بیٹھے تھے۔ چنانچہ اس کے گرد ایک بڑا لشکر جمع ہو گیا تھا۔ جب یہ لشکر جنگ کی تیاریاں کر رہا تھا اس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ بزاخہ میں خیمہ زن تھے۔ جب انھیں اطلاع ملی کہ بنوفزارہ پھر جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ بزاخہ سے ان کی طرف لپکے۔ دونوں فوجوں کے درمیان بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ ام زمل اپنے اونٹ پر سوار تھی اور اس کے گرد سو بہادر جنگجو اپنے اونٹوں پر سوار اس کی حفاظت کر رہے تھے۔ ام زمل کی آواز میں جادو تھا اور وہ بلا کی شعلہ نوا خطیب تھی۔ مقفی و مسجع فقرے بول کر فوج کا حوصلہ بڑھاتی رہی جس کے نتیجے میں اس کی فوج بڑی بے جگری سے لڑی۔

Marfat.com

فتنے کا خاتمہ

لڑائی کے دوران مجاہدین ام زمل کی طرف یلغار کرتے، مگر اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے جنگجو انھیں پسپا کر دیتے۔ آخر انھوں نے ایک ایک کر کے ان محافظوں کو قتل کیا اور ام زمل کے اونٹ تک پہنچ گئے۔ ایک صحابی نے بڑی پھرتی سے ام زمل کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں، جس کے نتیجے میں ام زمل اونٹ سے نیچے گر گئی۔ پھر انھوں نے ایک ہی وار سے اسے قتل کر دیا۔ ام زمل کے لشکریوں نے جب یہ منظر دیکھا تو ان پر بدحواسی اور گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ وہ اپنی جانیں بچانے کے لیے میدان جنگ سے بھاگے۔ یوں ام زمل کا یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے زمین بوس ہو گیا۔ اس کا چچازاد عیینہ بن حصن فزاری بعد میں توبہ تائب ہو کر پھر داخلِ اسلام ہو گیا۔ (ابو بکر، سیرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، از محمد حسین ہیکل، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ص ۱۹۴-۱۹۶)

Marfat.com

بنو تمیم کا خروج

باوسائل قبیلہ

جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مشرق میں ایک بڑا قبیلہ بنو تمیم تھا۔ اس قبیلے کے لوگ بڑی خوبیوں کے مالک سمجھے جاتے تھے۔ بہادری و فیاضی کے علاوہ خوب صورت شعر و شاعری اور فصاحت و بلاغت میں بھی ان کا پلہ بہت بھاری تھا۔ ہر دور میں ان کے شعرا و خطبا اپنے قبیلے کے مفاخر بیان کیا کرتے تھے۔ آبادی کے لحاظ سے بھی یہ قبیلہ بڑا تھا اور ان کے پاس وسیع قطعات اراضی اور چراگاہیں بھی تھیں۔ بنو حنظلہ، بنو مالک، بنو یربوع اور بنو دارم اسی قبیلے کی معروف شاخیں تھیں۔ بہت سارے صحابہ کا تعلق بھی ان قبائل سے تھا۔ اس قبیلے میں بت پرستی، آتش پرستی اور عیسائیت کے مذاہب پائے جاتے تھے۔ ان کی سرحدیں ایرانی سلطنت سے جا ملتی تھیں۔

حقیقی ایمان

فتح مکہ کے بعد جو وفود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں بنو تمیم قبیلے کے وفود بھی تھے۔ دراصل جزیرہ نمائے عرب میں قریش کی شکست کے بعد یہ سب قبائل فطری طور پر مدینہ کی اسلامی ریاست سے مرعوب ہو گئے اور اپنی وفاداری اور قبول اسلام کا اعلان کیا، مگر ان کی نہ تربیت ہوئی تھی نہ اسلام ان کے اندر ابھی تک پوری طرح داخل ہوا تھا۔ سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے اسی جانب اشارہ کیا ہے: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحجرات ۴۹:۱۴) یہ بدوی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ ان سے

Marfat.com

کہو، تم ایمان نہیں لائے، بلکہ یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے۔ ایمان ابھی تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرماں برداری اختیار کرلو تو وہ تمھارے اعمال کے اجر میں کوئی کمی نہ کرے گا، یقیناً اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔

بغاوت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور ہی میں اس قبیلے کے غیر مسلموں نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا، مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف ایک فوج بھیجی تو یہ بامر مجبوری جزیہ دینے پر راضی ہوئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوتمیم کی مختلف شاخوں میں اپنے نمایندے مقرر کیے جو وہاں کے مقامی امیر تھے۔ زیادہ تر یہ امرا ان قبائل کے مسلمانوں ہی میں سے مقرر کیے گئے تھے۔ بنوثعلبہ بن یربوع کا سردار مالک بن نویرہ (جس کا تذکرہ قدرے تفصیلاً آگے آئے گا) بھی انھی امرا میں سے تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر اس علاقے میں پہنچی تو یہ قبائل دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ کچھ لوگ جو مخلص مسلمان تھے، انھوں نے کہا کہ ہم تو خلیفہ رسول کی اطاعت کریں گے، جبکہ اکثریت نے انکار کر دیا۔ اس کے نتیجے میں بہت سے مخلص مسلمان شہید بھی ہوئے، جس کی اطلاع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ بہت غم زدہ ہوئے اور انھوں نے عہد کیا کہ وہ ان قاتلوں سے مظلوم مسلمانوں کے خون کا بدلہ ضرور لیں گے۔

مدعیۂ نبوت

جب بنوتمیم بغاوت کا اعلان کر چکے تو ایک طالع آزما عورت سجاح بنت حارث بھی اس علاقے میں آ پہنچی۔ یہ عراق کے خطے الجزیرہ سے تعلق رکھتی تھی، جو قبیلہ بنوتغلب کی چشم و چراغ تھی۔ یہ واحد خاتون ہے کہ جس نے دیگر جھوٹے مدعیان نبوت کے ساتھ اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ یہ اپنے قبیلے کی مشہور کاہنہ تھی۔ اس کے ساتھ بہت ذہین و شاطر بھی تھی۔ بنوتمیم کے باہمی اختلافات سے فائدہ اٹھا کر اس نے اس قبیلے میں اپنے پنجے گاڑ لیے۔ شروع میں تو بنوتمیم نے باہمی جنگ و قتال کے باوجود قبیلہ بنوتغلب کی اس اجنبی عورت اور اس کے حامیوں کو پسندیدگی کی

Marfat.com

نظر سے نہ دیکھا۔ لیکن سجاح نے بڑی ہوشیاری سے مالک بن نویرہ کو جو خود بھی انتہائی ذہین، خوب صورت، بہادر اور شعلہ نوا خطیب تھا اپنے شیشے میں اتار لیا۔ اس نے کہا: میرا ارادہ تمھارے ساتھ جنگ کرنے کا نہیں ہے۔ میں تمھاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے لیے آئی ہوں اور میرا ارادہ یہ ہے کہ تم جو مشورہ دو گے میں اس پر عمل کروں گی۔ اس پر مالک بن نویرہ نے اسے خوش آمدید کہا اور ساتھ ہی یہ تجویز پیش کی کہ وہ اس کے ساتھ مل کر مدینہ پر چڑھائی کرے۔ سجاح نے اس کی اس بات کو قبول کر لیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا عزم جہاد

تھوڑے ہی عرصے کے بعد سجاح نے یمامہ کا رخ کیا اور وہاں مسیلمہ کذاب کے ساتھ معاملات طے کر لیے۔ نویرہ اور اس کی قوم کے لوگ بطاح میں مقیم تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بزاخہ میں مرتدین اور باغیانِ اسلام کو شکست دے کر اس علاقے سے ان کا صفایا کر چکے تھے۔ اس دوران انھوں نے ارادہ کیا کہ اب بنو تمیم پر چڑھائی کی جائے۔ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے انھیں اس سے روکا اور کہا کہ امیر المومنین کا حکم یہی تھا کہ ہم بزاخہ کے باغیوں کا مقابلہ کریں، مگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بڑے عزم کے ساتھ کہا کہ میں تمھارا امیر ہوں اور اسلام دشمنوں کا خاتمہ میری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ انصار کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ انصار نے پھر آپس میں مشورہ کیا اور طے پایا کہ واقعی اس جہاد سے پیچھے رہنا مناسب نہیں ہے۔ مالک بن نویرہ کے مقابلے پر ہمیں خالد رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینا چاہیے۔ چنانچہ ایک قاصد کے ذریعے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس فیصلے کی تحسین کی اور انھیں تسلی ہوگئی کہ انصار بھی ان کی فوج میں شامل ہوں گے تو دشمن کا مقابلہ آسان ہو جائے گا۔ وہ انصار کے انتظار میں رک گئے۔ جب وہ آ پہنچے تو لشکر آگے روانہ ہوا۔

مالک بن نویرہ کی جنگی چال

مالک بن نویرہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر کی آمد کا پتا چلا تو اس نے ایک جنگی چال چلی۔

Marfat.com

اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ اے بنی یربوع! ہماری حالت اب ایسی ہے کہ ہم آنے والی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ نہ کرسکیں گے۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ جنگلوں، ٹیلوں، پہاڑوں اور وادیوں میں منتشر ہوجاؤ۔ جب خالد کی فوج یہاں پر پہنچے گی تو وہ سمجھیں گے کہ ہم ان کی اطاعت کرچکے ہیں۔ اس لیے یہاں ہمارا کوئی مسلح اکٹھ موجود نہیں ہے۔ اس منصوبے کے مطابق وہ خود بھی روپوش ہوگیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ مالک بن نویرہ کے قبیلے کا جو شخص بھی ملے اس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی جائے، جو قبول کرلیں ان سے کوئی باز پرس نہ کی جائے اور جو انکار کریں انھیں قتل کردیا جائے۔

خلیفۂ رسول ﷺ کی ہدایات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہدایات دی تھیں کہ جس بستی میں جاؤ وہاں اذان پڑھو۔ اگر اہلِ بستی کی طرف سے بھی اذان کی آواز آئے تو سمجھو کہ وہ مسلمان ہیں۔ بعض روایات کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ بہرحال یہ ایک طویل بحث ہے جس پر قدیم مورخین نے بھی بہت کچھ لکھا ہے، مگر ہم اختصار کے ساتھ یہ واقعہ ریکارڈ پر لانا چاہتے ہیں۔

مالک بن نویرہ کی گرفتاری اور قتل

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ مالک بن نویرہ بہت قابل اور ذہین آدمی ہے۔ اس لیے انھوں نے حکم دیا کہ مختلف سمتوں میں چھوٹے چھوٹے دستے جائیں اور جہاں بھی مالک بن نویرہ ملے اسے گرفتار کرکے لے آئیں۔ چنانچہ مالک بن نویرہ چند ساتھیوں سمیت گرفتار ہوگیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اسے پیش کیا گیا تو دونوں کے درمیان سوال و جواب ہوئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس سے زکوۃ کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں نماز تو ادا کرتا ہوں لیکن زکوۃ کی فرضیت کا میں قائل نہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز اور زکوۃ میں فرق کرنے والے کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ مالک بن نویرہ نے جواب دیا: ان صاحبکم کان یزعم ذلک۔ ہاں تمھارے صاحب [نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم] کا یہی خیال تھا۔ حضرت

Marfat.com

خالد رضی اللہ عنہ کو اس جواب میں کھلی گستاخی نظر آئی۔ انھوں نے فرمایا: أھو صاحبنا ولیس بصاحبک؟ کیا وہ ہمارے صاحب تھے، تمھارے نہیں؟ (اشارہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا)۔ پھر آپ نے اس سے کہا کہ اگر زکوٰۃ دینے سے انکار کرو گے تو واجب القتل قرار پاؤ گے۔ مالک نے اس پر بھی عجیب جواب دیا۔ أبذلک امرک صاحبک؟ یعنی کیا تمھارے صاحب نے تمھیں یہی حکم دیا ہے؟ اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور انھوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کرنے کے لیے ضرار بن ازور کو حکم دیا: یَاضَرَارُ اِضْرِبْ عُنُقَهٗ۔ اے ضرارؓ اس کی گردن مار دو۔ چنانچہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ (البدایۃ والنھایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۳۱۷)

مالک بن نویرہ کی بیوہ سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندگی بھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی وجہ سے ان سے ناراض رہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خلیفۂ اول کے سامنے جا کر اپنی وضاحت پیش کی تو انھوں نے بھی اگرچہ ناراضی کا اظہار تو کیا تھا، تاہم حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے عذر کو قبول کر کے انھیں معاف کر دیا۔ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ انھوں نے بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے سخت تنقید کی۔ مالک بن نویرہ کے قتل تک تو معاملہ اجتہادی نوعیت کا ہے، مگر اس سے اگلا جو مرحلہ ہے وہ قدرے پریشان کن ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کی بیوہ ام تمیم بنت منہال سے نکاح کر لیا۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ام تمیم سے عدت گزرنے سے پہلے ہی نکاح کر لیا، جب کہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ نکاح اس وقت کیا جب وہ اپنی عدت پوری کر چکی تھی اور نکاح سے پہلے باقاعدہ اسے پیغام دیا، جسے ام تمیم نے قبول کر لیا۔ (البدایۃ والنھایۃ، محولہ بالا، ص ۱۳۱۷)

Marfat.com

حضرت متمم بن نویرہ: ایک بھائی صحابی رسولؐ اور دوسرا مرتد

متمم بن نویرہ مالک بن نویرہ کے بھائی تھے لیکن مالک جو حسین وجمیل تھا، کے برعکس ان کی شکل وصورت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ کسی جاہلی جنگ میں ان کی ایک آنکھ بھی ضائع ہوگئی تھی۔ ایک مرتبہ کسی عرب قبیلے نے چھاپہ مار کر متمم بن نویرہ کو گرفتار کرلیا اور اپنے ہاں لے جاکر رسیوں سے جکڑ دیا۔ مالک بن نویرہ کو اطلاع ملی تو اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر اس قبیلے میں چلا گیا۔ لوگوں سے گھل مل کر باتیں کرتا رہا اور اس انداز سے ان کو بے حد متاثر کیا۔ وہ لوگ اس کی شخصیت سے مسحور ہوگئے۔ پھر جب ان کو بتایا کہ متمم میرا بھائی ہے، میں اس کو چھڑانے کے لیے آیا ہوں، تو انھوں نے بغیر کسی حیل وحجت اور فدیے کے مطالبے کے متمم کو چھوڑ دیا۔ مورخین کے مطابق مالک غیر معمولی صلاحیتوں اور ذہانت وفراست کا مالک تھا۔ اس کے ساتھ از حد وجیہہ اور بارعب شخصیت بھی رکھتا تھا۔ اس کے بھائی حضرت متمم اگرچہ ظاہری حسن وجمال نہیں رکھتے تھے، مگر ذہانت میں ان کی بھی کئی مثالیں تاریخ میں مذکور ہیں۔ پھر یہ مقام تو بہت ہی بلند ہے کہ وہ درجۂ صحابیت پر فائز تھے اور فتنے میں مبتلا ہونے کی بجائے اسلام پر ثابت قدم بھی رہے۔

فطری صدمہ

اوپر بیان کردہ واقعہ اسیری ورہائی کی طرح ایک مرتبہ بنوتغلب کے لوگوں نے بھی متمم کو قید کرلیا تھا۔ ان کے پاس بھی جب مالک پہنچا اور گفتگو کی تو وہ اتنے متاثر ہوئے کہ اس کے بھائی کو عزت واحترام کے ساتھ اس کے سپرد کردیا۔ دونوں بھائیوں میں بے پناہ محبت تھی۔ ظاہری لحاظ سے دونوں میں کافی فرق تھا۔ دنیوی حسن وخوبصورتی میں مالک بہت فائق تھا لیکن باطنی لحاظ سے متمم بہت بلند وبالاشان کے مالک ہیں، کیونکہ فتنوں کے باوجود اللہ نے انھیں ایمان پر ثابت قدمی بخشی اور وہ صحابہ کی صف میں شامل رہے۔ انھیں بھی اس بات کا گلا تھا کہ ان کے بھائی کو قتل کرنے میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عجلت اور زیادتی کی ہے۔ تاہم وہ سمجھتے تھے کہ ان کے بھائی کے قتل کا جواز موجود تھا۔ فطری صدمہ جو اتنے قابل بھائی کے قتل پر ہوسکتا تھا وہ تو ان کے اندر

Marfat.com

زندگی کے آخری دم تک موجود رہا لیکن خود انھوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ان کا بھائی جاہلی موت مرا ہے۔

کلامِ دردناک واثر انگیز

حضرت متمم بن نویرہ نے تعلقات اخوی کے تحت اپنے بھائی کے لیے جذبات میں ڈوبے ہوئے مرثیے لکھے، جنھیں سن کر ہر شخص اشک بار ہو جایا کرتا تھا۔ تواریخ میں بہت طویل مرثیے لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ ایک مرثیے میں وہ کہتے ہیں:

وَكُنَّا كَنَدْمَانَي جُذَيْمَةَ بُرهةً
مِنَ الدَّهْرِ حَتَّى قِيْلَ لَنْ يَّتَصَدَّعا
وَعِشْنَا بِخَيْرٍ مَا حَيِيْنَا وَقَبْلَنَا
أَبَادَ الْمَنَايَا قَوْمَ كِسْرَى وَتُبَّعا
فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّي وَمَالِكًا
لِطُوْلِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعَا

ہم طویل عرصہ بنو جذیمہ کے دو مے نوش ساتھیوں کی طرح ایک ساتھ رہے۔ (ہم ایک دوسرے سے کبھی بچھڑے ہی نہ تھے) یہاں تک کہ یہ زبان زد عام ہو گیا کہ (یہ دونوں بھائی) کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ ہم جب تک زندہ رہے خیریت سے رہے، مگر موت سے کس کو رُستگاری ہے۔ ہم سے پہلے موت نے کسریٰ اور تُبّع کی قوموں کو بھی ہلاک کر دیا تھا۔ جب ہمارے درمیان جدائی ہو گئی تو ہائے افسوس یوں لگا جیسے میں نے اور مالک نے ایک رات بھی اکٹھے بسر نہیں کی۔

ایک اور مرثیے میں متمم نے اپنے درد و حسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

لَقَدْ لَامَنِيْ عِنْدَ الْقُبُوْرِ عَلَى الْبُكَا
رَفِيْقِيْ لِتَذْرَافِ الدُّمُوْعِ السَّوَافِكِ
وَ قَالَ أَتَبْكِيْ كُلَّ قَبْرٍ رَأَيْتَهُ

Marfat.com

لِقَبرٍ ثَوَی بَیْنَ اللَّوٰی فَالدَّکَادِکِ
فقلتُ لَهُ اِنَّ الأسَی یَبعَثُ الأسَی
فَدَعنِی فَهٰذا کُلُّهُ قَبرُ مالِکِ

میرے دوست نے مجھے ملامت کی کہ میں جس قبر کو بھی دیکھتا ہوں بے ساختہ اور زار و قطار رونا شروع کر دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگا کیا دنیا کی ہر قبر پر تو یونہی آنسو بہائے گا، اس ایک قبر کی خاطر جو لویٰ اور دکادک کے درمیان (ویران پڑی ہے)؟ میں نے اس سے کہا (کم عقل تجھے کیا معلوم) غم کی ہر چوٹ اس صدمے کا ہر منظر اور اصل غم کو تازہ کر دیتی ہے۔ تم اپنے کام سے کام رکھو، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ کرۂ ارض پر ہر قبر مجھے مالک کی قبر نظر آتی ہے۔ (البدایة والنھایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۳۱۷-۱۳۱۸)

دو عظیم بھائی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متمم سے اس کے بھائی کے مرثیے سنے تو بہت متاثر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی صحابی تھے اور دونوں بھائیوں کے درمیان مثالی محبت تھی۔ دونوں کا بڑا مقام و مرتبہ ہے اور دونوں شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ ایک کو محرابِ رسول میں شہادت نصیب ہوئی، جبکہ دوسرے ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت پر قربان ہو گئے۔ جنگ بدر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت کوشش کی کہ اپنی زرہ ان کو دے دیں، مگر انھوں نے کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! جس طرح تمھیں اپنے لیے شہادت عزیز ہے اور یہ بات بھی کہ تمھارا بھائی محفوظ رہے، اسی طرح میں بھی شہادت کا متمنی ہوں اور میری بھی خواہش ہے کہ تمھیں کوئی زک نہ پہنچے۔ دونوں بھائیوں نے زرہ استعمال ہی نہیں کی تھی اور جنگ میں خوب جوہر دکھائے، مگر اللہ نے ان دونوں کو محفوظ رکھا۔ حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کے مقابلے پر لڑی جانے والی جنگ میں علم بردار تھے اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔

Marfat.com

اطمینان بخش تعزیت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بھائی کی جدائی کا بڑا صدمہ تھا۔ انھوں نے حضرت متمم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم میرے بھائی کے لیے بھی ایسا ہی ایک مرثیہ لکھو۔ اس پر انھوں نے جواب دیا کہ امیر المومنین! اگر میرا بھائی بھی اسی طرح موت کی وادی میں اترا ہوتا، جس طرح آپ کا بھائی شہادت کی خلعت پہن کر رخصت ہوا ہے تو میں اپنے بھائی کے لیے کبھی مرثیہ نہ لکھتا۔ (شہدا کے مرثیے نہیں لکھے جاتے کیونکہ وہ زندہ ہیں)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے بھائی کی جدائی پر متمم سے بہتر کسی نے میرے ساتھ تعزیت نہیں کی اور نہ ہی کسی کی تعزیت نے مجھے وہ تسلی بخشی جو متمم کی بات سے مجھے حاصل ہوئی۔ حضرت متمم رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کے قتل کے بعد کافی عرصہ زندہ رہے۔ شدت غم اور کثرت بکا سے ان کی آنکھوں کی بینائی ختم ہو گئی تھی۔ (اسد الغابة، اردو ترجمہ، مکتبہ خلیل، لاہور، ج ۱، ص ۲۷۷-۲۷۳ اور ج ۳، ص ۱۰۱-۱۰۲)۔

قارئین! سچی بات یہ ہے کہ میں نے جب بھی حضرت متمم رضی اللہ عنہ کے اپنے بھائی کی جدائی اور غم میں لکھے ہوئے مرثیے تاریخ کے صفحات میں پڑھے ہیں، خود میری آنکھوں میں آنسو آ گئے ہیں۔ یہ سطور لکھتے ہوئے بھی میری آنکھیں اشک بار ہیں۔ کلام میں زور بیان اور تاثیر زیادہ ہے۔ پھر حضرت متمم رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جو بات کہی اس میں کتنی عظمت اور دانائی ہے!

......❀......❀......❀......

Marfat.com

مرتدینِ بحرین کا انجام

منذر بن ساویٰ کا قبولِ اسلام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم بحرین کو اپنی زندگی میں خط لکھا تھا۔ اس زمانے میں حاکمِ بحرین نے اسلام کے بارے میں سوچ بچار تو کی، مگر حکومتِ ایران کی اسلام دشمنی کی وجہ سے خاموش رہا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو فتح کر چکے تو بحرین کا حاکم منذر بن ساویٰ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرتے ہوئے اسلام میں داخل ہو گیا۔ یہ ایرانی حکومت کے ماتحت تھا، مگر نسلاً عرب تھا۔ بحرین میں عرب اکثریت میں تھے، جو مشرکین تھے، مگر ان کے ساتھ ایرانی الاصل آبادی بھی خاصی تھی جو مجوسی اور آتش پرست تھے۔

بحرین میں فتنۂ ارتداد

حضرت منذر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بعد عرب تو تقریباً سارے کے سارے داخلِ اسلام ہو گئے۔ البتہ مجوسیوں نے اپنے مذہب کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ منذر ایک اچھا انسان تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے دنوں ہی میں اس کی بھی وفات ہو گئی۔ وہ آخر دم تک اسلام پر قائم رہا۔ اب ایک جانب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد پورے عرب اور گردونواح میں فتنے پھیلے، دوسری جانب حضرت منذر رضی اللہ عنہ کی وفات سے بھی بحرین کی غیر مسلم آبادی جری ہو گئی۔ ایران کا بادشاہ کسریٰ بھی ان کی پشت پناہی کر رہا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اِکا دکا لوگوں کو چھوڑ کر باقی لوگوں نے ارتداد کی راہ لی۔ اس علاقے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی جو مدینہ میں آپؐ سے تعلیم بھی حاصل کرتے رہے تھے، بھی موجود تھے۔ ان کا نام

Marfat.com

حضرت جارود رضی اللہ عنہ بھی بیان ہوا ہے اور حضرت بشر رضی اللہ عنہ بھی۔

قبیلہ عبدالقیس کی سعادت

جارود بن عمرو رضی اللہ عنہ کا تعلق ایک بڑے قبیلے سے تھا جو عبدالقیس کے نام سے مشہور تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر فتنہ پردازوں نے کہا: **لَوْ كَانَ مُحَمَّدٌ نَبِيًّا مَا مَاتَ** یعنی اگر محمدؐ اللہ کے نبی ہوتے تو ان پر موت وارد نہ ہوتی۔ اس موقع جارود بن عمرو بن معلی رضی اللہ عنہ نے سب لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے ایک بہت موثر خطبہ دیا۔ انھوں نے فرمایا: اے بنی عبدالقیس! کیا تمھیں علم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی اللہ کے نبی دنیا میں آئے۔ انھوں نے کہا: ہاں۔ انھوں نے پوچھا: آج وہ کہاں ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا: ماتوا یعنی وہ سب فوت ہو چکے ہیں۔ اس پر حضرت جارود نے فرمایا: **فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ كَمَا مَاتُوْا، وَاِنِّىْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ** ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح وصال فرما گئے جس طرح پہلے انبیا کا وصال ہوا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت جارود رضی اللہ عنہ کا خطبہ اتنا موثر تھا کہ عبدالقیس کے تمام لوگ اسلام کی طرف پلٹ آئے اور فتنوں کے درمیان بھی اللہ نے انھیں ثابت قدمی عطا فرمائی، مگر اس قبیلے کے علاوہ بحرین کے باقی لوگوں نے بغاوت کر دی۔

حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کی آمد

جیسا کہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فتنے کے خاتمے کے لیے مشہور صحابی حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو ایک فوج کے ساتھ بھیجا۔ حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے جو صاحبِ علم بھی تھے اور زہد و تقویٰ میں بھی بلند مقام کے حامل تھے۔ ان کے بارے میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرح مستجاب الدعوات تھے۔ وہ اپنے لشکر کے ساتھ جب بحرین کے علاقے میں پہنچے تو حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ بھی کافی ساز و سامان لے کر ان کی

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہو گئے۔

مصائب میں ثابت قدمی

شام کے وقت ایک مقام پر پڑاؤ ڈالنے کا فیصلہ ہوا، مگر بدقسمتی یہ ہوئی کہ جونہی مجاہدین اپنے اونٹوں سے اترے ان کے اونٹ کسی چیز سے بدکے اور سب کے سب بھاگ کر آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ اونٹوں کے اوپر ہی سارا زادِ سفر اور بیش تر اسلحہ تھا۔ اب صورت حال یہ تھی کہ مجاہدین کے پاس سوائے اپنے تن کے کپڑوں کے کچھ نہ رہا۔ لوگ سخت پریشان ہوئے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے سب لوگوں کو بلند آواز سے پکار کر کہا: اَیُّھَاالنَّاسُ، اَلَسْتُمُ الْمُسْلِمِیْنَ؟ اَلَسْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ؟ اَلَسْتُمْ اَنْصَارَ اللّٰہِ؟ قَالُوْا: بَلٰی، قَالَ: فَأَبْشِرُوْا، فَوَاللّٰہِ لَا یَخْذُلُ اللّٰہُ مَنْ کَانَ فِیْ مِثْلِ حَالِکُمْ یعنی اے لوگو! کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ کیا تم اللہ کے راستے میں نہیں نکلے؟ کیا تم انصار اللہ نہیں ہو؟ سب نے جواب دیا: کیوں نہیں، یہ ساری صفات ہمارے اندر موجود ہیں۔ انھوں نے فرمایا: پھر تمھیں خوش خبری ہو۔ خدا کی قسم جب کوئی قوم تمھاری صفات کی حامل ہو تو اللہ اسے کبھی رسوا نہیں کرتا اور نہ ہی بے یارومددگار چھوڑتا ہے۔ قائد کی بڑی نازک ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ مشکل وقت اور مصائب کی یلغار کے سامنے ڈٹ جانا بڑا مشکل کام ہوتا ہے، مگر اللہ پر ایمان مضبوط اور توکل غیر متزلزل ہو تو ایسی مشکلات میں ایمان و حوصلہ اور بڑھ جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی بہت مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ بڑے صاحب عزیمت صحابی تھے۔

اللہ کی نصرت

اس مشکل گھڑی میں سالار کے ایمان افروز خطاب اور اللہ پر اعتماد سے بھرپور توکل کی مثال نے سپاہ کو بڑا حوصلہ بخشا چنانچہ تمام لوگوں کو حضرت علاء رضی اللہ عنہ کی باتوں سے یک گونہ اطمینان ہوا۔ رات یہیں گزری، طلوعِ سحر کے وقت اذان دی گئی تو لوگوں کو حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے نمازِ فجر پڑھائی۔ سب لوگوں کو اس روز تیمم کے ساتھ نماز ادا کرنا پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت

Marfat.com

علاء رضی اللہ عنہ کے قول کو سچ ثابت کیا۔ لوگ نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ انھوں نے دیکھا ان کے تمام اونٹ پورے ساز و سامان کے ساتھ قطار باندھے ان کی طرف چلے آ رہے تھے۔ اسی دوران سورج کی کرنیں نمودار ہوئیں تو کچھ فاصلے پر ایسے نظر آیا جیسے سراب ہو، مگر حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پانی ہے۔ چلو اس کے پاس چل کر سیراب ہو جاؤ۔ لوگ گئے تو واقعی وہ صاف اور میٹھے پانی کی ایک جھیل تھی۔

عظیم الشان فتح

یہ ساری وہ چیزیں تھیں جو اہلِ ایمان نے اس سفر کے دوران اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور یہ مجاہدین جتنا عرصہ زندہ رہے، بعد کے ادوار میں بھی اپنی مجالس میں ان کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ یہی نہیں کئی مزید کرامات بھی ظاہر ہوئیں۔ ایک مقام پر رات آ گئی تو وہاں پر صحابہ رضی اللہ عنہم مقیم ہو گئے۔ رات کا کچھ حصہ بیتا تو کہیں قریب سے شور و شغب کی آوازیں آئیں۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے کون اس جانب جائے گا اور حقیقت کی خبر لے کر آئے گا؟ حضرت عبداللہ بن حذف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ خدمت سرانجام دوں گا۔ جب وہ اپنے لشکر سے نکل کر آوازوں کی جانب گئے تو دشمن کے لشکریوں کو ایک قلعے کے باہر پایا۔ وہ شراب کے نشے میں دھت تھے اور ان کے پہنچنے تک چند ایک کے سوا سب کے سب مدہوش پڑے تھے۔ قلعے کے اندر بھی جنگجو موجود تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حالات معلوم کر کے خاموشی سے واپس پلٹ آئے اور اپنے سپہ سالار کو رپورٹ دی۔ انھوں نے حکم دیا کہ ابھی ان پر حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس حملے میں دشمن کا بھاری جانی نقصان ہوا، ان میں سے چند ایک ہی بھاگنے میں کامیاب ہو سکے۔ مسلمانوں میں سے کچھ جواں مرد قلعے کی دیواریں پھاند کر اندر داخل ہوئے اور قلعے کے دروازے کھول دیے۔ قلعے کے اندر بھی بہت سارے دشمن مارے گئے جبکہ کچھ لوگ پچھلے دروازوں سے نکل کر بھاگ گئے۔ اس جنگ میں بہت بڑی مقدار میں مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت کا خمس مدینہ

Marfat.com

روانہ کیا اور باقی مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

سمندر نے راستہ دے دیا

جس مقام پر یہ مقابلہ ہوا اس کا نام جواث بیان ہوا ہے۔ یہاں سے بھاگنے والے کشتیوں کے ذریعے جزیرے کو عبور کر کے دارین کے مقام پر چلے گئے۔ یہاں کی عیسائی آبادی بھی اسلام دشمن تھی۔ ان مرتدین کے ساتھ مل کر انھوں نے بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی خوب تیاری کی۔ اس عرصے میں حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے پورے علاقے کے بارے میں معلومات جمع کر لیں اور دارین پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ دارین کی طرف بڑھے تو راستے میں سمندر کو حائل پایا۔ مسلمانوں کو اپنے گھوڑے اور اونٹ وغیرہ سمندر میں ڈالنے میں کچھ تردد ہوا۔ حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں لکھا ہے کہ اس موقع پر حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ سب لوگ یہ دعا پڑھتے ہوئے میرے پیچھے پیچھے سمندر میں داخل ہو جاؤ۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ لَااِلٰہَ غَیْرُکَ، وَالْبَدِیْعُ لَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ، وَالدَّائِمُ غَیْرُ الْغَافِلِ، وَالْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ، وَخَالِقُ مَا یُرٰی وَمَالَا یُرٰی، وَکُلَّ یَوْمٍ اَنْتَ فِیْ شَاْنٍ، وَعَلِمْتَ اَللّٰھُمَّ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا۔

اے اللہ تو رحمٰن ورحیم ہے۔ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ تو ہر چیز کو عدم سے وجود بخشنے والا ہے، کوئی چیز تجھ سے پہلے نہیں ہے، تو ہمیشہ سے ہے (اور ہمیشہ رہے گا)۔ تو ہر چیز کو جانتا ہے کسی چیز سے بے خبر نہیں۔ تو حی وقیوم ہے، جس کے لیے موت اور فنا نہیں۔ جو چیز نظر آتی ہے اور جو پوشیدہ ہے، ہر ایک کا تو ہی خالق ہے۔ ہر روز تیری شان عظیم ہوتی ہے اور اے اللہ تجھے ہر چیز کا علم ہے۔

اسلام کا معجزہ

اس علاقے کا ایک راہب مسلمان ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تجھے کس چیز نے اسلام پر مائل کیا؟ اس نے مندرجہ بالا کلمات سنائے اور کہا کہ سحری کے وقت میں نے فضا میں یہ دعائیہ

Marfat.com

کلمات سنے۔ مجھے علم ویقین حاصل ہو گیا کہ ان لوگوں کی امداد اللہ کے فرشتے کر رہے ہیں۔ امام ابن کثیر کے بقول یہ اپنے اسلام میں بہت پختہ ثابت ہوا اور اکثر لوگ اس سے یہ واقعہ سنا کرتے تھے۔ (البدایة و النہایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۳۲۲)

خدا کی قدرت تمام مسلمان سمندر کو اس طرح عبور کر گئے جیسے ریت پر سے گزرتے ہیں۔ دارین میں مسلمانوں اور مرتدین وعیسائیوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا جو ایک رات دن جاری رہا۔ بالآخر مرتدین ونصاریٰ کو عبرت ناک شکست ہوئی۔ ان کے چھ ہزار سوار اور دو ہزار پیادے مارے گئے اور باقی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔

خوش خبری کا پیغام دربارِ خلافت میں

اس عظیم الشان واقعہ پر ایک مجاہد حضرت عفیف بن المنذر نے اشعار لکھے، جن میں سے دو اشعار البدایہ والنہایہ سے ہم نقل کر رہے ہیں:

اَلَمْ تر ان اللّٰہ ذلَّل بحرَہُ
وانزل بِالْکُفّار اِحدی الجلائل
دَعَونا الذی شقَّ الْبِحَارَ فَجَاءَنَا
بِاَعْجَبَ مِنْ فَلَقِ الْبِحارِ الأوائِلِ

(اے مخاطب) کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سمندر کو کس طرح (ہمارے لیے) مطیع فرمان کر دیا اور کفار کے اوپر ایک بڑا عذاب نازل فرما دیا۔

ہم نے اس ذات کو پکارا جو سمندروں کو پھاڑ دیتی ہے۔ ہمارے رب نے ہماری دعا پر ہمیں معجزہ دکھایا اور سمندر یوں پھٹا کہ یہ اس سے قبل سمندر پھٹنے کے تاریخی واقعات سے بھی عجیب تر تھا۔

اس عظیم الشان فتح کے بعد حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے بحرین کو مراجعت کی اور وہاں پہنچ کر

Marfat.com

اسلامی نظام پوری طرح بحال کر دیا۔ پھر انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک خط روانہ کیا، جس میں تمام حالات تفصیل کے ساتھ لکھے۔ یہ خط پا کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بہت خوشی ہوئی۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ کے قیامِ بحرین کے دوران کسی نے افواہ اڑا دی کہ بنوشیبان مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہو رہے ہیں لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ فی الحقیقت بنوشیبان کے مسلمان حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے جمع ہو رہے تھے لیکن اس کی ضرورت ہی نہ پڑی، کیوں کہ اللہ نے اس سے پہلے فتوحات کے دروازے وا کر دیے تھے۔ واللہ المستعان وعلیہ البلاغ۔

......❀......❀......❀......

Marfat.com

مرتدینِ مہرہ کا انجام

دشمن میں پھوٹ اور اس کا حکیمانہ استعمال

مہرہ کا علاقہ بحیرۂ عرب کے ساحل پر واقع عمان اور بحرین کے قریب ہی پڑتا ہے۔ مہرہ کے علاقے میں بھی ارتداد کا فتنہ پھیلا ہوا تھا۔ عمان کی فتح کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ مہرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اہل مہرہ کی بدقسمتی کہ وہ اسلامی لشکر کے آنے سے قبل اندرونی اختلافات کا شکار ہو گئے۔ دراصل فتنۂ ارتداد کی جڑوں میں لالچ اور حسد دونوں کارفرما تھے۔ اہلِ مہرہ دو سرداروں کے درمیان تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ شخریت کے زیرِ قیادت تھا، جن کی تعداد نسبتاً کم تھی۔ دوسرے گروہ کا سالار بنو محارب کا سردار المصبح تھا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر نہایت حکمت و تدبر سے معاملات پر قابو پایا۔ وہ بہت ذہین اور تجربہ کار سالار تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی ان کی ماہرانہ قیادت کے واقعات تاریخ میں مذکور ہیں۔ انھیں دو گروہوں کی اطلاع ملی تو انھوں نے اپنا ایک ایلچی شخریت کے پاس بھیجا کہ اگر وہ توبہ کر لے تو اسے معاف کر دیا جائے گا۔ اس نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی اس دعوت کو خوش دلی سے قبول کر لیا اور بغاوت چھوڑ کر اپنے بہت سے ساتھیوں سمیت ان کے پاس آ گیا۔ اس کے ساتھیوں میں سے باقی لوگوں نے شخریت کے میدان چھوڑ جانے کے بعد اپنی وفاداریاں تبدیل کر لیں اور اپنے آپ کو المصبح کے لشکر میں شامل کر دیا۔

شان دار فتح

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے المصبح کو بھی اسلام کی دعوت پیش کی، مگر اس نے انکار کر دیا۔ اسے اپنی قوت کا جھوٹا پندار گمراہ کر رہا تھا۔ پھر کچھ مزید لوگوں کے آ ملنے سے وہ اور بھی جری ہو گیا۔ اس

Marfat.com

نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تلوار ہمارے اور تمھارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ اس جواب کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی، آخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح ونصرت سے نوازا اور المصبح میدان جنگ میں قتل ہو گیا۔ اس کے علاوہ بھی بڑی تعداد میں مشرکین ومرتدین تہہ تیغ ہوئے۔ باقی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بہت سارا مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان میں بہت سے اونٹوں کے علاوہ ایک ہزار نہایت عمدہ گھوڑے گھوڑیاں بھی تھے۔

خمس اور اس کے نگران

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے خمس کو مدینہ روانہ کرنے لیے دو آدمیوں کا انتخاب کیا۔ ان میں ایک تو شخریت تھا اور دوسرا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے قبیلے بنو مخزوم کا ایک نوجوان السائب بن عابد۔ خمس نکالنے کے بعد باقی مال فوج میں تقسیم کر دیا گیا۔ شخریت کو مدینہ بھیجنے کی حکمت یہ تھی کہ وہ خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے سرزد ہونے والے گناہوں کی تلافی بھی ہو جائے اور آیندہ کے لیے ثابت قدم رہنے کے لیے تربیت وتزکیہ کا بھی اہتمام ہو جائے۔ شخریت بعد میں اپنے ایمان میں ثابت قدم رہے۔

ہجویہ اشعار

شخریت کے ساتھ جو لوگ اسلام کی طرف آئے تھے ان میں دو اہم نام ہاشم اور فرضم تھے۔ اس شکست کے بعد مرتدین میں سے ایک شخص علجوم نے ہجویہ اشعار کہے:

جَزَی اللّٰہ شَخرِیتًا و أفناءَ هاشِمٍ
و فِرضِمَ اِذْ سارَتْ اِلَیْنا الحلائِبُ
جَزَاءَ مُسیءٍ لَمْ یُرَاقِبْ لِذمَّةٍ
ولَمْ یَرْعُها فِیما یُرجَّی الاَقَارِبُ
اَعِکْرِمُ لَولا جَمْعُ قَومِی وَ فِعْلُهُمْ
لَضاقَتْ عَلَیْکُمْ بِالفَضاءِ المَذَاهِبُ

Marfat.com

وَ كُنَّا كَمَنْ اِقْتَادَ كَفًّا بِاُخْتِهَا
وَحَلَّتْ عَلَيْنَا فِى الدُّهُوْرِ النَّوَائِبُ

اللہ تعالیٰ شحریت، ہاشم اور فرضم اور ان کے تمام متعلقین کو جو ہمارے اوپر دودھیل اونٹنیوں پہ سوار ہو کر ٹوٹ پڑے، بدترین بدلہ دے۔ ایسے خطاکار کا بدلہ جو کسی عہد کی پاسبانی نہیں کرتا۔ نہ ہی حق قرابت داری جس کی قرابت داروں کو امید ہوتی ہے، اس کا پاس رکھتا ہے۔ اے عکرمہؓ! یہ میری قوم کی فوجی قوت اور تمھارے ساتھ تعاون ہی کی کارستانی ہے کہ تو فتح یاب ہو گیا ورنہ تیرے اوپر زمین اور فضا تنگ ہو جاتی کہ بھاگنے کا راستہ بھی نہ ملتا۔ ان غداروں کی وجہ سے ہماری مثال اس شخص کی سی ہو گئی جس کے اپنے ہی ہاتھ نے اس کے دوسرے ہاتھ کو کاٹ دیا اور زمانے کے تمام مصائب ہمارے اوپر نازل ہو گئے۔ (البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۳۲۲-۱۳۲۳، سیرت ابو بکرؓ، محمد حسین ہیکل، ص ۲۵۵-۲۵۸)

اعتراف

اگرچہ یہ اشعار ایک منحرف و مرتد کے ہیں، مگر موقع و محل کے مطابق خوب ہیں۔ اگر ان کے قبیلے کے لوگ ان کا ساتھ چھوڑ کر اسلامی فوجوں سے نہ جا ملتے تو بھی ان کا مقدر تو شکست ہی ہوتی، مگر اس صورت میں شاید یہ کچھ زیادہ مزاحمت کر پاتے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ جب اپنے ہی ساتھی ساتھ چھوڑ جائیں تو بندے کا غم، مصیبت اور حسرت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ یہی جذبات بھرپور اور موثر انداز میں ان اشعار میں سمو دیے گئے ہیں۔ یوں علجوم کے اشعار کے زورِ بیان اور فصاحت و بلاغت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ وہ کفر پر قائم اور حق کا دشمن تھا۔

Marfat.com

بنو قضاعہ کا معاملہ

عقل منداور بہادر کمانڈر

بنو قضاعہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد فتنۂ ارتداد کا شکار ہو گئے۔ حالانکہ یہ قبیلہ اس سے پہلے بڑی دل جمعی کے ساتھ اسلام میں داخل ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑی جرأت و ہمت اور تدبر و حکمت کے ساتھ اپنی خلافت کے آغاز پر سرزمین عرب پر پھیل جانے والے فتنوں کا مقابلہ کیا۔ قضاعہ کے علاقے میں آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر بھیجا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بہترین سفارت کار بھی تھے، انتہائی بہادر جنگجو بھی اور اس کے ساتھ قیادت اور کمان کے تمام امور پر بھی ان کو بہترین مہارت حاصل تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قبول اسلام پر بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اسلام میں داخل ہونے کے جلد ہی بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غزوہ ذات السلاسل کا امیر سپاہ مقرر کر کے ان پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اس مشکل مہم پر انھیں روانہ کیا۔

اذان کی برکت اور حکمت کا ثمر

بنو قضاعہ کے علاقے میں پہنچ کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اذان پڑھی جائے۔ پھر انھوں نے اسلامی لشکر کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی۔ پھر انھوں نے اپنے چند ایلچی بنو قضاعہ کے کچھ اہم افراد کی طرف بھیجے۔ ان قاصدوں کے ذریعے انھیں پیغام دیا کہ ہم اور تم آپس میں کلمۂ توحید کی وجہ سے بھائی بن گئے تھے۔ ہم اب بھی چاہتے ہیں کہ آپ کے اور ہمارے درمیان یہ اخوت قائم رہے۔ ہمیں آپ سے جنگ لڑنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ آپ

Marfat.com

ہمارے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کریں اور اگر آپ کو کوئی شکایات ہیں تو وہ بیان کریں۔ آپ کی شکایات درست ہوں گی تو ہم ان کا ازالہ کریں گے اور اگر آپ کا موقف غلط ہوگا تو دلیل سے آپ کو قائل کریں گے۔ بنو قضاعہ اپنے گردونواح میں تمام بڑی بڑی قوتوں کا انجام جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، یا مرتد ہو گئے، یا جھوٹے مدعیان نبوت کے جھانسے میں آ گئے، دیکھ چکے تھے۔ انھوں نے ان سب کی شکست و ہزیمت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی۔ انھوں نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا اور اپنا ایک وفد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ (المغازی للواقدی، ج ۳، ص ۱۱۲۲)

خوش قسمت قبیلہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت میں بالکل ابتدائی جوانی میں قریش کے نمایندے کے طور پر نہ صرف مختلف قبائل کے پاس بلکہ گردونواح کے بادشاہوں کے درباروں میں بھی سفارت کے فرائض ادا کر چکے تھے۔ انھوں نے بہت نرمی اور حلم سے بنو قضاعہ کے سرداروں کے ساتھ معاملہ کیا۔ یہ لوگ اس بات پر ممنون ہوئے کہ ان کو بہت زیادہ اکرام و اعزاز دیا گیا۔ اس ملاقات کے نتیجے میں بنو قضاعہ کے تمام مرتدین توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو گئے۔ انھوں نے زکوٰۃ بھی ادا کر دی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ ان کے درمیان میں مقیم رہے، پھر خلیفۂ رسولؐ کے حکم پر واپس چلے گئے۔ بنو قضاعہ نے تمام مرتد قبائل میں سے زیادہ عقل مندی اور سلامت روی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے نتیجے میں وہ خون ریزی سے بھی محفوظ رہے اور دوزخ کی آگ سے بھی بچ گئے۔

Marfat.com

مرتدین یمن کی سرکوبی

حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ مردِ مومن!

یمن میں جھوٹے مدعی نبوت اسود العنسی نے سر اٹھایا تھا، اگلے باب میں اس کا تفصیل سے تذکرہ آئے گا، حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا تھا اور یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری دنوں کی بات ہے۔ اس وقت تو فتنہ دب گیا، مگر جونہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی خبر یمن میں پہنچی اور ساتھ ہی ہر جانب سے یہ خبریں آنے لگیں کہ پورے عرب میں مدینہ کی اسلامی ریاست کے خلاف بغاوت ہو رہی ہے تو اہلِ یمن بھی مرتد ہو گئے۔ ان لوگوں کی قیادت عمرو بن معدی کرب اور قیس بن عبد یغوث کر رہے تھے۔ ان دنوں یمن میں جو لوگ اسلام پر قائم تھے ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا تھا۔ ان دونوں سرداروں نے پہلے اسلام قبول کیا تھا بلکہ قیس بن عبد یغوث تو وہ شخص ہے جس نے اسود عنسی کے قتل میں حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کی مدد بھی کی تھی۔ اب اس کی خواہش یہ تھی کہ سب سے پہلے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو قتل کرے۔ اسی وجہ سے حضرت فیروز رضی اللہ عنہ شروع میں اس کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ وہ ان کا ساتھ دے گا۔ اس نے فالہ نام کے ایک سردار کو پیغام بھیجا کہ وہ مسلمانوں کو قتل کرے اور صنعا پر قبضہ کر لے۔ اسے یہ یقین بھی دلایا کہ میں تمھاری مدد کے لیے آ رہا ہوں۔

فالہ نے جو دراصل اسود عنسی کے پیروکاروں میں سے تھا، جب حضرت فیروز رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ شروع کی اور صنعا کی طرف بڑھنے لگا تو حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے قیس کے پاس مدد کے لیے پیغام بھیجا۔ قیس نے اس موقع کو غنیمت جانا اور کہا کہ ہاں میں تمھاری مدد کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے حضرت فیروز رضی اللہ عنہ کو ایک کھانے پر دعوت دی اور کہا کہ میری خوش قسمتی ہو گی کہ

Marfat.com

تمھارے ساتھ قیس بن مکشوح اور دازویہ بھی میری ضیافت میں شرکت کریں۔ دازویہ کسی دوسرے مقام پر مقیم تھے۔ ان کے پاس جب دعوت نامہ پہنچا تو وہ قیس کے ہاں چلے گئے۔ اس نے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت فیروز رضی اللہ عنہ اس حادثے سے بالکل بے خبر تھے، وہ بھی قیس کی طرف جا رہے تھے لیکن راستے میں ایک جگہ دو عورتوں کو ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے سنا۔ ایک کہہ رہی تھی خدا کی قسم! یہ جس طرف جا رہا ہے وہاں یہ بھی اپنے دوست کی طرح قتل ہو جائے گا۔ یہ سنتے ہی حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے واپسی کی راہ لی۔ قیس بن مکشوح بھی دعوت پر جانے سے رک گئے اور دازویہ کے قتل کی خبر اپنے تمام دوستوں کو دے دی۔ یوں غداروں اور دھوکے کا جال بچھانے والوں کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ اس دوران قیس نے بحر و بر میں ہر جانب اپنی فوجیں پھیلا دیں۔ اسود عنسی کے پیروکار بھی اس کے ساتھ تھے۔ حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو مجتمع کر کے ان فتنہ پردازوں کا مقابلہ کرنے کی تیاری کی۔ اس دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب اس صورت حال کا پتا چلا تو انھوں نے یمن کے مسلمان رؤسا حوشب ذی ظلیم، ذوالکلاع حمیری اور عمر ذی مران کے نام پیغام بھیجا کہ وہ حضرت فیروزؓ کی فوراً اور بھرپور مدد کریں۔

حق کی فتح باطل کی ذلت

یمن کے مذکورہ بالا مسلم رؤسا کو پیغام دینے کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے مشہور صحابی حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو بھی ان کی مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ دو مقامات پر جنگیں ہوئیں۔ دونوں میں اہلِ کفر و ارتداد بری طرح شکست سے دوچار ہوئے۔ بہت سے لوگ قتل ہوئے اور بڑی تعداد میں جنگی قیدی بنا لیے گئے۔ حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو طے پایا کہ گرفتار ہونے والے قیدیوں کو جن میں دونوں باغی سردار عمرو بن معدی کرب اور قیس بن عبد یغوث شامل تھے، مدینہ بھیج دیا۔

خلیفۂ رسول ﷺ کی سرزنش

حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں اور مالِ غنیمت کو خلیفۂ رسول کی خدمت میں مدینہ بھیج

Marfat.com

دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عمرو بن معدی کرب کو اچھی طرح جانتے تھے۔ آپ نے اسے سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ تو نے یہ کیا حرکت کی، تجھے شرم نہیں آتی روزانہ ذلت تیرا مقدر بنتی ہے۔ اس کے باوجود تو اپنے کرتوتوں سے باز نہیں آتا۔ جب تو مسلمان ہو گیا تھا تو دین اسلام کی سربلندی کے لیے اگر جدوجہد کرتا تو اللہ تجھے سربلند کرتا اور بہت عزت بخشتا۔ خلیفۂ رسولؐ کی گفتگو سن کر اس نے ندامت سے سر نیچے جھکا لیا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ایک ہزار جنگجوؤں کے برابر ہے۔ قد اتنا لمبا تھا کہ جب کسی گھوڑے پر سوار ہوتا تو پاؤں زمین سے ٹکراتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سرزنش پر اس نے کہا: يَا خَلِيْفَةَ الرَّسُوْلِ! اُعْفُ عَنِّيْ، قَدْ مَضٰى مَا مَضٰى، فَاِنِّي لَا اَرْجِعُ اِلَى الرِّدَّةِ اَبَداً۔ اے خلیفۂ رسول! مجھے معاف فرما دیجیے، جو ہو چکا وہ ہو چکا۔ اب میں اسلام کا وفادار رہوں گا اور کبھی ارتداد کی طرف نہیں جاؤں گا۔

آزادی

آپؓ نے عمرو بن معدی کرب اور قیس بن عبدیغوث دونوں کو آزاد کر دیا۔ ان کے علاوہ بھی جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے سب کو آزادی عطا فرما دی گئی۔ ان دونوں سرداروں، بالخصوص عمرو بن معدی کرب نے واقعی بعد کے ادوار میں اسلام کی خدمت اور جہاد کے میدانوں میں وفاداری اور بہادری کے ایسے کارنامے سرانجام دیے، جو تاریخ میں زندۂ جاوید ہیں۔ عمرو بن معدی کرب کے بارے میں ایران کے معرکوں کے ہر تذکرے میں قابلِ فخر واقعات نقل ہوئے ہیں۔ میدانِ جنگ ہی میں نہاوند کے مقام پر ان کی وفات ہوئی یا شہادت۔ بہر حال یمن سے ارتداد کا فتنہ مکمل طور پر ختم ہو گیا۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۳۲۲-۱۳۲۳، تاریخ طبری، ج ۳، ص ۳۱۸-۳۲۰)

Marfat.com

حضر موت اور کندہ کے مرتدین

ارتداد اور انکارِ زکوٰۃ

کندہ اور حضر موت بھی یمن کے علاقے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری سالوں میں یہ لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحلت سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے اپنے تین صحابہ زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ، عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ اور مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو کندہ اور حضر موت کے مختلف علاقوں کے والی بنا کر بھیجا۔ جب حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ اپنی بیماری کی وجہ سے سفر نہ کر سکے تو ان کی غیر حاضری میں زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ ہی وہاں کے امور کی بھی نگرانی کرتے رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضر موت اور کندہ دونوں علاقوں میں بغاوت پھیل گئی۔ لوگ مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ نے حضر موت کے باغیوں پر اچانک حملہ کیا اور ان کے مردوں کو قتل اور عورتوں کو غلام بنا لیا۔ کندہ کا سردار اشعث بن قیس تھا۔

عورتوں کی آہ و بکا

جب اسلامی دستے اس کے علاقے کندہ کے قریب پہنچے تو قیدی عورتوں نے بآوازِ بلند گریہ وزاری شروع کر دی اور وہ کہنے لگیں: اے اشعث! تیری خالاؤں کی عزتیں خطرے میں ہیں۔ تیرا فرض ہے کہ انھیں ذلت و رسوائی سے بچائے۔ یہ فریاد سن کر اشعث کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور اس نے قسم کھائی کہ یا تو وہ ان عورتوں کو مسلمانوں کے پنجے سے چھڑا لے گا یا خود لڑ کر جان دے دے گا۔

Marfat.com

اشعث بن قیس اپنی قوم کا محبوب اور بلند مرتبہ سردار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری زمانے میں وہ آپ کی خدمت میں بنی کندہ کے ۸۰ آدمیوں کے ہمراہ مدینہ آیا جو سب کے سب قیمتی ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اشعث نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام فروہ کے لیے شادی کا پیغام دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام قبول کرلیا اور اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دی۔ عورتوں کی فریاد سن کر اشعث نے زبردست اثر ورسوخ سے فوراً ساری قوم کو اکٹھا کرلیا۔ وہ سب مسلمانوں سے مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور اپنی عورتوں کو مسلمانوں کی قید سے چھڑا کر ہی دم لیا۔

عکرمہؓ اور مہاجرؓ کی کندہ کی جانب روانگی

اس دن سے اشعث نے کندہ اور حضرموت میں بغاوت کی آگ بھڑکانی شروع کی اور بیشتر قبائل کو ساتھ ملا لیا۔ یہ حال دیکھ کر زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ بہت گھبرائے اور انھوں نے مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ کو فوراً کندہ پہنچنے کے لیے لکھا۔ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اس وقت یمن کی بغاوت فرو کر چکے تھے۔ اس لیے وہ دونوں فوراً زیادؓ کی مدد کو روانہ ہو گئے۔ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ صنعاء سے روانہ ہوئے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ عدن سے۔ مآرب میں دونوں قائد مل گئے اور صہید کا ریگستان قطع کرتے ہوئے کندہ کی جانب بڑھنا شروع کیا۔ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ کو حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کی حالت کا بخوبی علم تھا۔ انھوں نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو تو لشکر کے ساتھ چھوڑا اور خود ایک مختصر دستہ لے کر تیزی سے سفر کرتے ہوئے بہت قلیل عرصے میں حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ جاتے ہی اشعث کی فوجوں پر حملہ کر کے اسے شکست فاش دی۔ اشعث بھاگ گیا اور اس نے اپنے لشکر کے دیگر مفرورین کے ہمراہ قلعہ نجیر میں پناہ لی۔

قلعۂ نجیر کا محاصرہ

نجیر ایک مضبوط قلعہ تھا اور اس پر حملہ کرنا آسان نہ تھا۔ وہاں تک پہنچنے کے تین راستے تھے۔ ایک راستے پر تو حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ نے قبضہ کرلیا۔ دوسرے راستے کی ناکہ بندی حضرت

Marfat.com

مہاجر رضی اللہ عنہ نے کی۔ تیسرا راستہ کھلا تھا۔ اس کے ذریعے سے قلعہ والوں کو سامان رسد اور فوجی مدد برابر پہنچتی رہی۔

آخر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ہمراہ آپہنچے اور انھوں نے اس تیسرے راستے پر قبضہ کر لیا، جس سے قلعے والوں تک مدد پہنچنی بند ہوگئی اور وہ مکمل طور پر محصور اور بے بس ہو کر رہ گئے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنے شہسواروں کو کندہ سے ساحل بحر تک پھیلا دیا اور حکم دے دیا کہ انھیں جو بھی باغی ملے اسے بے دریغ قتل کر ڈالیں۔

نجیر میں محصور لوگوں نے اپنی قوم کی تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی۔ اب خود ان کے سامنے بھی موت گردش کر رہی تھی۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے۔ بعض نے کہا کہ تمھاری موجودہ حالت سے موت بہر حال بہتر ہے۔ تم اپنی پیشانیوں کے بال کاٹ ڈالو اور اس طرح یہ ظاہر کرو کہ تم نے اپنی جانوں کو اللہ کے حضور پیش کر دیا ہے۔ شاید اس طرح اللہ تمھاری مدد کرے اور تمھیں اس مصیبت سے نجات دے دے۔ چنانچہ تمام لوگوں نے اپنی پیشانیوں کے بال کاٹ ڈالے اور عہد کیا کہ کوئی بھی شخص اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے مقابلے میں راہِ فرار اختیار نہ کرے گا۔

اپنے قبیلے سے اشعث کی بدعہدی

صبح ہونے پر وہ لوگ تینوں راستوں سے باہر نکلے اور مسلمانوں سے جنگ شروع کر دی۔ ان لوگوں کی تعداد صرف چھ سو تھی۔ اس کے بالمقابل حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تعداد کثیر تھی۔ جب اہلِ نجیر نے دیکھا کہ مسلمان بھاری تعداد میں ان کے مقابلے کے لیے موجود ہیں تو انھیں یقین ہوگیا کہ وہ کسی صورت فتح حاصل نہیں کر سکتے۔ مایوسی نے ان پر غلبہ پا لیا اور وہ زندگی سے بالکل ناامید ہوگئے۔ اس وقت ان کے سرداروں کو اپنی جانیں بچانے کی سوجھی۔ اشعث حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ سے کہہ دیں کہ اس کی اور اس کے نو ساتھیوں کی جان بخشی کرا دیں۔ اس کے بدلے وہ قلعے کے

Marfat.com

دروازے مسلمانوں کے لیے کھول دے گا۔

حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ نے اشعث کی درخواست منظور کرلی اور اسے ہدایت کی کہ وہ ان نو لوگوں کے نام، جن کی وہ جان بخشی کرانا چاہتا ہے، ایک کاغذ پر لکھ کر ان کے حوالے کردے۔ اشعث نے اپنے اہل وعیال اور بھائیوں کے نام تو لکھ دیے، لیکن اپنا نام لکھنا بھول گیا اور اسی طرح وہ کاغذ پر مہر لگا کر حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ کے حوالے کردیا۔ اس کے بعد اس نے ان نو آدمیوں کو قلعہ سے نکال لیا اور اس کے دروازے مسلمانوں کے لیے کھول دیے۔ مسلمانوں نے قلعے میں داخل ہوکر ہر اس شخص کو قتل کردیا جس نے لڑائی میں حصہ لیا تھا اور ان کی عورتوں کو جن کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ تھی، قیدی بنالیا۔ پھر اشعث کو ان پر نگران مقرر کرکے اموال خمس کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کردیا۔

زمانے کے تصرفات بھی کس قدر عجیب ہوتے ہیں۔ اشعث جو اپنی جان بچانے کی خاطر بدعہدی اور خیانت کا مرتکب ہوگیا تھا اور جس نے اپنی قوم کو تلواروں کی دھاروں کے سامنے تنہا چھوڑ دیا۔ ایک ہزار عورتوں کو لونڈیاں بننے کے لیے مسلمانوں کے حوالے کردیا تھا، وہی اشعث تھا جو بنی عمرو بن معاویہ کی عورتوں کی اس فریاد کی تاب نہ لا سکا تھا کہ اے اشعث! تیری خالاؤں کی عزتیں خطرے میں ہیں۔ یہ آواز سنتے ہی اس کا خون کھول اٹھا اور اس نے اس وقت تک دم نہ لیا جب تک ان میں سے ایک ایک عورت کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھڑا نہ لیا۔ پھر یہی اشعث تھا کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو اس کی وجاہت اور اپنی قوم میں ہردلعزیزی کی وجہ سے مسلمانوں نے اس کی عزت وتکریم میں کوئی دقیقۂ سعی فروگزاشت نہ کیا تھا۔ لیکن جب اس سے یہ شرم ناک فعل صادر ہوا تو مسلمان تو علیحدہ رہے خود اس کی قیدی عورتوں نے اس پر لعنت بھیجی اور اس کا نام "عرف النار" رکھ دیا یمنی زبان میں اس کے معنی غدار کے ہیں۔ لیکن جب موت کا خوف کسی شخص کو لاحق ہوجاتا ہے تو وہ اپنے بچاؤ کی غرض سے ہر قسم کی ذلت برداشت کرنے کو تیار ہوجاتا ہے اور محض اپنی جان کی سلامتی کی خاطر ذلیل سے ذلیل ہتھکنڈے

Marfat.com

اختیار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

اشعث کی مدینہ روانگی

حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جن کے نام اشعث نے کاغذ پر لکھے تھے، بلایا اور انھیں رہا کر دیا لیکن اشعث کا اپنا نام چونکہ اس فہرست میں نہ تھا، جو خود اس نے مہر لگا کر حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ کے حوالے کی تھی۔ اس لیے حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کرنا چاہا اور کہا: اللہ کا شکر ہے، جس نے تیرے دل پر پردے ڈال دیے اور تو اپنا نام فہرست میں لکھوانا بھول گیا۔ میری بڑی خواہش تھی کہ اللہ تجھے ذلیل کرے۔ اب مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ لیکن حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے بیچ میں دخل دیتے ہوئے کہا: آپ اسے قتل نہ کریں بلکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں۔ وہ اس کے متعلق جو فیصلہ چاہیں گے صادر فرمائیں گے۔ اگر یہ شخص اپنا نام لکھنا بھول گیا ہے تو اسے اپنا عذر خلیفہ کے سامنے پیش کرنے دیں۔

حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناگوار تو بہت گزری، پھر بھی انھوں نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اسے دوسرے قیدیوں کے ہمراہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ روانہ کر دیا۔ لیکن اشعث کا جینا مرنے سے بدتر تھا کیونکہ راستے بھر اس کی قوم کے قیدی اور مسلمان محافظ اس پر پھٹکار ڈالتے رہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جانب سے اشعث کو معافی

مدینہ پہنچنے پر اشعث کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حضور پیش کیا گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اشعث سے پوچھا: تیرا کیا خیال ہے، میں تجھ سے کیا برتاؤ کروں گا؟ اشعث نے جواب دیا: مجھے آپ کے ارادے کا علم ہو رہا ہے، پھر بھی میں معافی کا خواستگار اور رحم کا امیدوار ہوں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا ارادہ تو تجھے قتل کرنے کا ہے۔ اشعث نے کہا: میں ہی ہوں جس نے قلعے کے دروازے مسلمانوں کے لیے کھولے تھے۔ کیا اس کے باوجود مجھے قتل کر دیا جائے گا؟

بات طول پکڑ گئی۔ آخر اشعث نے محسوس کیا کہ واقعی ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ارادہ اسے قتل کرنے کا

Marfat.com

ہے۔ اس پر اس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ سے عاجزانہ التماس کرتا ہوں کہ مجھ پر رحم فرمائیں۔ میری قوم کی قیدی عورتوں کو چھوڑ دیں، میری لغزشوں سے درگزر فرمائیں، میرا اسلام قبول فرمائیں اور مجھ سے وہی سلوک کریں جو مجھ جیسی حیثیت رکھنے والے اشخاص سے آپ کرتے ہیں۔ میری بیوی بھی، جو آپ کی صاحبزادی ہیں، مجھے واپس دے دیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے درخواست منظور کرنے میں کچھ تردد کیا۔ اس پر اشعث نے پھر عاجزانہ التجا کرتے ہوئے کہا: آپ مجھے چھوڑ دیجیے، میں آیندہ سچے دل سے اسلام پر قائم رہوں گا اور آپ مجھے بہترین مسلمان پائیں گے۔ بہت کچھ غور و فکر کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی جان بخشی کرنے کا فیصلہ کیا۔ اپنی بیٹی کو دوبارہ اس کے عقد میں دے دیا اور فرمایا: اپنے قبیلے میں واپس چلے جاؤ، امید ہے کہ آیندہ مجھے تمھارے متعلق کوئی شکایت موصول نہ ہوگی۔

عزت کی بحالی

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو اپنے قبیلے میں واپس جانے کی اجازت دے دی۔ لیکن اپنی قوم کی بدعہدی کرنے کے باعث اشعث اپنے قبیلے میں واپس جانے کی جرأت نہ کر سکا اور قید سے چھوٹنے کے بعد ام فروہ کے ساتھ مدینہ ہی میں قیام پذیر رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب عراق اور شام کی جنگیں پیش آئیں تو وہ بھی اسلامی فوجوں کے ہمراہ ایرانیوں اور رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلا اور کارہائے نمایاں انجام دیے جس کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں اس کا وقار پھر بلند ہو گیا اور اس کی گم گشتہ عزت اسے پھر واپس مل گئی۔ (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۳۲۲-۱۳۲۳، تاریخ طبری، ج ۳، ص ۳۱۸-۳۲۰، ابو بکرؓ، محمد حسین ہیکل، ص ۲۷۱-۲۷۶، مکتبہ میری لائبریری، لاہور)

……❀……❀……❀……

Marfat.com

Marfat.com

باب ششم

جھوٹے مدعیانِ نبوت

Marfat.com

جھوٹے مدعیان اور عقیدہ ختم نبوت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی، رسول اور پیغمبر تھے۔ آپؐ خاتم النبیین والرسل ہیں۔ آپؐ کے بعد وحی نبوت کا در بند ہو گیا ہے۔ اب نہ کوئی نبی اور رسول آئے گا اور نہ ہی کوئی کتاب نازل ہوگی۔ قرآن وحدیث میں اس کے واضح احکام موجود ہیں اور امت کا اللہ کی رحمت وعنایت سے اس امر پر ہمیشہ اجماع رہا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمادیا تھا کہ آپ کے بعد جھوٹے مدّعیانِ نبوت نمودار ہوں گے۔ ان کذّابین سے امت کو ہوشیار رہنے کی تلقین فرمائی گئی اور ان کا قلع قمع کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمادیا۔ یہ فتنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں رونما ہو گیا، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس شیطانی فتنے کو بُن وبیخ سے اکھاڑ پھینکا اور عقیدہ ختم نبوت مستحکم صورت میں امت کے اندر راسخ ہو گیا۔ الحمدللہ علی ذٰلک ونعوذ بہ من شر الشیاطین۔

قبیلہ اسد اور غطفان نے ارتداد کا راستہ اپنایا۔ ان کا سردار طلیحہ بن خویلد اسدی تھا جس نے مرتد ہونے کے ساتھ مدعی نبوت ہونے کا بھی جھوٹا دعویٰ کر دیا۔ یہ کاہن بھی تھا اور شاعر بھی۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی بنو کندہ اور ان کے گرد ونواح کے چھوٹے موٹے قبائل بھی مرتد ہو گئے۔ ان قبائل میں اشعث بن قیس کندی بڑا سردار تھا۔ یہ فتنہ جنگل کی آگ کی طرح پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ مذحج اور اس سے ملحقہ قبائل نے بھی اسلام ترک کر کے کفر کی راہ اپنالی۔ ان کا سردار بھی ایک کاہن اسود بن کعب عنسی تھا، یہ بھی جھوٹے مدعیانِ نبوت میں سے تھا۔ بنو ربیعہ یمامہ کے علاقے اور بنو حنیفہ نجد کے علاقے میں اہم قبائل تھے، یہ بھی مرتد ہو گئے۔ بنو ربیعہ کا سردار معرور بن نعمان بن

Marfat.com

منذر رتھا۔ بنوحنیفہ کے کئی سردار تھے مگر اہم ترین مسیلمہ تھا، جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دور ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اور آپؐ ہی نے اسے کذاب (سب سے بڑا جھوٹا) قرار دیا تھا۔ اسی طرح ایک خاتون سجاح بنت حارث نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کا کچھ تذکرہ پہلے بھی آ چکا ہے۔ باقی تمام مدعیان وکذابین کے عبرت ناک انجام کا تذکرہ بھی اگلی فصلوں میں آ رہا ہے۔ ان میں ایک اور بدبخت ذوالتاج کے نام سے مشہور تھا، اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی بدترین شکست وذلت اور عبرت ناک موت سے دوچار کر کے واصلِ جہنم کر دیا۔

طلیحہ بن خویلد

طلیحہ کا دعوائے نبوت

طلیحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نبوت کا دعویٰ نہ کیا تھا بلکہ وہ اسود عنسی اور مسیلمہ کی طرح آپ کی زندگی کے آخری دنوں ہی میں یہ دعویٰ کر چکا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کے برعکس عربوں کو دوبارہ بت پرستی اختیار کرنے کی دعوت نہ دی کیونکہ بت پرستی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب سے بالکل مٹا چکے تھے اور اب اس کے پنپنے کا کوئی امکان باقی نہ رہا تھا۔ توحید کی دعوت عرب کے آخری کناروں تک پہنچ چکی تھی اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ بت پرستی ہذیان کی ایک قسم ہے جس سے ہر شریف انسان کو شرمانا چاہیے۔

مدعیان نبوت نے لوگوں میں یہ بات پھیلانی شروع کی کہ ان پر اسی طرح وحی نازل ہوتی ہے جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوتی ہے اور ان کے پاس بھی اسی طرح آسمان سے فرشتہ آتا ہے جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آتا ہے۔ ان میں سے بعض نے آیات قرآنی کے مشابہ کچھ عبارتیں بنانے کی بھونڈی کوشش کی اور جیسی بری بھلی وہ بنیں انھیں لوگوں کے سامنے وحی آسمانی کے طور پر پیش کیا۔ لیکن ان عبارتوں پر سرسری نظر ڈالتے ہی ان کی قلعی کھل جاتی ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ ان مدعیان نبوت کو کس طرح جرأت ہوئی کہ انھوں نے ایسی بے سروپا باتوں کو وحی آسمانی کا نام دے کر لوگوں کے سامنے پیش کیا اور وہ لوگ بھی کس عجیب قسم کی ذہنیت کے مالک تھے جنھوں نے اس نامعقول اور بیہودہ بکواس کو وحی الٰہی سمجھ کر قبول کر لیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں طلیحہ کے مقابلے پر مشہور مجاہد اور صحابیٔ رسول حضرت ضرار بن

Marfat.com

ازور رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ وہ بہت بہادر، طاقت ور اور جی دار جنگجو تھے۔ انھوں نے بعد کے ادوار میں بھی میدان ہائے کارزار میں یادگار کارنامے سرانجام دیے اور روم و ایران کی قوت خاک میں مل گئی۔

مختلف میدان ہائے جنگ میں اپنی فتح یابی کی خبریں سن کر مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی اور مرتدین کی تعداد گھٹتی جاتی تھی۔ بالآخر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے طلیحہ سے جنگ کرنے کے لیے سمیراء کی جانب کوچ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ ایک مسلمان، اس خیال سے کہ طلیحہ کو جہنم واصل کرنے کا شرف اس کے حصے میں آئے، فوج سے علیحدہ ہو کر طلیحہ کے کیمپ میں جا پہنچا اور اس پر تلوار سے وار کیا لیکن تلوار اچٹ گئی اور طلیحہ بچ گیا۔ یہ دیکھ کر طلیحہ کے حاشیہ برداروں نے یہ بات پھیلانی شروع کردی کہ ان کے نبی پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کرتا۔

مسلمان طلیحہ سے جنگ کی تیاریاں کرنے میں مصروف ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر پہنچ گئی۔ اس پر ان میں اضطراب برپا ہو گیا اور ان کی تعداد گھٹنے لگی۔ بعض لوگ اسلامی لشکر سے بھاگ کر طلیحہ سے جا ملے۔ اسی موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود فوجوں کی کمان سنبھال کر دشمن پر یلغار کی تھی، جس میں طلیحہ کے کئی ساتھی اور اس کا بیٹا بھی قتل ہو گئے تھے اور یہ لوگ بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے تھے۔ ہم اس کا تذکرہ پہلے بھی کر چکے ہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے شکست کھانے کے بعد جب عبس اور ذبیان کے قبائل بھی طلیحہ سے مل گئے تو اس کی قوت و طاقت اور تعداد میں بے حد اضافہ ہو گیا اور ظاہر بیں آنکھ کو نظر آنے لگا کہ طلیحہ کو مغلوب کرنا آسان کام نہیں۔ بہرحال حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس مشکل مہم پر بھیجنے کا فیصلہ ہوا۔

طلیحہ کے خلاف پیش قدمی

قبیلہ طے کی دونوں شاخوں کو ساتھ ملانے کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے طلیحہ کے خلاف پیش قدمی شروع کردی اور عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ اور ثابت بن اقرم انصاری رضی اللہ عنہ کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لیے لشکر کے آگے بھیجا۔ یہ دونوں عرب کے معزز ترین فرد اور بہادری میں ضرب المثل تھے۔ راستے میں دونوں کو طلیحہ کا بھائی حبال مل گیا۔ انھوں نے اسے قتل کر ڈالا۔

Marfat.com

جب طلیحہ کو بھائی کے قتل کی خبر پہنچی تو وہ اپنے دوسرے بھائی سلمہ کو ساتھ لے کر ان دونوں کی تلاش میں نکلا اور بالآخر انھیں پکڑ لیا۔ سلمہ نے ثابت کو تو مقابلے کی مہلت ہی نہ دی اور فوراً شہید کر ڈالا لیکن عکاشہ نہایت جواں مردی سے طلیحہ کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔ طلیحہ کو مجبوراً اپنے بھائی سلمہ سے مدد لینی پڑی۔ ان دونوں نے مل کر عکاشہ کو بھی شہید کر دیا اور اپنے کیمپ کو لوٹ گئے۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ وہی صحابی ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر حساب جنت میں جانے کی بشارت دی تھی۔

مسلمانوں میں اضطراب

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکر لیے آگے بڑھے چلے آ رہے تھے کہ لوگوں نے ان دونوں شہید صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی لاشیں میدان میں پڑی ہوئی دیکھیں۔ اس سے ان میں سخت ہیجان برپا ہو گیا۔ خالد نے یہی مناسب سمجھا کہ سر دست دشمن کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا جائے تاکہ لوگوں کے ہیجان میں کمی ہو جائے اور وہ اپنی فوج کو بیش از بیش منظم کر کے زیادہ کامیابی سے دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ چنانچہ وہ لشکر لے کر بنی طے کی جانب لوٹ آئے اور حضرت عدیؓ بن حاتم کی مدد سے لشکر کی تعداد میں مزید اضافے کی تدابیر شروع کر دیں۔ جب مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ ان کی تعداد اور قوت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے تو وہ دوبارہ جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ چنانچہ خالدؓ انھیں لے کر بزاخہ پہنچے۔

بنی طے کا اظہارِ معذرت

قیس اور بنو اسد طلیحہ کے ہمراہ مسلمانوں سے لڑائی کے لیے جمع تھے۔ بنی طے کے کچھ لوگوں نے خالد سے درخواست کی کہ ہمیں بنی اسد کے مقابلے سے باز رکھا جائے کیونکہ وہ ہمارے حلیف ہیں البتہ قیس کے مقابلے میں ہم آپ کی ہر طرح امداد کر سکتے ہیں۔ خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”قیس بھی شان و شوکت اور قوت و طاقت میں بنو اسد سے کم نہیں لیکن میں تمھیں اختیار دیتا ہوں کہ تم کسی قبیلے سے چاہو تو لڑو، نہ چاہو تو نہ لڑو۔ اس موقع پر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے مومنانہ جذبے کا

Marfat.com

اظہار کرتے ہوئے کہا: واللہ! حلیف ہونے کے باوجود مجھے کوئی چیز بنواسد کا مقابلہ کرنے سے باز نہ رکھ سکے گی۔ جب انھوں نے دشمنانِ اسلام کا ساتھ دیا تو وہ ہمارے حلیف بھی نہ رہے۔ واللہ! اگر میرا اپنا خاندان بھی اسلام کی مخالفت کرے گا تو میں اس سے بھی جہاد کروں گا۔ سبحان اللہ یہ ہے مومنانہ شان!

حضرت عدی رضی اللہ عنہ بزرگ صحابی تھے۔ ان کی بات سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: عدی! ایک فریق سے لڑنا بھی جہاد ہی ہے۔ تم اپنے اہلِ قبیلہ کی رائے کی مخالفت نہ کرو بلکہ وہی کرو جس میں تمھارے قبیلے والوں کی خوشی ہو اور اسی قبیلے سے لڑائی کرو جس سے تمھارے قبیلے والے لڑنا چاہیں۔ چنانچہ بنوطے کے اہلِ ایمان قبیلہ قیس سے لڑے اور باقی مسلمان بنواسد سے نبرد آزما ہوئے۔

آغازِ جنگ اور فرارِ طلیحہ

طلیحہ کے لشکر کی کمان عیینہ بن حصن کر رہا تھا۔ خود طلیحہ ایک خیمے میں کمبل اوڑھے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے وحی کے انتظار میں آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ جب لڑائی کا بازار خوب گرم ہو گیا اور عیینہ کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کی قوت کا پتا چلا تو وہ طلیحہ کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: کیا جبریل آپ کے پاس کوئی وحی لائے ہیں؟ اس نے کہا: ابھی نہیں۔

یہ سن کر وہ واپس چلا گیا اور لڑنے میں مشغول ہو گیا۔ جب لڑائی نے مزید شدت اختیار کی اور مسلمانوں کا دباؤ مرتدین پر بڑھتا چلا گیا تو عیینہ پھر طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا: اب بھی جبریل کوئی وحی لائے یا نہیں؟ طلیحہ نے وہی جواب دیا کہ ابھی نہیں۔ عیینہ نے جھنجلا کر پوچھا: آخر یہ وحی کب تک آئے گی؟ طلیحہ نے کہا: میری عرض تو ملائے اعلیٰ تک پہنچ چکی ہے۔ اب دیکھو کیا جواب ملتا ہے؟ اس مرتبہ بھی طلیحہ کا بودا جواب سن کر عیینہ میدانِ جنگ میں آ گیا اور لڑنا شروع کر دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ خالد رضی اللہ عنہ نے اس کے لشکر کا محاصرہ کر لیا ہے اور اب شکست نوشتۂ دیوار ہے وہ گھبراہٹ کی حالت میں آخری مرتبہ طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا: اب بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہے یا نہیں؟ طلیحہ نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے پوچھا: کیا؟ طلیحہ نے جواب دیا: یہ وحی

Marfat.com

نازل ہوئی ہے کہ ان لک رحاً کرحاہ وحدیثا لاتنساہ۔ یعنی تیرے پاس بھی ویسی ہی چکی ہے جیسی ''اس'' کے پاس ہے اور تیرا ذکرا تنا شاندار اور بلند ہے جسے تو کبھی نہ بھولے گا۔ یہاں ''اس'' سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو سکتے ہیں، جن کا ذکر بلند ہے اور سپہ سالارِ لشکر اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی جو اس وقت جنگ کی چکی کو پوری قوت سے حرکت دے رہے تھے۔

یہ سن کر عیینہ اپنے غصے پر قابو نہ رکھ سکا اور چیخ اٹھا: قد علم اللہ ان سیکون حدیثا لاتنساہ۔ یعنی بے شک اللہ کو معلوم ہے کہ عنقریب ایسے واقعات پیش آئیں گے جنھیں تو کبھی نہ بھول سکے گا۔

اس کے بعد وہ اپنی قوم کی طرف آیا اور بلند آواز میں پکار کر کہا: اے بنوفزارہ! طلیحہ کذاب ہے۔ اسے چھوڑ دو اور بھاگ کر اپنی جانیں بچاؤ۔ یہ سن کر بنوفزارہ تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ باقی لشکر طلیحہ کے گرد جمع ہو گیا اور پوچھا کہ اب آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ طلیحہ نے پہلے سے اپنے لیے ایک گھوڑے اور اپنی بیوی توار کے لیے ایک اونٹ کا انتظام کر رکھا تھا۔ جب اس نے لوگوں کو اس پریشانی کی حالت میں دیکھا تو وہ کود کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اپنی بیوی کو بھی سوار کر کے یہ کہتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا: جو شخص میری طرح اپنے اہل وعیال کو لے کر بھاگ سکے وہ بھاگ جائے۔ یہ تھی جھوٹے مدعی نبوت کی ساری حقیقت!

طلیحہ کا دوبارہ قبولِ اسلام

اس طرح طلیحہ کی ساری جنگی طاقت وقوت جو اس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جمع کی تھی، ملیامیٹ ہو گئی اور اس کی بناوٹی نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ وہ بھاگ کر شام پہنچا اور وہاں بنوکلب میں سکونت اختیار کر لی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ ان تمام قبائل نے جو اس سے پہلے اس کے حلقۂ اطاعت میں شامل تھے، اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ بھی اسلام لے آیا۔ کچھ عرصے بعد وہ عمرہ کرنے کے ارادے سے مکہ آیا۔ جب وہ مدینہ کے قریب سے گزرا تو بعض لوگوں نے حضرت

Marfat.com

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی۔ انھوں نے فرمایا: اب میں اس کے خلاف کیا کر سکتا ہوں۔ اس سے تعرض نہ کرو کیوں کہ اللہ نے اسے ہدایت دے دی ہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو طلیحہ ان کی بیعت کرنے کے لیے آیا۔ اسے دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو عکاشہؓ اور ثابتؓ کا قاتل ہے۔ میرا دل تیری طرف سے کبھی صاف نہیں ہو سکتا۔ اس نے جواب دیا: امیر المومنین! آپ کو ان دونوں کی طرف سے کیا فکر ہے؟ اللہ نے انھیں میرے ہاتھ سے عزت کے بلند مقام تک پہنچا دیا (شہادت دی) لیکن مجھے بھی ان کے ہاتھوں سے ذلیل نہ کرایا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت لے لی۔ پھر فرمایا: اے دغاباز تیری کہانت کا کیا بنا؟ اس نے جواب دیا: امیر المومنین! وہ ختم ہو گئی۔ ہاں، کبھی کبھی ایک دو پھونکیں مار لیتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رخصت ہو کر وہ اپنی قوم میں چلا گیا اور وہیں مقیم ہو گیا۔ عراق کی جنگوں میں اس نے ایرانیوں کے مقابلے میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔

عیینہ بن حصن میدان جنگ سے فرار ہو کر اپنی قوم بنو فزارہ میں پہنچ گیا اور اعلان کر دیا کہ طلیحہ کذاب اور بزدل ہے اور اپنے لوگوں کو مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر خود اپنی بیوی کے ہمراہ فرار ہو گیا ہے۔ عیینہ بھی اپنے قبیلے کے باقی سرداروں کی طرح پھر سے تائب ہو کر داخلِ اسلام ہو گیا اور اس پر ہی اس کا خاتمہ ہوا۔ (ابوبکر، سیرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، از محمد حسین ہیکل، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ص ۱۷۲-۱۸۴، تاریخ طبری، ج ۳، دارالمعارف مصر، ص ۲۵۳-۲۶۱، البداية والنهاية، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ ۲۰۰۵ء، ص ۱۳۱۴-۱۳۱۵)

......❀......❀......❀......

Marfat.com

الاسود العنسی

اوڑھنی والا اور گدھے والا

کم وبیش تمام مستند مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت میں سے سب سے پہلا شخص جس نے اس جرم کا ارتکاب کیا وہ الاسود العنسی ہے۔ یہ مسلمان ہو چکا تھا، مگر پھر اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گیا اور ساتھ اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا۔ یہ یمن کے ایک بڑے قبیلے بنو مذحج کی ذیلی شاخ بنی عنس سے تعلق رکھتا تھا۔ اسی لیے اسے العنسی کہتے ہیں۔ تاریخ میں یہ ذوالخمار کے نام سے بھی معروف ہے۔ خمار کا معنی ہے اوڑھنی، دوپٹہ، چھوٹی چادر۔ یہ شخص ہر وقت اپنے عمامے کے اوپر ایک چادر ڈالے رکھتا تھا، جس طرح خواتین اپنا چہرہ چھپانے کے لیے گھونگھٹ نکالتی ہیں۔ اسی وجہ سے اسے ذوالخمار یا اوڑھنی والا کہا جاتا ہے۔

ایک دوسری روایت مورخ بلاذری، صاحب فتوح البلدان کے حوالے سے بھی تاریخ میں مذکور ہے۔ جس میں انھوں نے اسود کو ذوالحمار لکھا ہے۔ جس کا معنی گدھے والا ہے۔ اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ اس کے پاس ایک ایسا گدھا تھا جسے بڑی محنت سے سدھایا گیا تھا اور وہ اس کے حکم پر اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر سجدہ کیا کرتا تھا۔ ہماری رائے میں پہلا قول ہی درست ہے۔

بدصورت مدعی نبوت

اسود، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے بہت سیاہ رنگ کا تھا اور اس کی شکل وصورت بھی بہت بدنما تھی۔ لیکن تھا بڑا شاطر اور ہوشیار۔ لوگوں سے اپنے چہرے کو چھپانے کے لیے اس نے یہ ڈھونگ اور طریقہ اختیار کیا تھا۔ اس سے وہ ایک جانب پردے میں رہ کر اپنے تقدس کا اظہار کرتا

Marfat.com

اور دوسری جانب اپنے مکروہ چہرے کو لوگوں سے مخفی رکھتا۔ اس کا اصلی نام اسود نہیں بلکہ عُبیلہ تھا۔ اس کے والد کا نام کعب تھا جو بنو عنس میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

حضرت باذانؓ

اسود عنسی اس زمانے میں اسلام میں داخل ہوا جب اہلِ یمن بڑی تعداد میں حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ یمن کسریٰ کی راجدھانی کا ایک صوبہ تھا۔ یہاں کسریٰ نے اپنے ایرانی وفادار سردار باذان کو گورنر مقرر کیا ہوا تھا۔ اسلام کی دعوت یمن میں پہنچی تو باذان نے بھی بخوشی اسلام قبول کر لیا اور ایران کی حکمرانی اور اقتدار یمن سے ختم ہو گیا۔ باذان بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا، اگرچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت انھیں نصیب نہیں ہوئی اس لیے صحابہ کی صف میں تو شمار نہیں ہوتے، مگر وہ تابعین میں بہت معتبر سمجھے جاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اس امتی کا اکرام کیا اور گورنری کے مقام پر انھی کو فائز رکھا۔ اسی زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن میں اسلام کی تعلیمات اور اسلامی قانون کے مطابق فیصلے کرنے کے لیے اپنے نمایندے بنا کر بھیجا تھا۔

سعید باپ کا سعادت مند بیٹا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں باذان وفات پا گئے۔ آپؐ نے ان کی وفات پر ان کے فرزند شہر بن باذان کو صنعا کی گورنری پر بحال رکھا، مگر یمن کے باقی علاقے کو نو حصوں میں تقسیم کر دیا اور نظم و نسق بہتر انداز میں چلانے، نیز اس علاقے میں اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور بعض دیگر اہلِ ایمان کو ذمہ داریاں سونپ دیں۔ ہمدان کے علاقے میں باذان کے پوتے اور شہر بن باذان کے بیٹے عامر بن شہر کا تقرر فرمایا۔

صحابہؓ کی ذمہ داریاں

جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو مختلف علاقوں میں ذمہ داریاں سونپی گئیں ان کی تفصیل بھی

Marfat.com

مورخین نے لکھی ہے۔ اس کے مطابق:

۱۔ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ: ان کو مشہور علاقے نجران کا والی مقرر کیا گیا۔ نجران میں عیسائی آبادی بھی تھی، جو بعد میں مسلمان ہوگئی۔

۲۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ: ان کو مآرب کا گورنر مقرر کیا گیا۔ یہ وہی علاقہ ہے جہاں تاریخ انسانی کا سب سے پہلا ڈیم بنایا گیا تھا۔ اس ڈیم سے نہریں نکالی گئیں جن سے آب پاشی، باغبانی اور کھیتی باڑی کے میدان میں یمن میں بڑی ترقی ہوئی۔ یہ قوم سبا کے دورِ حکومت کی بات ہے۔ بعد میں یہ بند ٹوٹ گیا اور اللہ تعالیٰ نے قومِ سبا کو ان کی بغاوت کی بہت بڑی سزا دی۔ اس کا تذکرہ سورۂ سبا میں موجود ہے۔ ڈیم کی باقیات آج تک موجود ہیں۔

۳۔ حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ: ان کو نجران و زبید کا درمیانی علاقہ تفویض ہوا۔

۴۔ حضرت طاہر بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ: ان کی گورنری علاقہ عک اور اشاعرہ پر مشتمل تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا آبائی علاقہ یہی تھا۔

۵۔ حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ: انھیں یمن کے مشہور ترین علاقے حضرموت کا گورنر بنایا گیا۔

۶۔ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ: یہ جُرد کے علاقے میں گورنر بنائے گئے۔

۷۔ حضرت عُکاشہ بن ثور رضی اللہ عنہ: سکون اور سکاسک کے صحرائی علاقے میں ان کو حکمرانی کی ذمہ داری سونپی گئی۔

۸۔ حضرت فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ: یہ علاقہ مراد کے گورنر تھے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس سارے علاقے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ ایسے نمایندے تھے جن کی ذمہ داری حکمرانوں کی نگرانی بھی تھی، اہم امور میں فیصلے صادر کرنا بھی اور پورے علاقے کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا بھی تھا۔ گویا ان کی حیثیت اور شخصیت پورے علاقے میں ایک جامع مقام و منصب کی حامل تھی۔

Marfat.com

کفر کا منہ زور طوفان

جب یہ سارا نظام قائم ہو گیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اسلام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے مدینہ منورہ سے مکہ کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ اسود عنسی بڑا چرب زبان اور شاطر آدمی تھا۔ اس نے بہت جلد قبیلہ مذحج کے اکثر لوگوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھانس لیا اور اسلامی ریاست کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ سب سے پہلا حملہ نجران پر ہوا۔ بدقسمتی سے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نجران اور اس کے آس پاس کے علاقوں پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ اور خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو یہ علاقہ چھوڑنا پڑا۔ پہلی فتح کے بعد فطری طور پر اس کذاب کا حوصلہ بھی بڑھ گیا اور یمنی قبائل میں بھی اس کی قبولیت کا دروازہ کھل گیا۔ اب اس کا ارادہ یمن کے مرکزی شہر صنعا پر حملہ کرنے کا تھا۔ چنانچہ وہ ایک ہزار کے لگ بھگ جنگجو اپنے ساتھ لے کر برق رفتاری سے صنعا پر حملہ آور ہوا۔ حضرت شہر بن باذان بڑی بہادری سے اس کے مقابلے پر نکلے، مگر میدان جنگ میں شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد فوج پسپا ہوئی اور اسود عنسی نے صنعا پر قبضہ کر لیا۔

جب فتنہ زور پکڑتا ہے تو اس کے شعلے ہر جانب تباہی و بربادی پھیلاتے چلے جاتے ہیں۔ افسوس ناک بات یہ ہوئی کہ قبیلہ مراد کا ایک شخص قیس بن عبد یغوث مرادی جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس علاقے میں زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا اسود عنسی کے سحر میں گرفتار ہو گیا اور اسلام سے خارج ہو کر اس نے علاقہ مراد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ گورنر حضرت فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ کو وہاں سے نکال دیا۔ یہ بڑے پرآشوب حالات تھے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین خطرے میں تھے کیونکہ نومسلم آبادیاں اور قبائل اس طوفان کے سامنے ڈٹ کر کھڑے نہ ہو سکے اور صحابہ کی تعداد چند افراد سے زیادہ نہ تھی۔ گویا وہ بمشکل آٹے میں نمک کے برابر تھے۔

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت طاہر بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میدان کارزار کے آزمودہ کار جنگجو تھے، مگر تنہائی میں ان حالات کا مقابلہ مشکل تھا۔ انھوں نے شہروں کو چھوڑ کر پہاڑی علاقوں میں اپنے ڈیرے لگا لیے اور کوشش کی کہ ایک جانب یمن کے اندر بچے کھچے مسلمانوں کو کسی طرح مجتمع کریں اور دوسری جانب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال کی اطلاع دیں۔ دو صحابہ حضرت عمرو بن حزم اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہما یمن سے نکل کر بحفاظت مدینہ پہنچے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری صورت حال کی اطلاع دی۔

آپؐ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زبانی یہ خبریں سن کر فرمایا کہ حوصلہ مت ہارو۔ حالات ان شاء اللہ پلٹیں گے۔ ساتھ ہی آپؐ نے اپنے صحابی حضرت وبر بن یحنّس ازدی رضی اللہ عنہ کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ کمر ہمت باندھ لو۔ میں تمھاری مدد کے لیے جنگجو دستے بھیج رہا ہوں۔ چنانچہ آپ نے حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کو ایک فوج کے ساتھ یمن کی طرف روانہ کیا۔

یمن چونکہ ایران کا صوبہ رہا تھا اس لیے فارسی الاصل خاندان بڑی تعداد میں یہاں آباد تھے۔ یہ یہاں کے حکمران ہونے کی وجہ سے بڑے معزز سمجھے جاتے تھے۔ اسود عنسی نے علاقے پر قبضہ کرنے کے بعد ان ایرانیوں سے بھی بہت حقارت ورسوائی کا سلوک کیا۔ ان لوگوں میں کئی مخلص مسلمان بھی تھے۔ ان میں سے جو لوگ پہلے سے مسلمان نہیں بھی تھے وہ بھی اسود کے برتاؤ کی وجہ سے اسلام کی طرف مائل ہو گئے۔ ایک بہت دلیر اور صحیح العقیدہ ایرانی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ جا کر مسلمان ہوئے تھے۔ وہ کچھ عرصہ مدینہ میں مقیم رہے اس لیے ان کو اسلام کے بارے میں بھی اچھی خاصی معلومات تھیں۔

مدینے کی معاشرت اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے ان کی اچھی خاصی تربیت بھی کر دی تھی۔ ان کا نام فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ تھا۔ ان کی باذان کے خاندان کے ساتھ رشتہ داری بھی تھی۔ شہر بن باذان کی بیوی آزاد ان کی چچا زاد بہن تھی۔ شہر بن باذان کی شہادت کے بعد اسود عنسی نے ان کی بیوہ آزاد کو زبردستی اپنے حرم میں ڈال لیا تھا۔ وہ بے چاری عزت دار خاتون

Marfat.com

تھی اور ان حالات سے سخت پریشان تھی۔ فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے کسی طرح آزاد سے رابطہ قائم کیا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ اسود عنسی سے انتقام لیا جائے۔ معزز خاتون نے جواب بھیجا کہ وہ خدا کی قسم کھا چکی ہے کہ اس ظالم سے ضرور انتقام لے گی۔

علامہ ابن کثیرؒ کے الفاظ میں اس خاتون نے اپنے چچا زاد بھائی فیروزؓ کو یہ پیغام بھیجا: وَاللّٰهِ مَا خَلَقَ اللّٰهُ شَخصًا هُوَ اَبغَضَ اِلَيَّ مِنهُ..... فَاِذَا عَزَمتُم فَاَعلِمُونِي اُخبِرُكُم بِمَا فِي هٰذَا الاَمرِ۔ یعنی خدا کی قسم میرے نزدیک اللہ کی پوری مخلوق میں اس بدبخت سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی اور شخص نہیں۔ جب تم اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا فیصلہ کرو تو مجھے خبردار کرو۔ میں تمھیں اس معاملے میں پوری راہنمائی دوں گی۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۳۰۹)

اس کے بعد آزاد نے فیروز کو ایک سکیم بھی بتائی کہ کس طرح وہ اسود عنسی کے محل میں داخل ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ اسی سکیم کے مطابق فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے صحابیِ رسول حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لیا اور ایک تیسرے شخص دازویہ کو، جو ایرانی تھا، بھی ساتھ لے لیا (یہ محقق نہیں کہ آیا یہ شخص مسلمان تھا یا نہیں البتہ وہ اسود عنسی کے سخت خلاف تھا)۔ اس دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خوش خبری سنائی: قُتِلَ العَنسِيُّ البَارِحَةَ، قَتَلَهُ رَجُلٌ مُبَارَكٌ مِن اَهلِ بَيتٍ مُبَارِكِينَ۔ کل رات ایک بابرکت گھرانے کے ایک بابرکت سپوت نے دشمن خدا اسود عنسی کو قتل کر دیا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا: وَمَن هُوَ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ فِيرُوزُ، فَازَ فِيرُوزُ۔ یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مبارک شخص کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ فیروزؓ ہے، فیروزؓ کامیاب ہوگیا ہے۔ یہ خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جبریل کے ذریعے سے دی۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۳۱۰)

اپنے منصوبے کے مطابق حضرت فیروزؓ اور ان کے ساتھی ایک خاص راستے سے رات کے وقت اسود عنسی کے محل میں گھس گئے۔ اس وقت اسود عنسی رات بھر شراب نوشی کرنے کے بعد نشے

Marfat.com

کی حالت میں مدہوش پڑا تھا۔ حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سے اس پر حملہ کیا، مگر اس کا سرتن سے جدا نہ ہوسکا۔ قبل اس کے کہ وہ شور مچاتا اور کوئی اس کی مدد کو آتا حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے پھرتی سے اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت فیروز کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے کہ انھوں نے ایک دشمنِ خدا اور گستاخ رسولؐ کو جہنم واصل کیا تھا۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ ایک جانب ایران سے تعلق رکھنے والے یہ حضرت فیروز رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے سچے وفادار اور مخلص مومن ہیں تو دوسری جانب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بدبخت قاتل ابولؤلؤ فیروز بھی ایرانی النسل تھا۔ وہ آتش پرست اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔

اسود عنسی کے قتل کے بعد حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ صنعا کی فصیل پر چڑھ گئے اور بآوازِ بلند اذان پڑھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ لوگو! سنو اسود عنسی جھوٹا تھا۔ اللہ نے اس کذاب کو اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ آج قتل ہو چکا ہے۔ بس پھر کیا تھا اکثر و بیشتر لوگ بھاگ نکلے، باقیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ ایک بہت تھوڑی تعداد ان بدبخت مرتدین کی تھی جنھوں نے ہتھیار اٹھائے، مگر وہ سب مسلمانوں کے ہاتھوں تہ تیغ ہو گئے۔

اب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے عین مطابق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نصرت سے مرکزی شہر صنعا کے علاوہ پورا یمن اس فتنے سے پاک صاف ہو گیا اور اس پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ نے تیز رفتار قاصد کو خوش خبری کے ساتھ مدینہ بھیج دیا تھا، مگر قاصد کے مدینہ پہنچنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ جب قاصد پہنچا تو وہ خلیفۂ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ پہلے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش خبری سنا چکے تھے اس لیے اب قاصد کی زبانی یہ خبر سن کر مسلمانوں کی خوشیاں دوبالا ہو گئیں اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ ان کے ساتھیوں نے اس خطرناک فتنے کا خاتمہ کر دیا۔

Marfat.com

سجاح بنت حارث

جھوٹی مدعیہ نبوت

سجاح بنت حارث کا مختصر تذکرہ پچھلے باب میں ہوا ہے۔ بنوتغلب کی اس خاتون نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور کئی جہلا اس کے جال میں پھنس گئے تھے۔ مقفّٰی و مسجّع عبارتوں کو وحی ربانی سمجھنا اپنی جگہ بڑی حماقت ہے، مگر دنیا میں یہ حادثے ہوتے رہے ہیں۔ سچے انبیا کا انکار کرنے والوں کی کمی نہیں رہی اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کو بھی شیطان کچھ پیروکار فراہم کر ہی دیتا ہے۔ جھوٹ آخر جھوٹ ہوتا ہے، جتنی بھی ملمع کاری کر لے بالآخر طشت از بام ہو کے رہتا ہے۔ یہی کچھ ان تمام مدعیان نبوت کے ساتھ ہوا، جنھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یا بعد کے ادوار میں نبوت کے دعوے کیے۔ ختم نبوت کے قلعے میں کوئی بد بخت شگاف نہیں ڈال سکتا۔ اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوگا کہ اس بد بخت کو شکست و ہزیمت اور ندامت وذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ (البتہ یہ روایات بھی اپنی جگہ پر موجود ہیں کہ آخری دور میں اس نے توبہ کر لی تھی اور اسلام پر ایمان لے آئی تھی۔)

سجاح کی عبرت ناک شکست

سجاح بنوتمیم کے درمیان کچھ عرصہ رہی، لیکن وہاں دو گروہوں کے درمیان لڑائی کے نتیجے میں بنوتمیم نے اسے اپنی مصیبت کی ذمہ دار قرار دیا۔ اس صورت حال سے اسے خطرہ محسوس ہوا اور وہ اپنے لشکر کو لے کر مدینہ کی طرف چل پڑی۔ نباج کے مقام پر پہنچی تو حضرت اوس بن خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اس کا سامنا کیا اور اسے عبرت ناک شکست سے دوچار کر دیا۔ سجاح نے ان کی منت سماجت کی تو انھوں نے اسے اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ وعدہ کرے کہ کبھی مدینہ کی طرف بری نیت سے پیش

Marfat.com

قدمی نہیں کرے گی۔ اس نے واپسی کا راستہ لیا، مگر ایک مقام پر اس کے ساتھ موجود تمام سرداروں نے اس سے کہا کہ اب ہماری منزل کیا ہوگی؟ نہ تو بنوتمیم میں ہماری دال گلی اور نہ ہی ہم مدینہ پہنچ سکے۔ بنوتمیم کے دو سردار مالک اور وکیع جو ہمارے حامی تھے وہ بھی اپنے قبیلے کے ساتھ صلح کر کے ہمارا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ سجاح نے چکنی چپڑی باتوں میں ان سرداروں کو مسحور کر لیا۔

بیہودہ کلام

سجاح اپنی چالاکی سے کچھ مقفّٰی و مسجّع فقرے چست کرتی رہتی تھی اور اس ہذیان کو وحی قرار دیتی تھی۔ اپنے گرد مجتمع سرداروں سے اس نے کہا: مدینہ کی راہ اگر مسدود ہوگئی ہے تو کیا فکر ہے اب ہم یمامہ چلیں گے۔ اس پر سرداروں نے کہا کہ اہلِ یمامہ اپنی طاقت وحشمت میں ہم سے بہت آگے ہیں۔ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ اس نے کہا: میرے اوپر وحی آئی ہے کہ یمامہ کی سرزمین ہمارے لیے سازگار ہے۔ پھر یہ بیہودہ کلام ان کو سنایا: عَلَیْکُمْ بِالْیَمَامَه، وَدُفُّوا دَفِیْفَ الْحَمَامَه، فَاِنَّهَا غَزْوَةُ الصُّرَامَه، لَایُلْحِقُکُمْ بَعْدَ هَا نَدَامَه۔ یعنی یمامہ کی طرف لازماً چلو، کبوتر کی طرح اچانک ان پر جھپٹو، کیوں کہ یہ ایک زبردست معرکہ ہوگا، جس کے بعد تم فتح یاب ہو کر کبھی شکست اور ندامت سے دوچار نہ ہو گے۔

عجیب بات ہے کہ جب انسان کی عقل ماری جائے تو وہ تارِ عنکبوت پر بھی بھروسہ کرنے لگتا ہے۔ اب دیکھیے کیا یہ عبارت کسی عرب کے نزدیک وحی ہو سکتی ہے؟ کبوتر کے جھپٹنے کی جو بات کہی گئی ہے، بذاتِ خود اس کے اندر بے پناہ حماقت ہے، کیونکہ پرندوں کی دنیا کا سب سے مسکین، بے ضرر اور درویش منش پرندہ کبوتر ہی ہے۔ اسے جھپٹنے پلٹنے سے کیا سروکار۔ بہر حال سرداروں نے سوچا، اب تو وحی آگئی ہے، اس لیے کامیابی میں کوئی شک نہیں۔ یہ لوگ یمامہ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ادھر یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے بھی نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا۔

سجاح اور مسیلمہ کا نکاحِ قبیح

یہ شخص اگرچہ بدصورت تھا، مگر بڑا عیار، مکار، چرب زبان اور مجلس سجانے کا ماہر تھا۔ اس

Marfat.com

نے سجاح کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی اور اسے اپنی مسحور کن باتوں سے اتنا متاثر کر لیا کہ اس نے اس کی نبوت کو تسلیم کر لیا۔ یوں دونوں جھوٹے نبی آپس میں مل گئے۔ یہی نہیں سجاح اس سے اتنی متاثر ہوئی کہ اس سے نکاح بھی کر لیا۔ حماقت ملاحظہ فرمائیے کہ جب وہ تین دن کے بعد واپس اپنے لوگوں کے پاس گئی تو انھیں اس جھٹ منگنی پٹ بیاہ کا پتا چلا اور تعجب ہوا۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ حق مہر کیا طے ہوا؟ اس نے بڑی سادگی سے کہا کہ مہر تو کوئی مقرر نہیں ہوا۔ اس کی قوم نے اس پر اظہارِ افسوس کیا اور کہا: کہ واپس جا کر مہر کا معاملہ طے کرو، تمھارے جیسی شخصیت کا مہر کے بغیر شادی کرنا ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ وہ واپس گئی تو مسیلمہ نے اسے کہا کہ حق مہر کے عوض عشاء اور فجر کی نمازیں تمھارے لوگوں کو معاف کر دی گئی ہیں۔ سجاح نے کہا کہ میں نے تمھارے ساتھ شادی بھی کی ہے اور تمھاری نبوت کو بھی تسلیم کیا ہے اس کے بدلے میں مجھے اپنی زمینوں کے لگان کا نصف حصہ دیا کرو۔ مسیلمہ نے کہا: ٹھیک ہے۔ اسے کچھ مال اور غلہ دے دیا اور کہا کہ اگلے سال پھر دیکھیں گے۔ چنانچہ یہ مال متاع لے کر اپنے لوگوں کے ساتھ واپس اپنے علاقے میں چلی گئی۔ اگلے سال کے لگان سے پہلے ہی مسیلمہ پر صحابہ کرام نے چڑھائی کی اور اس فتنے کا مکمل خاتمہ کر دیا۔ (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ص ۱۳۱۶-۱۳۱۷)

خاتمہ بالخیر

سجاح کے بارے میں کم وبیش سبھی مورخین متفق ہیں کہ اس نے مسیلمہ کذاب کے خاتمے کے بعد جھوٹی نبوت سے توبہ کر لی تھی اور دوبارہ داخل اسلام ہو گئی تھی۔ باقی زندگی اس نے کوفہ اور بصرہ کے درمیان گزاری۔ بعض روایات کے مطابق کوفہ میں فوت ہوئی، جب کہ دیگر راوی اس کی موت بصرہ میں بیان کرتے ہیں۔ موت کے سال کے بارے میں بھی اختلاف ہے، البتہ زیادہ مورخین اس کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

......❀......❀......❀......

Marfat.com

مسیلمہ کذاب

آنحضور ﷺ کے نام مسیلمہ کذّاب کا خط

مسیلمہ کا تعلق قبیلہ بنوحنیفہ سے تھا۔ یہ شخص بہت دھوکے باز، عیار، مکار اور چرب زبان تھا۔ اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ یہ بدبخت کہا کرتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اللہ کے رسول ہیں اور میں بھی اللہ کا رسول ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کذاب قرار دیا تھا۔ اس کا ایک خط تاریخ کی کتابوں میں منقول ہے، جس میں اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریکِ نبوت بنایا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے تھوڑا ہی عرصہ قبل اس نے آپؐ کے نام جو خط لکھا وہ مورخ طبری نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے:

مِنْ مُسیلمه رسول الله الیٰ محمدٍ رسول الله سلامٌ علیک فانی اُشرکتُ فی الامر مَعَکَ۔ مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف، آپ پر سلام ہو۔ آپ کو معلوم ہو کہ میں آپ کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں۔

مکروفریب کا جال

مسیلمہ اور اس کے پیروکار بہت مکار، فریبی اور دھوکے باز تھے۔ وہ اذان اور نماز کا اہتمام کرتے تھے۔ اذان میں اشهدان محمدا رسول الله کے بعد اشهد ان مسیلمة رسول الله کہا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خط ملتے ہی اس پر لعنت بھیجی اور اسے

Marfat.com

کافر و کذّاب قرار دیا۔ بنوحنیفہ کے بیش تر مسلمان نیک نیتی کے ساتھ سمجھتے تھے کہ مسیلمہ بھی اللہ کا رسول ہے۔ اس غلط فہمی میں مبتلا ہونے کے بعد انھوں نے اس کی اتباع شروع کر دی۔ اس کے باوجود کچھ مخلص اور فہیم اہلِ ایمان اس پر ایمان نہیں لائے تھے۔ اس کے خلاف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فوج بھیجنا چاہتے تھے، مگر اجل مسمّٰی نے آپ کو مہلت نہ دی۔ یہ اہم کام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انجام دیا گیا۔

یہ شخص دھوکہ دینے کے لیے کبھی نرمی اختیار کرتا اور کبھی اپنی دھونس جمانے کے لیے ظلم و ستم کی انتہا کر دیتا تھا۔ امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ سورۃ النحل میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (النحل ۱۰۶:۱۶)۔ جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔

بدترین ظلم اور استقامتِ ایمانی

اسی آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس رخصت کے باوجود عمومی طور پر عزیمت کا راستہ اختیار کرتے تھے اور جان کی قربانی دے دیتے تھے، مگر کفریہ کلمہ اپنی زبان سے نہیں نکالتے تھے۔ جن دنوں میں حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ (حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے فرزندِ دل بند) یمامہ کے علاقے سے گزر رہے تھے۔ مسیلمہ کو اس کی اطلاع ملی۔ مسیلمہ نے انھیں اپنے پاس بلایا اور کہا: اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ہاں میں گواہی دیتا ہوں۔ پھر اس نے پوچھا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ نہیں۔ مسیلمہ کذاب ہے۔ اس نے کہا: تم اگر یہ گواہی نہ دو گے تو میں تمھیں قتل کر دوں گا۔ انھوں نے فرمایا:

Marfat.com

تمھیں جو کچھ کرنا ہے کرلو، میں ہرگز یہ گواہی نہیں دوں گا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ ان کا ایک ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ ہاتھ کٹنے کے باوجود وہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ پھر ان کا ایک پاؤں کاٹا گیا، مگر ان کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔ پھر دوسرا ہاتھ اور دوسرا پاؤں بھی کاٹے گئے۔ امام ابن کثیرؒ کے الفاظ میں: فَلَمْ یَزَلْ یَقْطَعُهُ اِرْباً اِرْباً وَهُوَ ثَابِتٌ عَلٰی ذَالِکَ۔ یعنی انھیں ایک ایک عضو کاٹ کر شہید کیا گیا، مگر وہ اپنے موقف پر ثابت قدم رہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۲۲۸، مطبوعہ دار الاندلس، بیروت)

عجلت میں حملہ

مسیلمہ کذاب کے خلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کو ایک فوج دے کر روانہ کیا اور حکم دیا کہ تمھارے پیچھے شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ ایک مزید دستہ لے کر آرہے ہیں۔ ان کے آنے تک جنگ شروع نہ کرنا۔ جب وہ پہنچ جائیں تو مسیلمہ پر حملہ کر دینا۔ اہلِ یمامہ نے مضبوط قلعے تعمیر کر رکھے تھے اور مسیلمہ کے گرد مختلف قبائل کے مرتدین اور جنگجو بھی ہتھیار بند ہو کر پہنچ چکے تھے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی جب اس علاقے میں پہنچے تو انھوں نے حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا انتظار کرنے کی بجائے مسیلمہ سے جنگ چھیڑ دی۔ چونکہ ان کی تعداد کم تھی اور دشمن پہلے سے تیار بیٹھا تھا، اس لیے مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑا۔

نئی جنگی حکمتِ عملی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب یہ اطلاع ملی تو انھوں نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اور ایک خط میں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے کیوں عجلت سے کام لیا اور شرحبیل کے پہنچنے سے قبل جنگ کیوں چھیڑ دی۔ خیر جو مقدر تھا وہ ہوا۔ اب واپس مدینہ آنے کی بجائے مہرہ اور عمان کے مرتدین کے خلاف لڑنے کے لیے حذیفہ رضی اللہ عنہ اور عرفجہ رضی اللہ عنہ سے جا ملو۔ جب وہاں سے فارغ ہو جاؤ تو پھر حضرموت اور یمن کے مرتدین سے لڑنے کے لیے مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جانا۔ اس عرصے میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اپنی مہمات سے فارغ ہو چکے تھے اور مالک بن

Marfat.com

نویرہ کے قتل کی شکایات پر مدینہ آ کر خلیفہ رسول ؐ کی خدمت میں اپنا موقف پیش کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی معذرت اور وضاحت قبول کرتے ہوئے انھیں مسیلمہ کذاب کے مقابلے پر سپہ سالار بنا کر بھیجا اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو کر مسیلمہ کے مقابلے پر جہاد میں حصہ لیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان

حضرت خالد کے لشکری تو پہلے سے ان علاقوں میں موجود تھے۔ ان کی مدد کے لیے مدینہ سے انصار و مہاجرین صحابہ پر مشتمل دو دستے بھی روانہ کیے گئے۔ ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں بہت سے حفاظ و قرا بھی شامل تھے اور وہ اصحاب بھی بڑی تعداد میں تھے، جو بدر و احد اور احزاب و حنین کے معرکوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں حصہ لے چکے تھے۔ مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم کے امیر حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ اور انصار کے امیر حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ فوج کے علم بردار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ مقرر کیے گئے۔ (البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۳۱۸-۱۳۱۹)

Marfat.com

جنگ یمامہ

تاریخی معرکہ

جنگ یمامہ تاریخ اسلام کے عظیم ترین اور اہم ترین معرکوں میں شمار ہوتی ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی فوج کو لے کر اس علاقے میں پہنچے تو دیکھا کہ مسیلمہ چالیس ہزار جنگجو اپنے گرد جمع کیے اپنے قلعے کے باہر عقربا کے مقام پر خیمہ زن ہے۔ اس کے سامنے کھلے میدان میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی پڑاؤ ڈال دیا۔ اس عرصے میں یہاں پہنچنے سے قبل حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا آمنا سامنا بنو حنیفہ ہی کے ایک اور کافر سردار مجاعہ بن مرارہ کے ساتھ ہوا، جو بنو عامر اور بنو تمیم پر شب خون مارنے کے بعد مال غنیمت لے کر واپس جا رہا تھا۔ اس کے سب ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حکم سے اسے جنگی حکمت عملی کے پیش نظر قید کر دیا گیا۔

جنت پکارتی ہے

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے میدان جنگ میں پہنچنے کے دوسرے روز باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی۔ دشمن کا ایک جنگجو میدان میں نکلا اور مسلمانوں کو مقابلے کے لیے للکارا۔ حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کے لیے آگے بڑھے اور اسے تہہ تیغ کر دیا۔ دشمن کا یہ جنگجو رجال بن عنفوۃ تھا جو اپنی بہادری کے لیے مشہور تھا۔ اس کے قتل پر مسیلمہ کی فوج بپھر کر مسلمانوں پہ حملہ آور ہوئی۔ یہ حملہ اتنا سخت تھا کہ مسلمانوں کی صفوں میں قدرے کمزوری نظر آنے لگی۔ اس موقع پر علم بردارانِ لشکر حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر ساتھی بڑی پامردی سے لڑے اور مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے دونوں علم برداروں نے جہاد کی عظمت،

Marfat.com

شہادت کا مقام و مرتبہ اور جنت کی نعمتوں کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ آج آگے بڑھنے کا دن ہے۔ اسی طرح حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ مولیٰ ابوحذیفہؓ نے بھی اپنے ساتھیوں کو آگے بڑھنے کی تلقین کرتے ہوئے دشمن پر زوردار حملہ کیا۔ وہ بھی مسلمانوں کو مسلسل تلقین کیے چلے جا رہے تھے: هَلُمُّوْا اِلَى الْجَنَّةِ یعنی آؤ جنت کی طرف بڑھو۔ بنوحنیفہ بڑے ماہر تیرانداز تھے۔ مسلمان بنوحنیفہ کے تیراندازوں کے تابڑتوڑ حملوں سے منتشر ہونے لگے تو ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی آگے بڑھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو پکارنے لگے: اے اہلِ ایمان! میں عمار بن یاسرؓ ہوں، میری طرف آؤ۔ وہ سامنے جنت ہے، جنت سے کیوں فرار اختیار کر رہے ہو۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ اس نازک مرحلے پر ایک بلند ٹیلے پر کھڑے تھے اور ان کا ایک کان شہید ہو چکا تھا، مگر اس تکلیف سے بے پروا وہ مردانہ وار دشمن سے برسرِ پیکار تھے۔ جبکہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے ایک گڑھا کھود کر اس میں پاؤں جما لیے اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

کفن پوش مجاہد

حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت سالم رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دشمن سے لڑ رہے تھے تو بہت سارے دشمن ان کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے، مگر ان میں سے سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، پھر حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ شہادت کے وقت حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے قدموں میں گرے ہوئے تھے اور ان کے دونوں ہاتھ بھی شہید ہو چکے تھے، مگر انھوں نے آخری وقت تک جھنڈا کٹے ہوئے بازوؤں سے اپنے سینے کے ساتھ لگا کر بلند رکھا تھا۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے کفن زیب تن کر رکھا تھا اور خود کو خوشبو میں بسا رکھا تھا۔ انھیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ آج وہ جنت کے شوق سے یوں سرشار تھے کہ ان کو دیکھ کر مسلمانوں کے حوصلے بھی بڑھے اور وہ ان پر رشک بھی کرنے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت

Marfat.com

ثابت رضی اللہ عنہ کو جب شہادت اور جنت کی بشارت دی گئی تو اس کے بعد صحابہ جب بھی ان کو دیکھتے تو وہ کہتے جنتی چلا آ رہا ہے۔

سعادت کی زندگی شہادت کی موت

جب سورۂ الحجرات نازل ہوئی جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے بات کرنے سے منع کیا گیا تھا، تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ ان کے تو سارے اعمال ضائع ہو گئے ہیں، کیونکہ ان کی آواز فطری طور پر بلند تھی۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ سنا تو فرمایا کہ جاؤ اسے خوش خبری دو کہ وہ سعادت کی زندگی گزارے گا، شہادت کی موت آئے گی اور سیدھا جنت میں جائے گا۔ یمامہ کے دن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی عجیب شان تھی۔ دشمن پر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے اور مسلمانوں کو بلند آواز سے جنت کی ترغیب دے رہے تھے۔ آخر بے جگری سے لڑتے ہوئے وہ بھی شہید ہو گئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا کان اس جنگ میں شہید ہوا اور وہ شدید زخمی ہوئے، مگر بے جگری سے لڑنے کے باوجود اللہ نے ان کو محفوظ رکھا۔ قرآن کا ارشاد کیا خوب ہے: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (الاحزاب ۳۳:۲۳)۔ ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا ہے۔ ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وقت آنے کا منتظر ہے۔ انھوں نے اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

عصبیتِ جاہلیہ

جس طرح یہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے ساتھیوں کو جنت کی ترغیب دے کر جنگ پر ابھار رہے تھے اسی طرح مسیلمہ کا بیٹا شرحبیل بن مسیلمہ بھی اپنے قبیلے کو عصبیت جاہلیہ کا واسطہ دے کر جنگ پر ابھار رہا تھا۔ اس نے کہا: اے بنو حنیفہ! آج اپنے قبیلے کی عزت خطرے میں ہے، قومی غیرت کا مظاہرہ کرنے کا یہی وقت ہے۔ آج دشمن کے مقابلے کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھو۔ جان لو یہ معمولی

Marfat.com

جنگ نہیں، اگر حملہ آور فوج غالب آ گئی تو تمھارے اہل وعیال ان کے قبضے میں ہوں گے۔ اپنی عزت وناموس کی حفاظت کرو اور دشمن کو صفحۂ ہستی سے مٹا دو۔

شہید ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی شہادت سے قبل جو تقاریر کی تھیں انھوں نے مسلمانوں کے جوش وجذبے کو بہت مہمیز دی۔ مسیلمہ اور اس کے ساتھی آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے اور اپنے قلعے کی طرف پسپائی اختیار کی۔ اس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے موقع کو غنیمت جانا اور زوردار حملہ کر کے آگے بڑھے۔ بنو حنیفہ کا ایک بہادر اور ماہر جنگجو محکم بن طفیل بھی مسیلمہ کے بیٹے شرحبیل کے طرح اپنی قوم کو غیرت دلا رہا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر نشانہ باندھ کر تیر چلایا جو اس کی گردن میں جا لگا اور اسی سے وہ موت کے گھاٹ اتر گیا۔ اب مسلمانوں کی ہمت بڑھ گئی اور انھوں نے زوردار حملہ کر دیا۔ تاہم لڑائی کی کیفیت اس وقت تک ایسی تھی کہ ابھی یہ کہنا مشکل تھا کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے۔

حدیقۃ الشیطان

اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ایک جنگی تدبیر سوجھی۔ انھوں نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ہر قبیلہ الگ الگ اپنے نشان کے تحت دشمن سے لڑے۔ اس کا بہت اچھا اور مثبت نتیجہ نکلا۔ چنانچہ مسیلمہ اور اس کے ساتھی مسلسل پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے قلعہ "حدیقۃ الرحمٰن" میں داخل ہو گئے اور اندر سے چار دیواری کے تمام دروازے بند کر دیے۔ شیطان کے حربے بڑے خطرناک ہوتے ہیں، مگر اللہ فرماتا ہے کہ شیطان کی چالیں بودی اور ضعیف ہوتی ہیں۔ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا۔ (النساء ۴:۷۶)۔ یقین جانو کہ شیطان کی چالیں حقیقت میں نہایت کمزور ہیں۔ شیطان نے مسیلمہ کو پٹی پڑھائی کہ اپنے باغ اور قلعے کو رحمٰن کے نام سے منسوب کر دو، حالانکہ یہ حدیقۃ الرحمٰن نہیں بلکہ حدیقۃ الشیطان تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ دشمن کا تعاقب کرو چنانچہ بہت سارے مرتدین قلعہ سے باہر رہ گئے جن میں سے بیشتر تہہ تیغ ہو گئے۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ قلعے کے اندر کیسے جایا جائے؟ اس مشکل کو بھی اللہ نے آسان کر دیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی

Marfat.com

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ بڑے جنگجو تھے اور ان پر کبھی کبھار ایسی کیفیت آتی تھی کہ جیسے لرزہ طاری ہو گیا ہو۔ اس کے بعد وہ شیر کی طرح دشمن پر جھپٹتے تھے۔ اس لڑائی میں بھی ان پر یہ کیفیت طاری ہوئی اور انھوں نے مسلمانوں سے کہا کہ مجھ کو اٹھا کر باغ [حدیقہ، قلعہ] کے اندر کسی طرح پھینک دو۔ ان کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ مناسب نہیں کیونکہ آپ دشمن کے قابو میں آجائیں گے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے انھیں قسم دے کر کہا: مجھے باغ میں اتار دو۔ آخر مسلمانوں نے ان کو دیوار پر چڑھا دیا اور وہ قلعے کے اندر کود پڑے۔ بے شمار مرتدین ان پر ٹوٹ پڑے۔ وہ لڑتے بھڑتے قلعے کے پھاٹک تک پہنچ گئے اور اس کو کھول دیا۔

پھاٹک کھلتے ہی اسلامی لشکر جو باہر کھڑا تھا باغ کے اندر داخل ہو گیا اور فریقین میں خون ریز جنگ ہونے لگی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو للکار کر کہا: مسلمانو ں ثابت قدم رہو، بس تمھارے ایک اور ہلے کی دیر ہے کہ دشمن تباہ ہو جائے گا۔ اس للکار پر مسلمانوں نے اس قیامت کا حملہ کیا کہ مرتدین کے قدم اکھڑ گئے۔ مسیلمہ بھاگنے لگا تو اس کے ساتھیوں نے کہا: تیرا وعدہ کیا ہوا جو خدا نے تیرے قول کے مطابق تجھ سے کیا تھا؟ اس نے کہا: یہ موقع ان باتوں کا نہیں ہے، اپنی جان اور اپنا ننگ و ناموس بچانا ہے تو بچالو۔

مسیلمہ کذّاب کا انجام

اس وقت اس کذّاب پر دو حربے ایک ساتھ پڑے۔ ایک حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ (قاتل حمزہؓ) نے پھینکا اور دوسرا حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ عنہ نے جن کے بھائی حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو کچھ عرصہ پہلے مسیلمہ نے نہایت سفاکی سے شہید کر ڈالا تھا۔ (ان کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔) ان کی بہادر والدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ تھیں اور مسیلمہ کو تباہ کرنے کے علاوہ اپنے مظلوم بیٹے کا اس سے بدلہ لینے کی خاطر میدانِ جنگ میں آئی تھیں۔ یہ حربے پڑتے ہی مسیلمہ ہلاک ہو گیا اور مرتدین حواس باختہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس لڑائی میں مرتدین کے دس ہزار آدمی مارے گئے۔ جس جگہ وہ قتل ہوئے اس کا نام

Marfat.com

حدیقۃ الرحمٰن کی بجائے حدیقۃ الموت مشہور ہو گیا۔ مسلمان شہدا کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ تھی۔ ان میں تین سو سابقون الاولون انصار و مہاجرین تھے جبکہ مجموعی طور پر سات سو کلام اللہ کے حفاظ تھے۔

بنوحنیفہ کے جن مرتدین نے توبہ کر کے دوبارہ اسلام قبول کر لیا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انھیں معاف کر دیا اور پھر ایک قاصد کو فتح کی خوش خبری دے کر بنوحنیفہ کے ایک وفد کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وفد کے اراکین سے فرمایا: افسوس تمھارے حال پر، تم کس طرح مسیلمہ کذاب کے دامِ فریب میں پھنس گئے؟ انھوں نے ندامت کا اظہار کیا اور معافی کی التجا کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس کی تعلیم کیا تھی؟ انھوں نے عرض کیا: اس کی خود ساختہ وحی کا نمونہ یہ ہے:

بے سروپا کلام

یَا ضِفْدَعَ بِنْتِ الضِّفْدَعَیْنِ، نَقِّیْ کَمْ تَنْقِیْنَ، لَا الْمَآءَ تُکَدِّرِیْنَ، وَلَا الشَّارِبَ تَمْنَعِیْنَ، رَأْسُکِ فِی الْمَاءِ وَ ذَنْبُکِ فِی الطِّیْنِ۔ اے مینڈکی تو ایک مینڈک اور ایک مینڈکی کی بیٹی ہے۔ تو پاک صاف ہے، اتنی پاک کہ نہ تو پانی کو گدلا کرتی ہے اور نہ ہی پینے والوں کو روکتی ہے۔ تیرا سر پانی کے اندر ہوتا ہے اور تیری دم مٹی میں۔

اس کلام کو وحی ماننے والے کتنے بے وقوف تھے۔ سچی بات یہ ہے کہ انسان کا نفس اسے دھوکے میں ڈال دے تو بڑے بڑوں کی عقل ماری جاتی ہے۔ اس کلام میں عربی زبان کے لحاظ سے جو سقم ہے اسے اہلِ زبان خوب جانتے ہیں۔ اسی لیے اس کی زبان سے ایسی ہفوات ولغویات سن کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسے کہا تھا کہ تیرے اس کلام کو وحی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ یہ تو کسی دیوانے مخبوط الحواس کا لغو کلام ہی ہو سکتا ہے اور یقیناً تو جھوٹا ہے۔

اعجازِ قرآنی اور ہذیانِ شیطانی

جہاں تک اس جھوٹے کلام کے مفہوم کا تعلق ہے تو ذرا غور کیجیے کہ مینڈک کی دم کہاں ہوتی

Marfat.com

ہے۔ اس کے پاس جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے دورِ جاہلیت میں سفر کے دوران رکے تو اس نے پوچھا: مَاذَا اُنْزِلَ عَلٰی صَاحِبِکُمْ فِی ھٰذَ الْحِیْن۔ آج کل تمھارے صاحب پر کیا تازہ چیز نازل ہوئی ہے؟ تو انھوں نے کہا: لقد انزل علیه سورة وجیزة بلیغة۔ اس پر ایک مختصر ترین سورت نازل ہوئی ہے جو جامعیت میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس نے پوچھا: یہ کون سی ہے؟ تو آپ نے کہا: وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (العصر ۱۰۳:۱-۳) زمانے کی قسم، انسان درحقیقت خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔

یہ سن کر مسیلمہ نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر خاموش رہا اور یہ تاثر دیا کہ اس پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی ہے، پھر سر اٹھایا اور کہا کہ ابھی ابھی میرے اوپر بھی ویسی ہی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ہے: یَا وَبَرُ، یَاوَبَرُ، اِنَّمَا اَنْتَ اُذُنَانِ وَصَدْرٌ وَسَائِرُکَ حَفْرٌ نَقْرٌ۔ اے پشم دار خرگوش، اے پشم دار خرگوش! تو محض دو کان اور ایک سینہ ہی ہے اور باقی سارا تیرا جسم حقیر اور کھجور کی گٹھلی کے سوراخ کی مانند ہے۔

پھر اس نے پوچھا: عمرو! تمھارا اس سورت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ یہ بے معنی، بے جوڑ اور فضول کلام سن کر انھوں نے کہا: خدا کی قسم تو خوب جانتا ہے کہ مجھے تیرے جھوٹے ہونے کا یقین ہے اور جو کچھ تم نے گھڑا ہے یہ ایک لغو کلام سے زیادہ کچھ نہیں۔ (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۳۲۰)

خلیفۂ رسولؐ کا جامع تبصرہ

اس کے کلام کا ایک اور نمونہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے بنوحنیفہ کے ان لوگوں نے پیش کیا جو مسیلمہ کذاب کی شکست اور قتل کے بعد تائب ہو کر مسلمان ہوگئے تھے، یہ ہے: لَنَا نِصْفُ الْاَرْضِ وَلِقُرَیْشٍ نِصْفٌ وَلٰکِنْ قُرَیْشًا قَوْمٌ یَعْتَدُوْنَ۔ آدھا ملک ہمارا اور آدھا قریش کا

Marfat.com

ہے، لیکن قریش زیادتی کرنے والی قوم ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ خرافات سن کر فرمایا: سبحان اللہ! تمھارے حال پر افسوس، یہ کلام جس کو کلامِ ربانی سے کوئی نسبت ہی نہیں، تم کو کہاں کھینچ لے گیا۔ یہ وفد مدینہ منورہ سے چلنے لگا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو ہدایت کی کہ اب ہمیشہ اسلام پر قائم رہنا اور ایسے کام کرنا جن سے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں اور تمھارے اس عظیم جرم کا کفارہ اور تلافی ہو سکے۔

جنگ یمامہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یمامہ کی ایک وادی الوبر میں مقیم ہو گئے۔ اسی اثنا میں ملک کے دوسرے حصوں میں بھی مرتدین بری طرح کچل دیے گئے تھے اور فتنۂ ارتداد کا مکمل استیصال ہو چکا تھا۔ جنگ یمامہ کے سال وقوع کے بارے میں اختلاف ہے۔ کسی نے ۱۱ھ لکھا ہے اور کسی نے ۱۲ھ، لیکن مختلف روایتوں کا بنظرِ غائر جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ ۱۱ھ کے آخر میں ہوئی۔ یہی امام ابن کثیر کی رائے ہے، ہو سکتا ہے اسی جنگ کے دوران نیا سال ہجری شروع ہو گیا ہو۔

......❀......❀......❀......

Marfat.com

جھوٹا مدعی نبوت ذوالتاج

خودساختہ تاجدار

ایک جھوٹے مدعی نبوت کا تذکرہ مورخین نے کیا ہے جو زیادہ معروف تو نہیں ہوا، مگر اس کا فتنہ بھی ایک علاقے کو مکمل طور پر اپنی لپیٹ میں لینے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ شخص بنواز د سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا نام لقیط بن مالک تھا، مگر اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہونے کے بعد اس نے اپنے آپ کو خود ہی ذوالتاج کا خطاب دیا اور باقاعدہ تاج پہننا شروع بھی کر دیا۔ اس نے اپنے ساتھ فتنہ پرداز لوگوں کو شامل کر کے عمان کے علاقے پر حملہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے علاقے پر قابض ہو گیا۔

عیسائیت، مجوسیت سے اسلام کی جانب

عمان قدیم تاریخی علاقہ ہے۔ آج بھی اس کے محل وقوع کی وجہ سے اس کی خاصی اہمیت ہے۔ یہ بحیرہ عرب کے ساحل پر بحرین سے متصل واقع ہے۔ آغازِ اسلام میں عمان میں ایک شاہی خاندان حکمران تھا جہاں دو بھائی جیفر اور عبید (ان کا نام عبد بن جلندی بھی بیان ہوا ہے) حکومت کرتے تھے۔ ان کے والد جلندی عیسائی ہو گئے تھے اسی لیے اپنے بیٹے کا نام جعفر سے جیفر رکھ دیا تھا۔ جلندی کے فوت ہونے کے بعد اس کا بیٹا جیفر حکمران بنا، مگر اپنے بھائی عبید کو امورِ مملکت میں پوری طرح اپنے ساتھ شریک رکھتا تھا۔ ایرانیوں کے زیر اثر یہ دونوں بھائی عیسائیت چھوڑ کر مجوسی مذہب اختیار کر چکے تھے۔ ان کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مکتوب بدست حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھیجا تھا۔ خط ملنے کے بعد ان دونوں بھائیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کی رعایا بھی تقریباً مکمل طور پر داخلِ اسلام ہو گئی۔ ہم نے اس مکتوبِ نبویؐ اور اس کے جواب میں ان حکمرانوں کے قبولِ اسلام کا تذکرہ اس کتاب کی جلد سوم صفحہ ۲۵۴ تا ۲۵۷ میں کیا ہے۔

Marfat.com

لشکرِ اسلام کی تشکیل اور معرکہ

لقیط بن مالک کے عمان پر قبضے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مدینہ واپس بلالیا جبکہ ان پر آشوب حالات میں بھی عمان کے دونوں شہزادے اپنے اسلام پر قائم رہے، مگر حالات کی نزاکت کو حکمت کے تحت دیکھتے ہوئے پہاڑوں میں چلے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فتنے کا قلع قمع کرنے کے لیے حضرت حذیفہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو عمان کی طرف بھیجا۔ عمان سے ملحقہ علاقہ مہرہ کہلاتا تھا، وہاں بھی ارتداد پھیل گیا۔ اس کی طرف بھی اسی وقت حضرت عرفجہ بن ہرثمہ رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر بھیجا گیا۔ دونوں کے ذمے یہ کام لگا کہ پہلے عمان جائیں اور وہاں سے فارغ ہونے کے بعد مہرہ کی طرف رخ کریں۔ اس عرصے میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یمامہ میں مقیم تھے۔ انھیں بھی دربارِ خلافت سے حکم ملا کہ وہ اپنے ان دونوں بھائیوں سے جا ملیں اور ان کی مدد کریں۔ چنانچہ یہ لشکر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

جنگی ترتیب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت دور رس نگاہ رکھتے تھے۔ انھیں جیفر اور عبید کی اسلام سے وفاداری اور فتنے کے دوران قربانیوں کا اعتراف تھا۔ انھوں نے اپنے سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ عمان پہنچ کر ان دونوں بھائیوں کو اپنے ساتھ ملا لینا اور ہر کام ان کے مشورے سے کرنا۔ اسی دوران حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی آ پہنچے۔ جیفر اور عبید کو پیغام ملا تو وہ بھی آ کر اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے۔ اب میدان جنگ کی صورت یوں تھی کہ مرتدین بلندی پر مقیم تھے اور مسلمان نسبتاً نشیبی علاقے میں خیمہ زن تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے لشکر کی ترتیب یوں قائم کی کہ ہراول دستے کی کمان حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ لشکر کے درمیان میں قیادت کی ذمہ داری جیفر کو سونپی اور میسرہ پر حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ خود لشکر کے دائیں جانب یعنی میمنہ کی کمان سنبھالی۔ یہ جنگ بڑی فیصلہ کن ثابت ہوئی، مگر مسلمانوں کو خاصی مزاحمت کے بعد کامیابی ملی۔

غیبی مدد

مسلمانوں نے جب دشمن پر حملہ کیا تو مرتدین کے قدم شروع ہی میں اکھڑ گئے۔ لقیط بڑا بہادر اور

Marfat.com

ماہر جنگجو تھا، وہ ایک برق رفتار عربی گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے ایک ہاتھ میں جھنڈا بلند کیا اور دوسرے میں نیزہ لہراتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو پکارا۔ مرتدین کا جوابی حملہ اتنا سخت تھا کہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس موقع پر مرتدین کے حوصلے بہت بڑھ گئے، مگر مسلمانوں نے راہِ فرار اختیار نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی غیبی مدد فرمائی جس کا انھیں خواب وخیال بھی نہیں تھا۔ دو قبائل بنوناجیہ اور بنوعبدالقیس کے مخلص مسلمانوں کو اس معرکے کی خبر ملی تو وہ پھرتی سے اپنے گھروں سے نکلے اور ان کے مسلح دستے مسلمانوں کی پشت پر آ پہنچے۔ ان دستوں کی آمد اور نعرہ ہائے تکبیر سے جہاں مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے وہیں مرتدین کی ہوا بھی اکھڑ گئی۔ بعض روایات کے مطابق لقیط بن مالک، ذوالتاج اس جنگ میں مارا گیا۔ فتنۂ ارتداد کی جنگوں میں سب سے زیادہ مرتدین اسی جنگ میں قتل ہوئے، جن کی تعداد دس ہزار بتائی جاتی ہے۔ جو لوگ گرفتار کیے گئے ان کی تعداد بھی چار ہزار کے لگ بھگ تھی۔ اس کے علاوہ مالِ غنیمت بھی بڑی مقدار میں حاصل ہوا۔

مردِ میدان اور صاحبِ علم وعرفان

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خمس حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مدینہ روانہ کر دیا جبکہ باقی مالِ غنیمت فوج میں تقسیم کر دیا گیا۔ اب عمان مکمل طور پر ہر فتنے سے پاک صاف ہو گیا تھا۔ مدینہ میں حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کی آمد اہلِ مدینہ کے لیے خوشیوں کی نوید بھی تھی اور مشکل معاشی حالات میں بیت المال میں اچھی خاصی رقم کا اضافہ بھی خیر و برکت کا باعث بنا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کچھ عرصے کے لیے عمان میں مقیم رہے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو مہرہ کی طرف روانہ کر دیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جس طرح ماہر جنگجو، تجربہ کار سپہ سالار اور مردِ میدان تھے، اسی طرح صاحب علم وعرفان بھی تھے۔ انھوں نے یہاں قیام کے دوران لوگوں کی اسلامی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اس کے نتیجے میں عمان علم وعرفان کا مرکز بن گیا۔ (البدایة والنهایة، امام ابن کثیر، المجلد الاول، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ص ۱۳۲۲-۱۳۲۳، سیرت ابوبکر، محمد حسین ہیکل، ص ۲۵۵-۲۵۸)

Marfat.com

قصیدہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

[چند اشعار]

وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنٌ ۔۔۔ وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ ۔۔۔ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ
عَدِمْنَا خَيْلَنَا ، إِنْ لَّمْ تَرَوْهَا ۔۔۔ تُثِيْرُ النَّقْعَ مَوْعِدُهَا كَدَاءُ
يُبَارِيْنَ الْأَعِنَّةَ مُصْعِدَاتٍ ۔۔۔ عَلَى أَكْتَافِهَا الْأَسَلُ الظِّمَاءُ
تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ ۔۔۔ تُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ
فَإِمَّا تُعْرِضُوْا عَنَّا اعْتَمَرْنَا ۔۔۔ وَكَانَ الْفَتْحُ ، وَانْكَشَفَ الْغِطَاءُ
وَإِلَّا فَاصْبِرُوْا لِجِلَادِ يَوْمٍ ۔۔۔ يُعِزُّ اللهُ فِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ
وَجِبْرِيْلٌ أَمِيْنُ اللهِ فِيْنَا ۔۔۔ وَرُوْحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ
وَقَالَ اللهُ: قَدْ أَرْسَلْتُ عَبْدًا ۔۔۔ يَقُوْلُ الْحَقَّ إِنْ نَفَعَ الْبَلَاءُ
شَهِدْتُ بِهٖ ، فَقُوْمُوْا صَدِّقُوْهُ! ۔۔۔ فَقُلْتُمْ: لَا نَقُوْمُ وَلَا نَشَاءُ
وَقَالَ اللهُ: قَدْ يَسَّرْتُ جُنْدًا ۔۔۔ هُمُ الْأَنْصَارُ ، عُرْضَتُهَا اللِّقَاءُ
لَنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْ مَّعَدٍّ ۔۔۔ سِبَابٌ ، أَوْ قِتَالٌ ، أَوْ هِجَاءُ
فَنُحْكِمُ بِالْقَوَافِيْ مَنْ هَجَانَا ۔۔۔ وَنَضْرِبُ حِيْنَ تَخْتَلِطُ الدِّمَاءُ
هَجَوْتَ مُحَمَّدًا ، فَأَجَبْتُ عَنْهُ ۔۔۔ وَعِنْدَ اللهِ فِيْ ذَاكَ الْجَزَاءُ
أَتَهْجُوْهُ ، وَلَسْتَ لَهُ بِكُفْءٍ ۔۔۔ فَشَرُّكُمَا لِخَيْرِكُمَا الْفِدَاءُ
فَمَنْ يَّهْجُوْ رَسُوْلَ اللهِ مِنْكُمْ ۔۔۔ وَيَمْدَحُهُ ، وَيَنْصُرُهُ سَوَاءُ
فَإِنَّ أَبِيْ وَوَالِدَهُ وَعِرْضِيْ ۔۔۔ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْكُمْ وِقَاءُ

❀ آپ سے زیادہ حسین (انسان) کسی بھی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ صاحب جمال آج تک کسی ماں نے جنا ہے نہ کبھی جنے گی۔

❀ اے نبیؐ! آپ ہر عیب سے پاک ہیں، جیسے آپ اپنی چاہت کے عین مطابق پیدا کیے گئے ہوں۔

❀ (اے دشمنانِ اسلام!) اگر تمھیں ہمارے گھوڑے نظر نہ آئیں تو دھوکے میں نہ رہنا۔ دراصل وہ گرد و غبار اڑاتے ہیں اور ان کی منزل مرجھائی ہوئی (چٹیل) زمین ہے۔

❀ وہ اتنے تیز دوڑتے ہیں کہ اپنی لگاموں کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ان کے کندھوں پر ایسے (تیرانداز بیٹھے ہیں) کہ ان کی تیر (دشمن کے خون کے) پیاسے ہیں۔

Marfat.com

- ہمارے گھوڑے مسلسل جھپٹتے پلٹتے ہیں (اور ان کے مقابلے میں دشمن اور ان کی تلوار کی حالت یہ ہے جیسے) عورتیں دوپٹوں سے مارتی ہیں۔
- یا تو تم پیچھے بھاگ جاؤ تاکہ ہم عمرہ کریں، فتح ہمارا مقدر ہو اور تمھارے سامنے بھی حقیقت حال واضح ہو جائے۔
- ورنہ پھر ٹھہرو اس دن کے انتقام کے لیے جب اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا عزت عطا فرمائے گا۔
- ہمارے درمیان جبریل امین ہیں جو اللہ کے راز دان ہیں اور وہ روح القدس ہیں جن کا کوئی جوڑ نہیں۔
- اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنا بندہ تمھاری طرف بھیجا ہے جو حق بات کرتا ہے، بشرطیکہ (تم آزمایش کے لیے تیار ہو جاؤ) جو تمھیں نفع پہنچائے۔
- میں اس نبی کی (صداقت کی) گواہی دیتا ہوں، اٹھو اور تم بھی اس کی تصدیق کرو، مگر تمھارا جواب یہ ہے کہ ہم نہ اٹھیں گے اور نہ (اس کی تصدیق کرنا) چاہیں گے۔
- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے (اس نبی کو) ایک لشکر مہیا کیا ہے، یعنی انصار جن کا انعام (روز آخرت کی) ملاقات ہے۔
- ہمیں ہر روز قبیلہ معد سے گالم گلوچ، لڑائی جھگڑے اور ہجوگوئی کا سامنا رہتا ہے۔
- ہم اپنی ہجو کا جواب قافیہ بندی سے دیتے ہیں اور جب خون خرابہ ہوتا ہے (یعنی جنگ میں) ہم ان کی پٹائی کرتے ہیں۔
- تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی ہے! میں ان کی طرف سے جواب کے لیے حاضر ہوں۔ اس میں اللہ کی طرف سے مجھے اجر ملے گا۔
- تو نے آپ کی ہجو کی ہے، حالانکہ آپ کے مقابلے میں تیری کوئی حیثیت نہیں۔ تم دونوں میں جو بدتر ہے وہ اپنے سے برتر پر قربان ہے۔
- تم میں سے کوئی اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرے یا مدح سرائی اور تعاون، تو اس سے (ان کی شان میں) کوئی فرق نہیں پڑتا۔
- (اس لیے کہ) میرے باپ، دادا اور میری عزت و ناموس، ناموسِ مصطفیٰ کے دفاع کے لیے وقف ہے۔

Marfat.com

گا اور نہ ہی اس سے کلام کروں گا۔ میں اپنے کانوں میں روئی ٹھونس کر بیت اللہ میں جاتا، مجھے ڈر تھا کہ اس کا جادو میرے سر بھی نہ چڑھ جائے۔ ایک صبح میں مسجد میں آیا تو کعبہ شریف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں کھڑے دیکھا۔ میں آپؐ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ آپؐ کی زبان سے کچھ کلام میں نے سن لیا۔ یہ بہت اچھا کلام تھا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا: میری ماں مجھے روئے، میں نے یہ کیا طرزِ عمل اختیار کر رکھا ہے۔ بخدا میں عقل مند بھی ہوں، شاعر بھی۔ اچھے بھلے میں خوب تمیز کر سکتا ہوں، پھر اس شخص کا کلام سننے میں کیا چیز مانع ہے؟ مجھے اس کا کلام سننا چاہیے۔ اگر اچھی بات ہوگی تو قبول کرلوں گا بری بات ہوگی تو رد کر دوں گا۔

کاشانۂ نبویؐ پر حاضری

طفیل مزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر گھر کی جانب چلے گئے۔ میں بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ آپؐ اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ میں نے دستک دی اور میں بھی اندر چلا گیا۔ میں نے کہا: اے محمدؐ آپ کی قوم نے آپؐ کے بارے میں بہت کچھ کہا۔ انھوں نے اتنا پراپیگنڈا کیا کہ میں اس سے متاثر ہو گیا۔ اس خوف سے کہ آپؐ کی آواز میرے کانوں میں نہ پڑ جائے، میں نے کانوں میں روئی ٹھونس لی مگر اللہ کو منظور تھا کہ میں آپ کا کلام سن لوں۔ چنانچہ میں نے آپؐ کا کلام سنا اور اسے اچھا پایا۔ بس آپؐ اپنی دعوت کا تعارف کرائیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت پیش کی اور قرآن حکیم کی تلاوت فرمائی، خدا کی قسم میں نے زندگی میں اس سے بہتر بات نہ سنی تھی اور نہ اس سے زیادہ انصاف و عدل سے بھرپور کلام مجھ تک پہنچا تھا۔

دعائے پیغمبری

طفیل کہتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کرلیا اور کلمۂ شہادت پڑھ کر آئندہ کے لیے شہادتِ حق کا فریضہ سرانجام دینے کا عہد کرلیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبیؐ! میں اپنی قوم میں محترم و معزز ہوں اور میری بات سبھی مانتے ہیں۔ اب میں اپنی قوم کے پاس واپس جا رہا ہوں تو انھیں

Marfat.com

جنت تلواروں کے سائے تلے ہے

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

تلواروں کے سائے میں

(جلد پنجم)

حافظ محمد ادریس

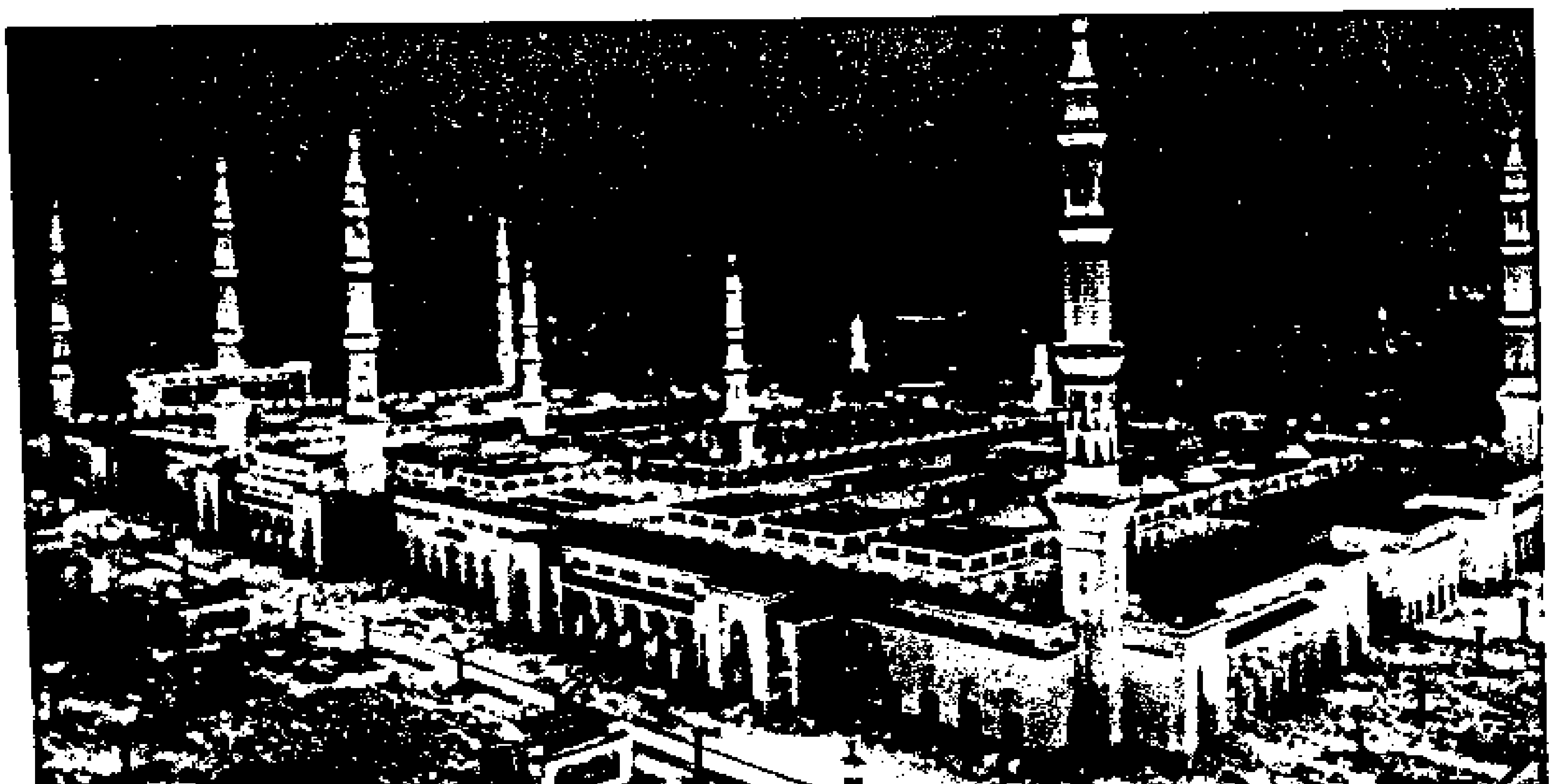

ادارہ معارف اسلامی

Marfat.com